دل کے موسم

مریم عزیز

مریم عزیز

ٹوں ٹوں کی آواز پر انہوں نے چونک کر ریسیور کان سے ہٹایا۔ فون پتا نہیں کب کا بند ہو چکا تھا۔ گہرا سانس لے کر انہوں نے ریسیور واپس کریڈل پر ڈال دیا۔ وہ شاید ایسے ہی کھڑی رہتیں لیکن ارم کی آواز پر انہیں حواس بحال کر کے باہر جانا پڑا۔

"کیا بات ہے بھابھی! اتنا لمبا فون۔ لگتا ہے توفیق بھیا زیادہ ہی اداس ہو گئے ہیں۔"

ارم کے شرارتی انداز پر پھیکی سی مسکراہٹ ان کے چہرے پر آئی تھی۔ وہ کوئی بھی بات کیے بغیر کچن کی طرف بڑھ گئیں۔ ارم نے کچھ حیرت سے ان کا اترا ہوا چہرہ دیکھا اور خود بھی ان کے پیچھے آ گئی۔

"آپ کسی بات سے پریشان ہیں"

"ارے نہیں۔" اب کے آمنہ کھل کر مسکرائی۔ "تم اتنی چپ چپ کیوں ہیں؟"

"چپ چپ کیوں ہوں؟ بھئی ابھی تو اتنی باتیں کر رہی تھی۔" وہ اسے ٹالنے کے لیے مڑ کر کیبنٹ کے اندر جھانکنے لگیں۔

"پلیز بھابھی! میں سیریس ہوں۔" اس نے ان کا بازو پکڑ کر ان کا رخ اپنی طرف موڑا۔

"بتائیں کیا بات ہے' کیا بھیا نے کچھ کہا ہے؟"

"یہی تو مسئلہ ہے کہ وہ کچھ کہتے نہیں۔" ان کے لہجے کی نمی پر وہ نا سمجھی سے انہیں دیکھنے لگی۔

"ہماری شادی کو نو سال ہو چکے ہیں۔ نو سال ایک عرصہ ہوتا ہے کسی کو سمجھنے کے لیے لیکن میں آج تک تمہارے بھائی کو سمجھ نہیں سکی۔ کبھی تو بالکل ٹھیک ہوتے ہیں اور کبھی اتنے اجنبی ہوتے ہیں کہ ان کے ساتھ ساتھ مجھے اس گھر کے درودیوار سے بھی خوف محسوس ہونے لگتا ہے۔ ابھی تم خود ہی دیکھ لو۔ ایک ماہ ہو گیا ہے انہیں گھر سے گئے ہوئے۔ وصی اور وکی دونوں انہیں اتنا مس کر رہے ہیں۔ میں نے بتایا تو مجھے ڈانٹنے لگے کہ اب کام دیکھوں یا بچے سنبھالوں' جو کام کرتے ہیں' کیا وہ بچوں یا بیوی کو وقت نہیں دیتے؟ کیا بدر تمہیں یا عروبہ کو وقت نہیں دیتے؟"

آمنہ نے ارم کے شوہر کا نام لیا۔ آخر میں ان کا لہجہ رندھ گیا تو ارم نے بے ساختہ ان کا ہاتھ تھام لیا۔

"ایسی کوئی بات نہیں بھابھی! بھیا تو شروع سے ہی ایسے ہیں اور آپ جانتی ہیں' وہ اماں جی اور ابا جی سے کتنے اٹیچ تھے۔ ان کی ڈیتھ کے بعد وہ بھی یہاں سے دور بھاگتے ہیں۔"

آمنہ نے آنسو پونچھتے ہوئے ارم کو دیکھا۔ "میں مانتی ہوں' تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ ماں باپ کی کمی کیسے محسوس

مکمل ناول

نہیں ہوتی۔ کیا انہیں تنہائی مجھ سے زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ ان کے پاس تم ہو' خالد بھائی ہیں۔ اور میں کیا جس کا کوئی نہیں۔ ممی' پاپا کے بعد میرا کوئی رشتہ نہیں بچا۔ نہ بہن' نہ بھائی۔"

"بھابھی! کیا آپ مجھے اپنا نہیں سمجھتیں؟"

"اپنا نہ سمجھتی تو اپنے دل کی بات تم سے کیوں کرتی۔ یہ

توفیق کی بے رخی مجھے بہت تکلیف دیتی ہے۔ ایسی بھی کیا مصروفیت کہ ایک ماہ گزر جاتا ہے' انہیں بیوی بچے یاد ہی نہیں آتے۔ تم جانتی ہو مجھے کیا لگتا ہے۔"

ارم جو افسردگی سے سر جھکائے بیٹھی تھی چونک کر انہیں دیکھنے لگی۔

"ان کی زندگی میں میرے علاوہ کوئی اور عورت ہے۔"

"نہیں بھابھی!" ارم بے ساختہ بولی۔ "بھیا ایسے نہیں۔"

آمنہ جیسے اس کی ناسمجھی پر مسکرائیں۔

"تم جانتی ہو' میں توفیق کی نہیں اباجی کی پسند ہوں۔ انہیں کوئی اور پسند تھی۔ انہوں نے مجھ سے شادی تو کی لیکن میں ان کی چاہت نہیں بن سکی۔"

"پلیز بھابھی! آپ کچھ زیادہ ہی ڈپریشن کا شکار ہو رہی ہیں' ورنہ میں بھیا کو جانتی نہیں بھلا۔ اتنی پیاری ان کی بیوی ہے' اتنے کیوٹ بچے ہیں۔ انہیں کیا ضرورت ہے کسی اور عورت کو دیکھنے کی۔ آپ جانتی ہیں' دو دو فیکٹریوں کو انہیں اکیلا سنبھالنا پڑتا ہے پھر بھی آپ کی تسلی کے لیے بھیا کے کان میں خود کھینچوں گی۔ ان کی اتنی ہمت میری بھابھی کو تنگ کریں۔" اس نے اتنی محبت سے ان کے گلے میں بانہیں حمائل کیں کہ وہ سب بھول کر مسکرا دیں۔

☼ ☼ ☼

"تم نے ارم سے میری شکایت کی تھی؟" چائے کا کپ سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے انہوں نے توفیق صاحب کی سنجیدہ آواز سنی تو سیدھی ہو کر ان کا چہرہ دیکھنے لگیں۔

"کیا آپ کو لگتا ہے کہ مجھے ایسی ضرورت تھی۔" ان کے سوال پر وہ خاموشی سے ان کا چہرہ دیکھتے رہے تو وہ جھنجلا کر مڑ گئیں۔

"آمنہ......" توفیق صاحب کی آواز پر وہ رک گئیں' مگر اپنا رخ نہیں بدلا۔ "یہاں آؤ۔"

وہ گہری سانس لے کر مڑیں اور ڈھیلے ڈھالے انداز میں چلتی ہوئی بیڈ پر ان سے فاصلے پر بیٹھ گئیں تو انہوں نے بازو سے تھام کر اپنے قریب کر لیا۔ وہ ان کا چہرہ دیکھنے کے بجائے سامنے دیوار کو دیکھنے لگیں۔ مسلسل خاموشی پر انہوں نے نظریں گھما کر توفیق صاحب کو دیکھا جن کے ہونٹوں پر دبی دبی مسکراہٹ تھی جیسے ان کی ناراضی سے حظ اٹھا رہے ہوں۔ ان کی آنکھیں یکایک پانی سے بھر گئیں۔ توفیق صاحب کھل کر مسکرائے اور ان کا سر اپنے کندھے سے لگا لیا۔ ان کے اس اظہار پر ان کے آنسوؤں میں روانی آگئی تھی۔

"مجھ سے ناراض ہو؟"

"تو کیا یہ بھی آپ کو بتانا پڑے گا۔ مجھے اور بچوں کو آپ کی ضرورت ہے۔ ایک ماہ گزر جاتا ہے' تب کہیں آپ آتے ہیں۔"

"اب میں جلدی آیا کروں گا اور زیادہ دن رہوں گا کیونکہ میری بیگم اداس ہو جاتی ہے۔" وہ اب ان سے باتیں کر رہے تھے جبکہ وہ آنکھیں موندے اپنے گرد ان کے بازوؤں کے گھیرے کو محسوس کر رہی تھیں۔

☼ ☼ ☼

نامانوس سی آواز تے ان کی نیند میں خلل ڈالا تھا۔ کروٹ بدل کر انہوں نے اپنے دائیں طرف دیکھا' توفیق نہیں تھے جبکہ تکیہ کے نیچے رکھا ان کا موبائل بج رہا تھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئیں اور ہاتھ بڑھا کر موبائل اٹھا لیا۔ ان کے بولنے سے پہلے ہی وہاں سے بولنا شروع کر دیا گیا تھا۔

"کتنے دن ہو گئے ہیں توفیق آپ کو گئے' کب سے آپ کا انتظار کر رہی ہوں۔ آپ جانتے بھی ہیں مجھے آپ کی ضرورت ہے۔"

دروازے کے باہر آہٹ کا احساس ہوتے ہی انہوں نے موبائل آف کر کے تکیے کے نیچے رکھا اور کروٹ بدل کر سوتی بن گئیں۔ توفیق صاحب بیڈ پر بیٹھ چکے تھے جب موبائل دوبارہ بج اٹھا۔ دوسری بیل پر فون اٹھا لیا گیا تھا لیکن توفیق صاحب کی مدہم ہوتی آواز آہستہ آہستہ بالکل ختم ہو گئی۔ دروازہ بند ہوتے ہی انہوں نے جھٹکے سے آنکھیں کھول کر رخ سیدھا کیا۔ توفیق کمرے سے باہر جا چکے تھے۔

علی الصبح ——— وہ بھی ایک عورت کا فون' ان کی پریشانی جائز تھی۔ ان کی پیشانی پر شکنوں کا جال بچھ گیا۔ وہ عورت کون تھی جو اتنے استحقاق سے بات کر رہی تھی۔ کون تھی جسے توفیق کا انتظار تھا؟ اور کیوں اسے توفیق کی ضرورت تھی؟ ان کا اشتعال بے بسی میں بدلنے لگا کیونکہ وہ خود میں توفیق سے پوچھنے کی ہمت پیدا نہیں کر پا رہی تھیں۔

"ناشتا لاؤں آپ کے لیے؟" ان کے سر ہلانے پر وہ کچن میں آگئیں۔

"آج دوپہر میں کیا پکاؤں؟"

"میں نے ابھی ناشتا شروع نہیں کیا اور تم دوپہر کا پوچھ رہی ہو۔" انہوں نے مسکرا کر آمنہ کا چہرہ دیکھا۔ "بیٹھ جاؤ' کھڑی کیوں ہو۔"

آمنہ خاموشی سے بیٹھ گئیں۔ لیکن ان کے موبائل کے بجتے ہی وہ برا سا منہ بنا کر سامنے صوفے پر بیٹھ گئیں۔

توفیق صاحب نے اسکرین پر جگمگاتے نمبر کو دیکھ کر ایک نظر ان پر ڈالی اور کھڑے ہو گئے لیکن چند قدم پر ہی وہ رک گئے۔ ان کی اونچی اور گھبرائی ہوئی آواز پر وہ بھی گھبرا کر ان کی طرف بڑھیں۔

"کیا ہوا؟" ان کے پوچھنے پر وہ جواب دینے کے بجائے منہ موڑ گئے۔

"ٹھیک ہے' میں آرہا ہوں۔"

وہ فون بند کر کے کمرے کی طرف بڑھ گئے جبکہ ان کے بیگانے انداز پر وہ حیران سی ان کے پیچھے کمرے میں داخل ہوئیں۔ اندر کا منظر اس سے زیادہ حیران کن تھا۔ توفیق تیزی سے اپنے کپڑے بیگ میں ڈال رہے تھے۔

"آپ بتاتے کیوں نہیں' کیا ہوا ہے اور ——— کہاں جا رہے ہیں؟"

"ضروری کام آگیا ہے' اس لیے اسلام آباد واپس جا رہا ہوں۔"

"اس وقت ؟"

"اس میں بحث والی کوئی بات ہے آمنہ؟" ان پر ایک سخت نظر ڈال کر وہ باتھ روم کی طرف بڑھ گئے جبکہ ان کی حیرت کی جگہ پریشانی نے لے لی تھی' تب ہی بیڈ پر پڑا موبائل بج اٹھا۔ انہوں نے جھپٹنے کے سے انداز میں موبائل اٹھایا۔ دوسری طرف سے انہیں اسی عورت کی آواز سنائی دی۔ وہ شاید رو رہی تھی' اس سے پہلے کہ وہ اس سے پوچھتیں کہ وہ کون ہے' موبائل ان کے ہاتھ سے چھینا جا چکا تھا۔

"میں نے تم سے کہا نا پریشان مت ہو' میں بس نکل رہا ہوں۔ تم ثمرہ بھابھی کو بلا لو' میں بھی انہیں فون کر دیتا ہوں۔"

فون بند کر کے وہ اب بیگ بند کر رہے تھے جبکہ آمنہ کا شک یقین میں بدل گیا تھا۔

"کون تھی یہ عورت؟" اپنے لہجے کی سرد مہری وہ خود بھی محسوس کر سکتی تھیں۔

"تمہارے لیے بہتر ہوگا کہ تم یہ سوال نہ کرو۔"

وہ بیگ اٹھا کر دروازے کی طرف بڑھے تو آمنہ تیزی سے ان کے سامنے آگئیں۔ "آپ ایسے نہیں جا سکتے توفیق! آپ کو بتانا ہوگا۔ آخر وہ گھٹیا آوارہ عورت کیا لگتی ہے آپ کی؟"

"زبان کو لگام دو آمنہ! ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔"

ان کا چہرہ جیسے آن واحد میں سرخ ہوا تھا اور فضا میں معلق ان کا ہاتھ انہیں ساکت کرنے کے لیے کافی تھا۔ آمنہ کا غصہ کہیں پیچھے جا سویا۔ بس حیرت ہی حیرت ان کے چہرے پر بکھری تھی۔

"اس دوسری عورت کے لیے آپ اپنی بیوی پر ہاتھ اٹھائیں گے؟"

"دوسری عورت وہ نہیں تم ہو۔ وہ میری بیوی ہے' پہلی بیوی۔ دوسری تم ہو۔ آیا سمجھ میں؟"

وہ ایک طیش کے عالم میں انہیں ہٹا کر باہر نکلے جبکہ وہ اب تک ساکت کھڑی دوسری عورت کی بازگشت سن رہی تھیں۔

☼ ☼ ☼

انہیں ارم کے گھر آئے ایک ہفتے سے زیادہ ہو گیا تھا' وہ جانتی تھیں ارم ان سے مخلص ہے۔ بدر بھی اس کی دلجوئی کرتے لیکن وہ ساری زندگی یہاں تو نہیں رہ سکتی تھیں لیکن اب وہ اس گھر میں بھی نہیں جانا چاہتی تھیں جس گھر کے مالک کے دل میں ان کے لیے جگہ نہیں تھی۔ ارم کے اندر داخل ہوتے ہی انہوں نے چونک کر سر اٹھایا۔ اس کے مسلسل اصرار پر انہیں کھانا کھانا پڑا۔

"آج پھر بھیا کا فون آیا تھا۔" ارم کے بتانے پر وہ خاموشی سے چھوٹے چھوٹے نوالے توڑتی رہیں۔ جب سے حقیقت سامنے آئی تھی' ارم نے اپنے بھائی سے بات کرنا چھوڑ دی تھی اور یقیناً ناراضی ان کی وجہ سے تھی۔

"بدر سے ان کی بات ہوئی تھی۔ انہوں نے جب بتایا کہ بھیا رو رہے تھے تو مجھ سے رہا نہیں گیا۔" اب آمنہ نے نظریں اٹھا کر اس کا چہرہ دیکھا۔

"وہ... بھیا کی بیوی..... میرا مطلب ہے شیزانہ.... ان کی ڈیتھ ہو گئی۔"

اب کی بار ان کے ہاتھ میں پکڑا نوالہ پلیٹ میں جا گرا۔ کتنی دیر وہ ساکت بیٹھی رہیں، کچھ دیر بعد انہوں نے گہرا سانس لے کر سر اٹھایا۔

کسی کی موت پر خوشی محسوس کرنا بہت بری بات ہے لیکن ان کے دل میں کمینی سی خوشی جاگی تھی۔ اب توفیق کی زندگی میں بس وہی ہوں گی۔ انہوں نے اپنی یہ خوشی ارم پر ظاہر نہیں کی۔

"بچوں نے کھانا کھایا؟" آج کافی دنوں بعد انہیں بچوں کی فکر ہوئی تھی۔ ارم نے حیرت سے ان کا رد عمل دیکھا۔

"جی اور اب بدر کے ساتھ باہر گئے ہیں۔ چائے بناؤں آپ کے لیے؟"

"ہاں۔ میں تمہارے ساتھ کچن میں چلتی ہوں پھر مجھے پیکنگ بھی کرنی ہے۔"

ارم نے پھر حیرت سے انہیں دیکھا۔

"مجھے گھر واپس جانا ہے۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے اس کی حیرت دور کی۔

☼ ☼ ☼

"ڈیڈی آ گئے؟" بیل کی آواز پر وصی بھاگتا ہوا اپنے کمرے سے نکلا تھا۔ وہ لاکھ ناراضی کے باوجود کھڑی ہوئی تھیں لیکن توفیق کے اندر داخل ہوتے ہی ان کے ساتھ ساتھ ارم بھی ٹھٹک کر رک گئی۔ ان کے ٹھٹکنے کی وجہ توفیق صاحب نہیں بلکہ ان کے ساتھ آنے والے تین نفوس تھے۔ ان کے دائیں طرف وصی کی ہی عمر کا بچہ کھڑا تھا جبکہ بائیں طرف کھڑی وہ بچی تقریباً چھ سال کی تھی اور توفیق کے ہاتھ میں تھاما وہ وجود چند دن کا معلوم ہو رہا تھا۔

"یہ میرے بچے ہیں۔" توفیق صاحب کے تعارف پر ارم نے بے ساختہ گہرا سانس لیا جبکہ وہ حیرت کی شدت سے ساکت رہ گئیں۔ پچھلے ایک ماہ سے ان کی زندگی نے جس طرح کروٹ لی تھی اور جتنے دھچکے لگے تھے، اس کے بعد تو حیرت اور تکلیف جیسے امر کو ختم ہو جانا چاہیے تھا لیکن اس کے باوجود وہ شدید حیرت اور تکلیف کا شکار تھیں۔ ان کے سامنے کا منظر دھندلانے لگا تو وہ مزید کچھ کہے، کسی کو دیکھے بغیر اپنے کمرے میں آ گئیں اور دروازہ لاک کر دیا.. کچھ دیر دستک کے بعد توفیق صاحب کی آواز سنائی دی لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہوئیں۔ کچھ دیر بعد ارم کی آواز سنائی دی۔ اس کے بعد ان دونوں کی آواز آنا بند ہو گئی تھی۔ وہ اس وقت کسی کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھیں کیونکہ اب کی بار لگنے والا دھچکا زیادہ شدید تھا۔ انہوں نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا کہ توفیق کے بچے بھی ہوں گے اور وہ بھی تین، ورنہ عام سی بات تھی کہ ان چاہی ہونے کے باوجود وہ توفیق کے دو بچوں کی ماں تھیں تو پھر وہ عورت تو من چاہی تھی۔ انہوں نے روتے ہوئے سر تکیے پر ٹکا دیا۔

☼ ☼ ☼

دھڑ دھڑ کی آواز پر انہوں نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھولیں اور تیزی سے اٹھنے کے چکر میں وہ کراہ کر رہ گئیں۔ ساری رات ایک ہی پوزیشن میں بیٹھے رہنے کی وجہ سے سارا جسم اکڑ کر رہ گیا تھا۔

"بھابھی....." ارم کی آواز پر وہ بمشکل اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھیں اور اس پر نظر ڈالے بغیر وہ دوبارہ بیڈ پر بیٹھ گئیں۔ ارم نے ان کے قریب بیٹھتے ہوئے بغور ان کی سوجی ہوئی آنکھیں دیکھیں۔

"بھابھی! کیوں خود کو اتنی اذیت دے رہی ہیں۔ جو ہوا اسے آپ ٹال تو نہیں سکتیں اور بھیا کی شادی کا سن کر جس طرح آپ نے حوصلے سے کام لیا، ہم تو آپ کے صبر کو داد دیتے ہیں، ورنہ کوئی جاہل عورت ہوتی تو....."

"نہیں ہے مجھ میں کوئی حوصلہ یا صبر۔" وہ جیسے پھٹ پڑی تھیں۔ "میرا بھی دل چاہا تھا کہ جاہل عورتوں کی طرح واویلا کروں۔ تمہارے بھائی کا گریبان تھام کر ان نو سالوں کی بے وفائی کا حساب مانگوں لیکن چپ ہو گئی اپنے بچوں کی خاطر۔ اور اب وہ اس عورت کے تین بچے لے آئے۔ تمہارا مطلب ہے میں وہاں کھڑے ہو کر ان کا استقبال کرتی۔ اس کارنامے پر تمہارے بھائی کو پھولوں کے ہار پہناتی۔ اگر میں کچھ دیر مزید وہاں کھڑی رہتی تو پتا نہیں کیا کر بیٹھتی۔" ان کے طیش بھرے انداز پر ارم خاموش رہی۔ جانتی تھی کہ وہ جو کہہ رہی ہیں، انہیں اس کا حق ہے۔

"آپ کی سب باتیں ٹھیک ہیں بھابھی! لیکن عقل مندی کا تقاضا یہی ہے کہ آپ حقیقت پسندی سے کام لیں۔ آپ کا ذرا سا جھکاؤ بھیا کو آپ کی طرف جھکنے پر مجبور

کر سکتا ہے۔ وہ عورت اب موجود نہیں اور نہ کبھی آپ کے درمیان آ سکتی ہے۔"

"اور اس کے بچے؟" وہ جو غور سے ارم کی باتیں سن رہی تھیں، بے ساختہ بولیں۔

"وہ بہت چھوٹے ہیں بھابھی! اور پھر بچے پیار کی زبان سمجھتے ہیں۔ آپ انہیں پیار کریں گی تو وہ آپ کو ہی اپنی ماں سمجھیں گے۔"

آمنہ استہزائیہ انداز میں مسکرائیں۔ "اپنے بھیا کی طرف داری کر رہی ہو؟"

"نہیں بھابھی! میں آپ کو ایک مخلصانہ مشورہ دے رہی ہوں۔" تب ہی توفیق صاحب اندر داخل ہوئے تو ارم آمنہ پر ایک نظر ڈال کر باہر نکل گئی۔

"آمنہ!" توفیق صاحب کے پکارنے پر انہوں نے منہ دوسری طرف موڑ لیا۔

"کچھ پوچھو گی نہیں؟"

"کیا پوچھوں، پوچھنے لائق کچھ بچا ہی نہیں اور پھر کس حق سے پوچھوں۔"

"تم بیوی ہو میری۔"

"اچھا۔" وہ استہزائیہ انداز میں مسکرائیں تو توفیق صاحب نے ہونٹ بھینچ لیے اور زبردستی ان کا رخ اپنی طرف موڑا۔

"میں تمہارا قصوروار ہوں لیکن ایک بات سے تمہیں اتفاق کرنا ہو گا کہ تمہارے یا بچوں کے معاملے میں، میں نے کبھی کوتاہی نہیں کی۔ تمہیں ہمیشہ دل سے اپنی بیوی کا درجہ دیا ہے یہ اور بات ہے کہ میں نے تمہیں شیزانہ یا بچوں کے بارے میں نہیں بتایا، صرف اس لیے کہ تمہیں تکلیف نہ ہو۔"

"میری تکلیف کی پروا ہے آپ کو؟"

"میں جانتا ہوں کہ تمہیں بہت برا لگا ہے لیکن اس وقت میں خود بہت بڑے غم سے گزر رہا ہوں۔ ابھی میرے زخم تازہ ہیں۔ اگر تم اپنی تسلی کا مرہم نہیں لگا سکتیں تو کم از کم اپنی بے رخی اور طنز کے تیر چلا کر انہیں مزید مت کریدو۔ وہ عورت جو مری ہے، میری محبت تھی۔"

اور وہ جو توفیق صاحب کے بھرائے ہوئے لہجے پر بے چین ہوئی تھیں، آخری جملے پر ان کے جذبات پھر سرد پڑ گئے۔

"تمہارے بڑے ظرف کا میں ہمیشہ سے قائل رہا ہوں اور بچوں کو بھی اسی مان کی وجہ سے یہاں لایا ہوں جو مجھے تم پر ہے۔" اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتیں، ہلکی سی دستک دے کر ارم اندر داخل ہوئی تھی۔

"لگتا ہے، میرے بھیا اور بھابھی میں صلح ہو گئی ہے۔"

ارم کے ہلکے پھلکے انداز پر توفیق صاحب مسکرائے جبکہ وہ اس کے ہاتھوں میں ہلکے نیلے کمبل میں لپٹے اس وجود کو دیکھ رہی تھیں۔

"دیکھیں بھابھی! کتنی پیاری ہے۔" ارم نے چھوٹا سا وجود ان کی طرف بڑھایا، جسے انہوں نے بے ساختہ انداز میں تھاما تھا۔ "اس کے نقوش آپ سے کتنے ملتے ہیں۔"

اس ننھے سے وجود کو پکڑتے ہی وہ ایک پل کے لیے سب کچھ فراموش کر گئی تھیں۔ وہ واقعی انہیں اپنی کاپی لگی تھی۔ ایک خوبصورت مسکراہٹ کے ساتھ انہوں نے شہادت کی انگلی سے اس کے گال کو چھوا۔ ارم اور توفیق نے بے ساختہ مسکراتی نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ ان کی غیر ارادی نظر توفیق صاحب کے مسکراتے چہرے پر پڑی تو یکدم ان کی مسکراہٹ سمٹ گئی۔ وہ بچی کو دوبارہ ارم کو تھما کر باہر نکل گئیں۔

☼ ☼ ☼

وہ فیڈر لے کر اندر آئیں تو وصی بمشکل چھوٹی کو اٹھائے ہوئے تھا۔ انہوں نے تیزی سے آگے بڑھ کر بچی کو اپنی گود میں لے لیا۔

"وصی بیٹا! کتنی بار منع کیا ہے گڑیا کو ایسے مت اٹھایا کرو۔ گر جائے گی۔" وصی کچھ نہیں بولا۔ وہ گڑیا کو دیکھ رہا تھا۔

"مما! گڑیا میری بہن ہے؟"

"ہاں بیٹا!" انہوں نے مسکرا کر فیڈر بچی کے منہ سے لگایا۔

"ڈیڈی کہتے ہیں ولی اور علیزہ بھی میرے بہن بھائی ہیں۔" آمنہ کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔

"ہوں۔" انہوں نے صرف ہنکارا بھرنے پر اکتفا کیا تھا۔

"پھر مما! وہ پہلے ہمارے ساتھ کیوں نہیں رہتے تھے۔ وہ ڈیڈی کو بابا کیوں کہتے ہیں اور ڈیڈی کہتے ہیں ہماری دوسری مما تھیں لیکن آپ زیادہ اچھی مما ہیں، اس لیے وہ ولی اور علیزہ کو یہاں لے آئے۔"

انہوں نے چونک کر وصی کا چہرہ دیکھا۔ وہ جانتی تھیں ان کا یہ بیٹا کتنا حساس ہے۔ کوئی سخت بات کہہ کر کوئی تلخ حقیقت سنا کر وہ اپنے بیٹے کے ننھے سے دماغ کو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھیں۔ اس سے پہلے کہ وہ اسے کچھ سمجھاتیں، توفیق صاحب کو اندر داخل ہوتا دیکھ کر وصی ان کی طرف بھاگ گیا۔

"وصی! جاؤ، سو جاؤ۔ صبح اسکول بھی جانا ہے۔" وصی انھیں گڈنائٹ کہہ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ فوراً" آمنہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

"تم نے بچی کا نام سوچا؟" آمنہ نے ایک جلتی ہوئی نظر ان پر ڈالی۔

"یہ حق آپ کو حاصل ہے۔"

"یہ تمہاری بھی بیٹی ہے آمنہ! میں جانتا ہوں تمہیں بیٹیاں کتنی پسند ہیں۔ یاد ہے وکی کی پیدائش پر تم نے مجھ سے کہا تھا کہ تمہیں بیٹی کا انتظار تھا۔"

"اور مجھے بھی یاد ہے، آپ نے کہا تھا آپ کو بیٹی کی ضرورت نہیں۔ یہ تو اب پتا چلا کہ آپ کے پاس تو پہلے سے بیٹی موجود تھی۔"

ان کے سلگتے انداز پر وہ چیخ اٹھے تھے۔

"تم پرانی باتیں چھوڑ کیوں نہیں دیتیں آمنہ! اب تو اس بات کو بھی چار ماہ گزر چکے ہیں۔"

"نو سال کی بے وفائی کا زخم چار ماہ میں نہیں بھرتا۔" ان کی آواز بھرا گئی تھی توفیق اٹھ کر ان کے قریب آئے۔ وہ فوراً" کھڑی ہو گئیں۔

"کہاں جا رہی ہو؟"

"وصی کے کمرے میں۔"

"آمنہ! اب بس کرو اور کتنی سزا دو گی مجھے۔"

"میں کون ہوتی ہوں سزا دینے والی۔"

"تو پھر اپنے کمرے میں کیوں نہیں سوتیں؟"

"کیا اب مجھے اتنا بھی حق نہیں کہ میں اپنی مرضی سے کسی کمرے میں سو سکوں۔ آپ چاہتے کیا ہیں مجھ سے؟" آج کتنے ماہ بعد سرد مہری ٹوٹی تھی تو وہ غصے سے پھٹ پڑی تھیں۔

"آپ نے کہا، آپ ماں کے ساتھ بچوں کو یہاں لائے ہیں۔ میں نے ایک لفظ کہے بغیر بچوں کو رکھ لیا۔ ان کی ہر ضرورت کا خیال رکھتی ہوں۔ کوشش کرتی ہوں انہیں کوئی تکلیف نہ ہو لیکن میں کوئی دعوا نہیں کرتی۔ انسان ہوں، جب کبھی آپ کا دھوکا یاد آتا ہے تو غصہ بھی آتا ہے اور پھر ہوں بھی سوتیلی، لیکن آپ کے برعکس مجھے اتنا احساس ہے کہ مجھے اللہ کے سامنے اپنے ہر عمل کے لیے جواب دہ ہونا ہے اور پھر بچوں کا اس میں کیا قصور۔ میری ان سے کوئی دشمنی نہیں، اس لیے آپ بے فکر رہیں اور بلاوجہ مجھے مخاطب کرنا چھوڑ دیں۔"

"آمنہ....." انہوں نے غصے سے ان کا بازو تھاما۔ "تم سمجھتی ہو کہ میں بچوں کی وجہ سے تمہیں بلاتا ہوں۔ میں جانتا ہوں تم ایک بے حد اچھی عورت ہو۔ مجھے بچوں کی فکر نہیں لیکن مجھے تمہاری اور تمہارے ساتھ کی ضرورت ہے۔"

"آپ....." وہ بہ دقت یہ لفظ بول پائی تھیں۔

"تم چاہو تو میں تم سے معافی مانگنے کو تیار ہوں۔" ان کی بھرائی ہوئی آواز پر وہ بے چین ہو گئیں۔ اس شخص نے بے شک ان سے محبت نہ کی ہو، پر ان نو سالوں میں انہوں نے صرف ان ہی سے محبت کی تھی۔ ان کے چہرے کے تاثرات شاید انہوں نے بھی پڑھے تھے۔ آہستہ سے انہیں بازو کے حلقے میں لے لیا اور ایک بار پھر بنت حوا ابن آدم کے جال میں پھنس گئی تھی۔

"اپنی بیٹی کا نام سوچا؟" وہ انہیں بازو کے حلقے میں لیے کمرے کی طرف بڑھنے لگے۔

"فریحہ..... فریحہ نام پسند ہے مجھے۔"

"پھر آج سے یہ ہماری فریحہ ہی ہے۔"

☼ ☼ ☼

جس وقت ان کی آنکھ کھلی دوپہر کا ایک بج رہا تھا۔ کل سے انہیں بخار تھا۔ آج صبح سے طبیعت تو سنبھلی ہوئی تھی لیکن نقاہت کی وجہ سے وہ اٹھنے کی ہمت نہیں کر پا رہی تھیں۔ بچے بھی اسکول سے آنے والے تھے اور آج کھانا بھی نہیں پکا تھا۔ انہوں نے بے بسی سے گھڑی کو دیکھا، تب ہی ہلکی سی دستک دے کر علیزہ اندر داخل ہوئی تھی۔

"آپ کے لیے کھانا لاؤں؟"

آمنہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

"آپ کی طبیعت خراب ہو رہی ہے۔" ان کی سرخ آنکھیں دیکھ کر وہ پریشانی سے بولی۔

"کھانا کہاں سے آیا؟"

"وہ....." وہ ہاتھ مسلنے لگی۔ "فریج میں کباب تھے، وہ فرائی کیے ہیں۔"

انہوں نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔

"آپ کے لیے کھانا لاؤں؟"

"نہیں، مجھے بھوک نہیں ہے۔"

"میں نے آپ کے لیے کھچڑی پکائی ہے۔" وہ جو آنکھیں موند چکی تھیں، پٹ سے کھول دیں۔

"تم نے پکائی؟"

"جی!" وہ جواب دے کر باہر نکل گئی۔

علیزہ کے کھچڑی پکانے یا کباب فرائی کرنے پر انہیں حیرت نہیں ہوئی تھی۔ جب وہ آئی تھی، تب چھ سال کی تھی۔ شروع کے تین چار سال تو اس نے ان کے کھنچے ہوئے رویے پر غور نہیں کیا۔ پر آہستہ آہستہ جب وہ سمجھنے کے لائق ہوئی تو ان کے قریب آنے کی کوشش کرنے لگی۔ چھوٹی سی عمر میں ان کے ساتھ چھوٹے چھوٹے کام کروانے لگی۔ انہوں نے اسے کبھی منع نہیں کیا۔ حیرت کی بات اس کا ان کے لیے پریشان ہونا تھا۔

"مما....." انہوں نے چونک کر دائیں طرف کھڑے وکی اور فریحہ کو دیکھا۔ "آپ کی طبیعت خراب ہے؟" وکی نے ان کے ماتھے پر ہاتھ رکھا جبکہ فریحہ ان کے قریب بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"آپی نے منع کیا تھا آپ کے روم میں آنے سے، میں پھر بھی آ گئی۔" علیزہ کی شکایت لگانے کے بعد اس نے اپنا کارنامہ بھی بتایا تو آمنہ مسکرا دیں۔ تب ہی علیزہ ٹرے لیے اندر داخل ہوئی۔ انہیں دیکھ کر وہ حیران ہوئی تھی، وہ دونوں ان کے دائیں بائیں بیٹھ گئے تھے۔ اس نے کھچڑی والی پلیٹ ان کے آگے رکھ دی۔

"بیٹھ جاؤ علیزہ!" اسے مسلسل کھڑا دیکھ کر آمنہ کو کہنا پڑا، وہ خاموشی سے بیڈ کے کنارے ٹک گئی۔

"تم لوگوں نے کھانا کھایا؟"

"آپی نے کھلا دیا۔" وکی کے جواب پر انہوں نے سرسری سی نظر اس پر ڈالی لیکن نظر اس کے بے تحاشا سرخ ہوتے ہاتھ پر جا ٹھہری۔

"تمہارے ہاتھ کو کیا ہوا؟" علیزہ نے اپنا ہاتھ تیزی سے چھپایا تھا۔

"آپی! وصی بھائی کے لیے انڈے فرائی کر رہی تھیں تو آئل گر گیا۔"

وکی کے بتانے پر انہوں نے بے ساختہ ٹرے کھسکا کر اس کا ہاتھ تھاما اور جلے ہوئے حصے کو ہونٹوں سے لگا لیا۔ اس نے صرف ایک پل کے لیے حیرانی سے انہیں دیکھا۔ اگلے ہی پل وہ ان کے سینے سے لگی زار و قطار رو رہی تھی۔ وہ جانتی تھیں یہ رونا اس تکلیف کے لیے نہیں جو ہاتھ پر ہو رہی تھی بلکہ اس درد کے لیے تھا جو وہ پچھلے آٹھ سال سے برداشت کر رہی تھی۔ انہوں نے ہمیشہ محسوس کیا تھا کہ وہ ان کی محبت کی چاہ کرتی ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ وہ ان کے لیے سوتیلی ماں نہیں بنی تھیں، پر ایک سگی ماں والی محبت بھی نہیں دے سکی تھیں۔ پر آج وہ اس کے لیے اپنے دل میں بے تحاشا محبت محسوس کر رہی تھیں۔

☼ ☼ ☼

"اکیلی آئی ہو؟" ارم کو اکیلے دیکھ کر آمنہ حیران ہوئی تھیں۔

"جی، عروبہ ٹیوشن پر تھی تو میں نے سوچا آپ سے مل آؤں۔ ویسے بھی مجھے آپ سے پوچھنا تھا، آپ تو بھیا کے ساتھ ہالینڈ جانے والی تھیں پھر گئی کیوں نہیں۔" ان کے سامنے پچھلے روز کا منظر گھومنے لگا تو لہجہ خود بخود تلخ ہو گیا۔

"تمہارے بھتیجے کی وجہ سے۔"

ارم نے حیرت سے ان کے ماتھے کے بل دیکھے۔

"پتا نہیں ارم! ولی کے ساتھ کیا مسئلہ ہے۔ پہلے تو میں سمجھتی رہی میرا وہم ہے لیکن اس کا مسلسل ایک جیسا رویہ میرا وہم نہیں ہو سکتا۔ جب بھی تمہارے بھیا میرے ساتھ کہیں باہر جاتے ہیں یا میرے لیے شاپنگ کر کے کچھ لاتے ہیں۔ اسے پتا نہیں کیا ہو جاتا ہے۔ خود کو کمرے میں بند کر لے گا، کھانا نہیں کھائے گا۔ اگر میں کسی بات سے منع کروں تو اسی بات کی ضد کرے گا۔"

"کب سے ایسا کر رہا ہے؟" ارم نے پریشانی سے ان کی شکل دیکھی۔

"کافی عرصے سے ایسا ہی ہے۔ خاص طور پر جب وہ ننھیال سے واپس آتا ہے۔ اگر میں کسی بات سے منع کروں یا ڈانٹوں تو الزام لگے گا کہ میں سوتیلی ہوں اور

شروع شروع میں جب میں نے اسے کسی غلطی پر ڈانٹنا چاہا تو سب سے پہلے اعتراض کرنے والے خود تمہارے بھیا تھے اور جب میں اسے کسی بات سے روکتی نہیں تو بھی تمہارے بھیا کو اعتراض ہے کہ میں وصی اور ولی میں فرق کرتی ہوں۔ اب تم بتاؤ میں کیا کروں؟"

ارم پریشانی سے ہونٹ کاٹنے لگی۔

"ولی کیوں ایسا کر رہا ہے' کیا بھیا کو اس کا رویہ محسوس نہیں ہوتا؟"

"ہوتا ہے' پر وہ اسے کبھی کچھ نہیں کہتے۔ بات جب تک میری ذات تک تھی' ٹھیک تھا لیکن اب وہ میرے ساتھ ساتھ وصی کو بھی برداشت نہیں کرتا۔ ہر وہ چیز جو وصی کی ہوتی ہے' اسے چاہیے ہوتی ہے۔ تم جانتی ہو' دونوں تقریباً" ہم عمر ہیں دونوں کی لڑائیوں سے میں سخت پریشان ہوں۔ اگلے سال کالج میں آجائیں گے۔ اگر اسی طرح مقابلے بازی چلتی رہی تو مجھے ڈر ہے کہ نوبت ہاتھا پائی تک نہ پہنچ جائے۔"

"اللہ نہ کرے بھابھی! دونوں بھائی ہیں۔ ایسا کیوں کریں گے۔ ابھی بچپنا ہے' اس لیے لڑتے ہیں۔ دوسرے آپ بھیا کو جانتی ہیں' ان کا پورا ہولڈ ہے۔ بچے بھی ان سے ڈرتے ہیں۔ آپ پریشان نہ ہوں' سب ٹھیک ہو جائے گا۔" ارم کی تسلی پر ان کے چہرے پر آنے والی مسکراہٹ اتنی تسلی بخش نہیں تھی۔

"ارم! ایک بات پوچھوں تم سے؟" وہ سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔

"ابا جی! توفیق کی شادی کے لیے کیوں نہیں مانے تھے جبکہ ان کی پہلی بہو بھی اسی گھر سے آئی تھی۔"

"یہ اتنے سال بعد آپ کو اس بات کا خیال کیوں آیا؟"

آمنہ نے کوئی جواب نہیں دیا' بس منتظر نظروں سے انہیں دیکھتی رہیں۔

"خالد بھائی کی عادتیں شروع سے ہم سے مختلف تھیں' وہ بری صحبت کا شکار تھے۔ یہ ہمیں کافی بعد میں پتا چلا تھا۔ ثمرہ بھابھی کو پتا نہیں وہ کہاں ملے تھے لیکن ان کا تعلق "اس جگہ" سے تھا۔ جب ابا جی کو پتا چلا تو انہوں نے زمین آسمان ایک کر دیے۔ خالد بھائی کو گھر سے نکال دیا لیکن انہوں نے پھر بھی ثمرہ سے شادی کی تو ابا جی نے انہیں جائیداد سے عاق کر دیا۔ ہم میں سے کوئی خالد بھائی سے نہیں ملتا تھا لیکن توفیق بھیا ان سے ملنے جاتے تھے۔ شیزانہ' ثمرہ کی بہن تھی۔ جب بھیا نے شیزانہ سے شادی کی خواہش ظاہر کی تو ابا جی نے انہیں بھی عاق کرنے کی دھمکی دی۔ بھیا جانتے تھے وہ ایسا کر بھی سکتے ہیں' اس لیے خاموش ہو گئے لیکن انہوں نے شادی کر لی تھی۔ یہ مجھے بھی تب پتا چلا جب آپ کو پتا چلا۔"

"اس کا مطلب ہے توفیق کا ساتھ خالد بھائی اور ان کی بیوی نے دیا۔"

"لگتا تو یہی ہے۔" آمنہ کے سوال پر ارم کندھے اچکا کر بولی تو آمنہ کا چہرہ تن سا گیا تھا۔

☆ ☆ ☆

ان کے بچوں کی ہنسی نے کمرے کی فضا کو بہت خوشگوار بنا رکھا تھا۔ مسکراتی ہوئی آنکھوں سے انہوں نے اپنے سامنے بیٹھے اپنے بچوں کو دیکھا۔ سب کے چہرے پر مسکراہٹ تھی' سب سے ہوتی ہوئی ان کی نظر ولی پر ٹھہر گئی۔ آج کتنے عرصے کے بعد وہ نہ صرف ان کے ساتھ بیٹھا تھا بلکہ ان کی باتوں پر مسکرا بھی رہا تھا۔

"ولی بھائی! آپ نے پرامس کیا تھا۔ اگر آپ کا اے پلس گریڈ آیا تو جو میں کہوں گا آپ مجھے دلائیں گے۔" وکی کی یاددہانی پر وہ سر ہلا کر فریحہ کی طرف مڑا۔

"فری کو کیا چاہیے؟"

"میں آپ سے پزا لوں گی۔" ولی کو اپنی فرمائش بتا کر وہ وصی کی طرف مڑی۔ "وصی بھائی! میں آپ سے آئس کریم لوں گی اور اس دن ہم نے اسٹور پر جو ڈول دیکھی تھی وہ بھی میں آپ سے لوں گی۔"

"اور میں تم سے سوٹ لوں گی۔" علیزہ نے شرارت سے وصی کا چہرہ دیکھا۔

"پاس ہونے کی اتنی بڑی سزا۔" وصی نے مصنوعی دکھ کا اظہار کیا تو آمنہ کے ساتھ توفیق صاحب بھی مسکرا دیے۔ اچانک ان کی نظر ولی پر پڑی تو وہ چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ اگرچہ اس کا سر جھکا ہوا تھا لیکن وہ جان گئے تھے اس کا موڈ آف ہو چکا ہے لیکن کیوں' انہوں نے پرسوچ نظروں سے وصی کو دیکھا اور پھر جیسے سب کچھ سمجھ گئے۔ علیزہ اور وکی اسے گھیرے ہوئے تھے جبکہ فریحہ اس کی گود میں بیٹھی تھی۔

"ولی! تمہارا کیا خیال ہے' ڈنر کے لیے کہاں چلیں؟" آمنہ کے پوچھنے پر توفیق صاحب نے بے ساختہ اسے دیکھا جو ویسے ہی سر جھکائے بیٹھا تھا۔

"بیٹا! مما کچھ پوچھ رہی ہیں۔" اس کی مسلسل خاموشی پر انہیں ٹوکنا پڑا۔

"میں انہیں جواب دینا ضروری نہیں سمجھتا۔" وہ آمنہ کے معاملے میں ایسا ہی بدتمیز تھا' لیکن اس کے باوجود وہ سٹپٹا کر رہ گئے۔ باقی سب بھی خاموش ہو گئے۔

"بابا! مجھے گاڑی لینی ہے۔"

"لیکن تم نے تو منع کر دیا تھا۔"

"تو کیا میں اب نہیں لے سکتا یا اب آپ مجھے لے کر دینا نہیں چاہتے؟" اس کا لہجہ بے حد گستاخانہ تھا۔

"بی ہیو یور سیلف ولی!" ان کا لہجہ بھی سخت ہو گیا مگر پھر گہرا سانس لے کر انہوں نے خود کو ریلیکس کیا۔ "ٹھیک ہے' کل تم آفس آجانا' وہاں سے شوروم چلیں گے۔"

"اس کی ضرورت نہیں۔" توفیق صاحب نے الجھی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا جو وصی پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔

"مجھے وہ گاڑی پسند ہے جو آپ نے وصی کو لے کر دی ہے۔"

ٹی وی کی طرف دیکھتے ہوئے وصی نے جھٹکے سے نظریں اس کی طرف گھمائی تھیں۔ اس کے ماتھے پر بل پڑ چکے تھے۔

"اگر تمہیں کار کا ماڈل یا رنگ پسند ہے تو تم اسی طرح کی لے لینا۔" وصی کو آپ کوئی اور لے دیں۔ مجھے وہی چاہیے۔"

"امپاسبل۔" وصی نے دانت پیس کر جواب دیا۔

"دیکھتے ہیں۔" ولی کا انداز چیلنج کرتا ہوا تھا۔

"اپنی حد میں رہو۔" وصی غصیلے انداز میں کھڑا ہوا تھا۔

"ورنہ کیا کر لو گے؟" ولی بھی اٹھ کھڑا ہوا تو آمنہ نے پریشانی سے ان دونوں کو دیکھا۔ توفیق صاحب غصے سے کھڑے ہوئے۔

"بند کرو تم لوگ اپنی بکواس۔ جب بھی اکٹھے بیٹھتے ہو' کتوں کی طرح لڑنا شروع کر دیتے ہو۔"

ان کے غصیلے لہجے پر وہ دونوں خاموش ہو گئے لیکن ان کے چہرے کے بگڑے ہوئے زاویے ان کے خراب موڈ کا پتا دے رہے تھے۔ وصی ایک دم کمرے سے باہر نکل گیا تھا

جبکہ ولی اب پر سکون ہو گیا تھا۔

"ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے جب بھی وہ خوش ہوتا ہے۔ یہ ضرور اسے تکلیف دیتا ہے۔" وہ ماں تھیں' اپنے بیٹے کی تکلیف پر انہیں تکلیف ہوتی تھی۔

"کیوں ولی! کیوں ایسا کرتے ہو جبکہ میں تمہیں کہہ رہا ہوں تم دوسری کار لے لو۔"

"لیکن مجھے وہی چاہیے۔" اس کی ہٹ دھرمی پر پہلی بار توفیق صاحب کو بہت غصہ آیا تھا۔

"وہ کار وصی کی ہے اور وصی کے پاس ہی رہے گی۔ اگر تمہیں کوئی اور کار نہیں لینی تو تمہاری مرضی۔" ان کے سخت لہجے پر وہ کچھ دیر خاموشی سے انہیں دیکھتا رہا اور بغیر کچھ کہے کمرے سے نکل گیا۔ باقی سب خاموشی سے ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ گئے تھے۔

☆ ☆ ☆

کرسی پر بیٹھنے سے پہلے انہوں نے طائرانہ نظر سب پر ڈالی۔ ولی کے سوا سب موجود تھے۔

"ولی کہاں ہے؟" انہوں نے آمنہ سے پوچھا تھا' مگر وہ خاموشی سے پلیٹ پر جھکی رہیں۔

"وہ دوپہر سے اپنے کمرے میں ہے۔ اتنی بار دروازہ ناک کیا لیکن وہ باہر نہیں آیا۔"

علیزہ کے جواب پر انہوں نے پریشانی سے گھڑی کو دیکھا۔ سات گھنٹے گزر چکے تھے۔

"تم لوگوں نے اسے بلایا نہیں۔ جاؤ وکی! بھائی کو بلا لاؤ۔"

"آپ جانتے ہیں' وہ کسی کے بلانے سے نہیں آئے گا بلکہ دوبار علیزہ کو ڈانٹ چکا ہے۔" آمنہ کے لہجے میں دبا دبا غصہ محسوس کر کے وہ خود ہی بے چین ہو کر اٹھے۔ دوبار دستک دینے کے بعد وہ خود ہی ہینڈل گھما کر اندر آ گئے۔ وہ اوندھے منہ بستر پر لیٹا تھا۔

"ولی! کھانے پر سب تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔" ان کے پکارنے پر بھی جب وہ یونہی بستر پر پڑا رہا تو وہ اس کے قریب آ گئے۔

"بیٹا! ایسے غصہ نہیں کرتے اور پھر کھانے سے کیا ناراضی۔" انہوں نے اس کا سر سہلاتے ہوئے اس کا رخ اپنی طرف موڑا لیکن ان کے کئی دفعہ پکارنے پر بھی وہ یونہی بے سدھ پڑا رہا تو انہوں نے ٹھٹک کر اس کے اطراف میں نظر دوڑائی۔ تکیے کے پاس نیند کی گولیاں بکھری تھیں۔ انہوں نے گھبرا کر ولی کا چہرہ دیکھا۔

"وصی! جلدی آؤ۔" ان کی چیخ پر سارے گھر والے چونک اٹھے اور بھاگتے ہوئے کمرے کی طرف آئے۔

"وصی! اٹھاؤ اسے' ہسپتال لے کر جانا ہے۔" سب کے ساتھ وصی بھی حیرت سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"پاگلوں کی طرح میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو۔ نیند کی گولیاں کھائی ہیں اس نے۔"

ان کی طیش بھری آواز پر وہ جیسے ہوش میں آیا۔ ان کے جانے کے بعد علیزہ بے اختیار آمنہ کے گلے لگ کر رونے لگی جبکہ وہ خود اب تک اس کے اتنے شدید ردِ عمل پر حیران تھیں۔

☆ ☆ ☆

دوائیاں علیزہ کو پکڑا کر وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ کل رات سے مسلسل جاگنے سے اب سر اور آنکھیں بھاری ہو رہی تھیں۔ جوتے اتار کر ابھی وہ لیٹا ہی تھا کہ توفیق صاحب کی آواز سن کر اٹھ بیٹھا۔

"سونے لگے تھے؟"

"جی' پر آپ بتائیں کوئی کام ہے؟"

"کوئی کام نہیں' بس تم سے ضروری بات کرنی ہے۔" وہ خاموشی سے ان کا چہرہ دیکھنے لگا۔

"اب تم بڑے ہو گئے ہو۔ میرا نہیں خیال کہ تمہیں کسی پچھلی بات کا حوالہ دے کر کچھ واضح کیا جائے میرے بیٹے تم بھی ہو اور ولی بھی لیکن ولی جذباتی بھی ہے اور ضدی بھی۔ اور آج کی اس حرکت سے تمہیں بھی اس کی نیچر کا اندازہ ہو گیا ہو گا۔ میں نہیں چاہتا کہ تم دونوں میں سے کسی کو کچھ ہو۔ ولی کا سب سے بڑا پرابلم یہ ہے کہ وہ ابھی تک وہ سب قبول نہیں کر پا رہا۔ حالانکہ علیزہ اور فریحہ بھی ہیں' خیر۔" اسے مسلسل خاموش دیکھ کر انہوں نے گہرا سانس لیا۔

"یہ سب کہنے کا مقصد صرف اتنا ہے۔ تم سمجھدار بیٹے ہو' ولی سے میں اس سلسلے میں کئی بار بات کر چکا ہوں لیکن مجھے نہیں لگتا کہ وہ سمجھے گا' اس لیے آج تم سے بات کر رہا ہوں۔ ولی اور تم بھائی ہو لیکن ولی اب تک سگے سوتیلے کے چکر میں پڑا ہے۔ میں چاہتا ہوں تم اسے بھائی سمجھ کر اس کی ضد کو نظرانداز کر دیا کرو۔ ولی تو نہیں سمجھتا لیکن مجھے تم پر ا یقین ہے کہ تم میری خاطر' اپنے بہن بھائی کی خاطر ولی کی باتوں کو' ضد کو نظرانداز کر دو گے۔"

اپنے کندھے پر ان کے ہاتھ کا دباؤ محسوس کر کے اس نے جھکا ہوا سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"میں کوشش کروں گا ڈیڈی!"

"تم سے مجھے یہی امید تھی بیٹا!" اس کا گال تھپکنے کے بعد انہوں نے اسے ساتھ لگا لیا۔

☆ ☆ ☆

"گھر میں سب کیسے ہیں؟"

"اللہ کا فضل ہے۔" ارم کے پوچھنے پر وہ کھل کر مسکرائے۔ "علیزہ کو کیوں نہیں لائے۔ عروبہ اسی کا انتظار کر رہی تھی۔"

"آج وکی کے فرینڈز ڈنر پر آ رہے ہیں' اس لیے ماں کی مدد کے لیے رک گئی۔ کل اسے لے آؤں گا۔"

"علیزہ' بھابھی سے بہت پیار کرتی ہے۔" ارم کی بات پر توفیق صاحب آسودگی سے مسکرائے۔

"اس کا سارا کریڈٹ آمنہ کو جاتا ہے۔ اس بات کا تو میں پہلے دن سے اقرار کرتا ہوں کہ وہ دل کی بہت اچھی ہے' بہت بڑا ظرف ہے اس کا۔ بچوں کا بھی آپس میں کافی پیار ہے۔ بس کبھی کبھی ولی کی طرف سے پریشان ہو جاتا ہوں۔ جو چاہتا ہے' جس چیز کی خواہش کرتا ہے' اسی وقت پوری کر دیتا ہوں۔ حتیٰ کہ آمنہ بھی دوسرے بچوں کی نسبت اس کا زیادہ خیال رکھتی ہے۔ کبھی کبھی تو وہ ضد میں اپنا ہی نقصان کر لیتا ہے۔ ایف ایس سی میں اتنے اچھے مارکس لیے تھے اس نے۔ میں نے کہا میڈیکل میں ایڈمیشن لے لو لیکن میری ضد میں اس نے آرمی جوائن کر لی اور جب میں اس کے لیے مطمئن ہونے لگا تو اسے چھوڑ کر بی کام میں ایڈمیشن لے لیا۔" ان کے چہرے پر پریشانی بکھری تھی۔ "اب ایم بی اے بھی وہ وصی کی ضد میں کر رہا ہے۔"

"چلیں بھیا! جو بھی ہے' کم از کم تعلیم تو اس کی اچھی جا رہی ہے۔ اب دونوں لڑتے تو نہیں۔"

"نہیں' یہ اللہ کا بڑا شکر ہے۔ ولی تو خیر ویسا ہی ہے' البتہ وصی اس معاملے میں اپنی ماں جیسا ہے۔" ان کے مسکرانے پر ارم بھی مسکرا دی۔

"پر بھیا! میں نے دیکھا ہے بعض دفعہ ولی' وصی کے ساتھ زیادتی کر جاتا ہے۔ اب اگر وصی چپ ہے تو آپ کو ولی کو سمجھانا چاہیے۔ ولی کی طرح وصی بھی آپ کا بیٹا ہے۔"

"میں جانتا ہوں ارم! میں نے ولی کو سمجھانے کی کوشش کی تھی' پر وہ خود کو ہی اذیت دینا شروع کر دیتا تھا اور اسے تکلیف میں' میں نہیں دیکھ سکتا۔ وہ جیسا بھی ہے مجھے ساری دنیا سے زیادہ عزیز ہے۔ تم کبھی غور کرنا وہ بالکل شیزانہ کی کاپی ہے۔ جس طرح اس کے سامنے مجھے کچھ یاد نہیں رہتا تھا' اسی طرح ولی کی خوشی کے آگے کوئی چیز مجھے نظر نہیں آتی۔" ان کے کھوئے ہوئے لہجے پر ارم نے بے ساختہ گہرا سانس لیا۔

☆ ☆ ☆

اسے اکیلے آتا دیکھ کر جس طرح عروبہ کا جگمگاتا چہرہ تاریک ہوا تھا' اس نے علیزہ کے چہرے پر مسکراہٹ بکھیر دی۔

"اتنی سڑی ہوئی شکل بنانے کی ضرورت نہیں' تمہارے اینگری ہیرو کو لے کر آئی ہوں۔" علیزہ کے کہتے ہی وہ کھلکھلاتی ہوئی اس کے گلے لگ گئی۔

"بڑی غلط جگہ پر سر پھوڑ رہی ہو۔"

ہمیشہ کی طرح وہ نصیحت کرنے سے باز نہیں آئی اور ہمیشہ کی طرح وہ لاپروائی سے بولی تھی۔

"چھوڑو بھی یار! محبت بھی کبھی سوچ سمجھ کر کی جاتی ہے۔ بے شک تمہارا اکڑو بھائی ابھی مجھے گھاس نہیں ڈال رہا لیکن مجھ سے بچ کر بھی کہیں نہیں جا سکتا۔"

"وہ کیسے بھلا؟" علیزہ نے ابرو اچکاتے ہوئے اسے دیکھا۔

"پہلے تو ایسے کہ مجھے اپنی خاموش محبت پر کافی یقین ہے۔ دوسرا ماموں' ممانی' وکی' وصی' فریحہ اور خاص طور پر تم میرے ساتھ ہو۔"

"بس بس۔" علیزہ نے ہنستے ہوئے اسے روک دیا۔

"وصی آیا ہے؟"

"وہ کیوں نہ آتا' میرے بچپن کا دوست ہے۔ گفٹ سمیت آیا ہے' تمہارے کنجوس بھائی کی طرح خالی ہاتھ نہیں آیا۔"

"میرا بھائی آ گیا۔ یہی تمہارے لیے سب سے بڑا گفٹ ہونا چاہیے۔"

"ہاں یہ تو ہے۔" وہ فوراً مان گئی تھی۔ "پر وہ ہے کہاں؟"

"میرا خیال ہے پھوپھو کے پاس بیٹھا ہے۔"

"اچھا! اسے ڈرائنگ روم میں لے آؤ۔ میری فرینڈز کو بھی اس سے ملنا ہے' پر اسے نہ بتانا۔"

"دماغ خراب ہے تمہارا۔"

"پلیز میری خاطر۔" وہ علیزہ کا گال تھپتھپا کر فوراً ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گئی۔

علیزہ لاؤنج میں آ گئی۔ "تم اکیلے بیٹھے ہو' پھوپھو کہاں ہیں؟"

"فون آیا تھا ان کا۔ بہرحال میں چلتا ہوں' تم وصی یا وکی کے ساتھ آجانا۔" وہ سینٹرل ٹیبل سے چابیاں اٹھا کر کھڑا ہو گیا۔

"اب یہاں آئے ہو تو عروبہ کو وش تو کرتے جاؤ۔" وہ علیزہ کو دیکھنے لگا۔

"چلو۔" پھر کچھ سوچ کر وہ ڈرائنگ روم کی طرف بڑھنے لگا۔

"آپ ولی ہیں؟" وہ فریحہ سے بات کر رہا تھا' جب ایک نسوانی آواز پر حیران ہو کر سیدھا ہوا۔

"ہائے' میں شرمین ہوں' عروبہ کی فرینڈ۔" اس کے مسکرانے پر ولی نے اس کے پیچھے مسکراتی ہوئی عروبہ کو دیکھا۔

"آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔"

"ویسے' آپ کے چہرے سے لگتا تو نہیں۔" اس کے قہقہے پر ولی نے بیزاری سے اسے دیکھا۔

"آپ سے چھوٹی سی فیور چاہیے۔ پلیز ذرا یہ فارم تو فل کر دیں۔"

"یہ کس سلسلے میں ہے؟"

"کوئی خاص سلسلہ نہیں۔ بس میں ہر ہینڈسم شخص سے یہ فارم فل کرواتی ہوں۔" اس کی بات مکمل ہوتے ہی عروبہ اسے کھینچتے ہوئے دوسری طرف لے گئی۔

"کہاں جا رہے ہو اسے فل تو کر دو۔"

"علیزہ! مجھے یہ چھچھوری حرکتیں بالکل پسند نہیں۔"

"پلیز ولی! اتنا روڈلی بیہو کرنے کی ضرورت نہیں۔ سب نے یہ فارم فل کیے ہیں۔"

وہ علیزہ پر ایک نظر ڈال کر فارم فل کرنے لگا۔

"ارے آپ کا برتھ ایئر تو بالکل سیم ہے۔" فارم پڑھ کر شرمین نے بہت حیرت سے ولی اور وصی کو دیکھا تھا۔ "آپ دونوں ٹوئنز ہیں؟" اس کی حیرت کو وہ سب انجوائے کر رہے تھے۔

"یہی سمجھ لو۔" وصی نے مسکرا کر اس کا حیران چہرہ دیکھا۔

"پر ولی چار ماہ بڑا ہے آپ سے۔" وہ الجھ کر بولی تو اس کے ساتھ باقی بھی قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔ ولی نے گہری نظر وصی کے مسکراتے چہرے پر ڈالی۔

"اس میں حیرانی والی کیا بات ہے۔ یہ میرا سگا نہیں' سوتیلا بھائی ہے۔"

وہ ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولا تو وہ سب جو مسکرا رہے تھے' ان کی مسکراہٹیں یکدم غائب ہو گئیں جبکہ اس کے سخت لہجے پر شرمین بھی کنفیوز ہو کر عروبہ کو دیکھنے لگی جو شرمندگی سے نظریں چرا رہی تھی۔ وہ اللہ حافظ کے بغیر باہر نکل گیا۔

"چلو یار! اب کیک کاٹو۔" اس ٹینشن سے بھرپور خاموشی کو وصی نے ہی توڑا تھا۔

☼ ☼ ☼

"پرسوں میں پنڈی جا رہا ہوں خالہ اور ماموں سے ملنے۔ چلو گی؟"

"نہیں' میرا کوئی موڈ نہیں۔" ولی کے سوال پر وہ برا سا منہ بناتے ہوئے بولی۔

"وہ لوگ ہر بار تمہارا اتنا پوچھتے ہیں' تم جاتی کیوں نہیں؟"

"کیونکہ ایک دو دفعہ جا کر ہی میرا دل بھر چکا ہے۔ ان لوگوں کو سوائے مما کی برائی کے اور کچھ نہیں آتا۔"

"وہ ہمارے اپنے ہیں جبکہ جنہیں تم مما کہتی ہو' وہ ہماری مما نہیں' سوتیلی ہیں۔" ولی کے تلخ انداز پر وہ جو استری شدہ کپڑے الماری میں رکھ رہی تھی' پلٹ کر اسے دیکھنے لگی۔

"سوتیلی وہ تمہیں لگتی ہوں گی' مجھے نہیں۔ جس ماموں کو تم اپنا کہہ رہے ہو' صرف ہماری ممی کے کزن تھے جبکہ خالہ جو ہماری تائی بھی لگتی ہیں۔ میں نے تو ان میں بھی اپنوں والی کوئی بات نہیں دیکھی۔ صرف مما کی برائی ہی کرتی رہتی ہیں۔"

"ہاں تو برائی والی بات ہو گی' اسی لیے تو کرتی ہوں گی۔" علیزہ غصے سے کھڑی ہو گئی۔ "تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے' جو کوئی جو کچھ کہتا ہے' وہی تم مان لیتے ہو۔ اتنا تو ہم ممی کے ساتھ نہیں رہے جتنا عرصہ مما کے ساتھ رہے۔ میں نے کبھی ان کے منہ سے ممی کا ذکر نہیں سنا' جانا نہ برا۔ اگر مما سوتیلی ماں کا کردار ادا کرتیں تو آج میں اور تم اس طرح اتنے اعتماد سے معاشرے میں سروائیو نہ کر رہے ہوتے۔" اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

"وہ اپنا سوتیلا پن اس لیے نہیں دکھا سکیں کیونکہ وہ پاپا سے ڈرتی تھیں۔ اگر وہ ہمیں کچھ کہتیں تو پاپا انہیں گھر سے نکال دیتے۔"

"اگر انہیں پاپا کا ڈر ہوتا تو وہ پاپا کے جانے کے بعد ہمیں سوتیلے ہونے کا طعنہ دے سکتی تھیں۔ فریحہ تم سے چھوٹی ہے مگر سمجھ دار ہے۔ میں جانتی ہوں تمہیں کون بھڑکاتا ہے۔ ہر وقت اس طرح کی باتیں سوچ سوچ کر تم اپنے ساتھ ساتھ ہمارا سکون بھی برباد کر دیتے ہو۔ وصی اور وکی سے بھی لوگ کہتے ہوں گے کہ ہم ان کے سوتیلے ہیں۔ وصی سے تم کتنا روڈلی بیہو کرتے ہو۔ کبھی اس نے پلٹ کر تمہیں جواب نہیں دیا۔"

"تمہارا سگا بھائی میں ہوں یا وہ؟" ولی کو بھی اب غصہ آ گیا تھا۔

"یہ سگا سوتیلا تمہیں پتا ہو گا' مجھے صرف اتنا پتا ہے جتنے تم میرے اپنے ہو' اتنا وہ بھی میرا اپنا ہے۔"

"تو پھر دفع ہو جاؤ' اپنے اس سگے کے پاس۔" وہ ایک دم بھڑک کر بولا۔

"مجھے بھی تمہارے منہ لگنے کا کوئی شوق نہیں۔" وہ بھی ہاتھ میں پکڑی اس کی شرٹ زمین پر پٹخ کر باہر نکل گئی۔

☼ ☼ ☼

کھانے کے بعد سب لوگ لاؤنج میں بیٹھ گئے تھے۔ ولی نے سرسری نظر توفیق صاحب کے قریب بیٹھے ہوئے وصی پر ڈالی اور کپ ہونٹوں سے لگاتے ہوئے اس نے نظریں ٹی وی پر جما دیں۔

"آپ پوچھیں اس سے کہاں آوارہ گردی کرتا ہے۔"

"کیوں بھئی برخوردار! اب تمہاری ہر وقت یہی شکایت ملتی ہے۔ تم گھر پر کم نکلتے ہو' بہت ہو گئی موج مستی۔ اب پریکٹیکل لائف میں آجاؤ۔"

آمنہ کی شکایت پر انہوں نے غصہ کرنے کی کوشش کی لیکن ان کی مسکراہٹ دیکھ کر وصی کے ساتھ ساتھ وکی اور علیزہ بھی ہنس پڑے۔

"میں بھی بور ہو رہا ہوں ڈیڈی! سوچ رہا ہوں فیکٹری آنا شروع کر دوں۔" آمنہ نے بے اختیار سکون کا سانس لیا۔

"لو اس سے اچھی بات اور کیا ہو گی۔ لیدر والی فیکٹری کا چارج تم سنبھال لو۔"

وہ پھر ولی کی طرف متوجہ ہوئے۔ "ولی! تم جو کل ڈیل کرنے والے ہو' اس کی تیاری کر لی؟"

"اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔"

"کیوں؟" وہ حیران ہوئے۔

"یہ کام بھی آپ اپنے اس بیٹے کو دے دیں۔" آمنہ نے سختی سے اپنے ہونٹ بھینچ لیے۔

"لیکن ولی! یہ کام تمہارا ہے۔"

"سوری پاپا!" وہ ایک دم کھڑا ہو گیا۔ "اگر اس نے فیکٹری آنا شروع کیا تو چاہے وہ میری فیکٹری ہو یا لیدر والی فیکٹری' میں کسی فیکٹری میں قدم نہیں رکھوں گا۔"

وہ دوٹوک انداز میں اپنا فیصلہ سنا کر باہر نکل گیا جبکہ وصی کے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔ اس کی بالکل غیر ارادی نظر آمنہ کے سرخ چہرے پر پڑی تو وہ چونک کر وکی اور علیزہ کے اترے ہوئے چہرے دیکھنے لگا۔ پھر سر جھٹکتے ہوئے بولا۔

"اٹس اوکے ڈیڈی! میں نے مما اور آپ کی خاطر بزنس جوائن کرنے کا سوچا تھا کیونکہ مما چاہتی تھیں میں برسرروزگار ہو جاؤں تاکہ وہ "لڑکی ڈھونڈ" مہم شروع کر سکیں اور آپ کی خاطر اس لیے کہ آپ کا بوڈن کم ہو جائے' ورنہ میں تو نائن ٹو فائیو جاب میں انٹرسٹڈ تھا۔" توفیق صاحب اس کے مسکراتے چہرے کو بہت غور سے دیکھ رہے تھے۔

"لیکن وصی....."

"ڈونٹ وری ڈیڈی! اٹس اوکے۔" اس نے پیار سے ان کے کندھے پر دباؤ ڈالا اور ایک مسکراہٹ سب کی طرف اچھالتے ہوئے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

کچھ دیر بعد آمنہ کو اپنے کمرے میں داخل ہوتا دیکھ کر اس نے الوداعی کلمات کہہ کر فون بند کر دیا۔

"تم نے فیکٹری جانے سے منع کیوں کیا؟" آمنہ بے حد سنجیدہ تھیں۔

”مما! میں نے بتایا ناکہ فیملی بزنس میں میرا کوئی انٹرسٹ نہیں۔“

”جھوٹ مت بولو وصی!“ انہوں نے غصے سے اس کی بات کاٹی۔ ”تم نے خود کہا تھا کہ تم فیکٹری جوائن کرنا چاہتے ہو۔“

”مما....“ انہوں نے ہاتھ اٹھا کر اسے مزید بولنے سے روک دیا۔

”تمہارا انٹرسٹ ہے یا نہیں‘ مجھے نہیں پتا۔ بس میں چاہتی ہوں تم فیملی بزنس میں انوالو ہو۔ یہ فیکٹریاں تمہارے باپ کی ہیں‘ صرف ولی ہی ان کا بیٹا نہیں۔ تم اور وکی بھی ہر چیز میں برابر کے حق دار ہو۔“

ان کے لہجے میں غصہ محسوس کر کے ولی نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا جسے انہوں نے غصے سے جھٹک دیا اور جب دوبارہ بولیں تو ان کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔

”یہ اب سے نہیں پچھلے کئی سالوں سے ایسا ہو رہا ہے۔ ولی زیادتی پر زیادتی کرتا جاتا ہے۔ تمہارے حصے کی ہر چیز چھین لیتا ہے پھر بھی تم نہیں بولتے۔ میں تمہیں اپنی خواہش دباتے دیکھتی ہوں تو مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ تم کیوں اتنا برداشت کرتے ہو؟“

وصی کتنی دیر تک دکھ سے انہیں دیکھتا رہا۔

”مما! تکلیف اب مجھے ہو رہی ہے۔ آپ جانتی ہیں میں آپ کو روتے نہیں دیکھ سکتا۔“ اس نے پیار سے ان کے آنسو سمیٹ لیے۔

”میرے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہو رہی مما! اور نہ ہی میں کوئی بچہ ہوں کہ کوئی میری چیز چھین لے۔ یہ ٹھیک ہے ڈیڈی کی خاطر میں ولی کی کڑوی باتیں برداشت کر لیتا ہوں۔ اپنی خواہشوں کو دبا رہا ہوں۔ ولی مجھ سے جو چیز بھی ضد میں یا کسی وجہ سے بھی لیتا ہے‘ میں آرام سے اسے دے دیتا ہوں کیونکہ میں اس طرح کی دوسری لے سکتا ہوں۔ اب اتنی سی بات پر میں لڑ کر یا ضد کر کے گھر کا ماحول خراب نہیں کرنا چاہتا۔ ہماری لڑائیوں سے ڈیڈی کو‘ آپ کو‘ میری بہنوں کو‘ بھائی کو تکلیف ہوتی ہے۔ کیا میں ان کی خاطر اتنا بھی نہیں کر سکتا۔“

”تمہاری بہنیں اس کی بہنیں نہیں؟“ آمنہ نے شکایتی نظروں سے اسے دیکھا۔

”مما! اگر اسے اس بات کا احساس نہیں تو میں کم از کم اس کی طرح بے حس نہیں بن سکتا۔“

وہ مسکرایا لیکن آمنہ کچھ اور ہی سوچ رہی تھیں۔

”اگر ولی نے اپنے باپ سے یہ خواہش کر دی کہ ... جائیداد میں حصہ ہی نہ دیں تو؟“ آمنہ کے لہجے میں اندیشے تھے‘ وصی انہیں سمجھ رہا تھا۔ توفیق صاحب ولی کے لیے اندھی محبت سے وصی سمیت سب واقف تھے۔

وہ کچھ دیر خاموش رہا پھر کندھے اچکا کر رہ گیا۔

”ایسا ہونا تو نہیں چاہیے لیکن اگر ہوا تو تب کی دیکھی جائے گی۔“ اس کے ہلکے پھلکے انداز پر آمنہ خاموشی سے دروازے کی طرف بڑھنے لگیں۔

”مما....“ وہ مڑ کر اسے دیکھنے لگیں۔ ”آپ کسی بھی بات کو سوچ کر پریشان نہ ہوں۔ میں اپنے حق کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔“ اس کے مضبوط لہجے پر پہلی بار ان کے چہرے پر اطمینان کی جھلک نظر آئی تھی۔

☼ ☼ ☼

ہال میں داخل ہوتے ہی اس نے متلاشی نظروں سے چاروں طرف دیکھا اور جلد ہی وہ دونوں اس کو نظر بھی آ گئے۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ان کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کے بیٹھتے ہی ان دونوں نے اسے گھورنا شروع کر دیا۔

”سوری یار! میں لیٹ ہو گیا۔“ وصی نے فوراً اپنی غلطی تسلیم کر لی تھی۔

”یہ تو تم مان لو یار! کہ تم انتہائی فضول آدمی ہو۔ ایم بی اے کیے ہوئے ہمیں ڈیڑھ سال سے زیادہ کا عرصہ ہو رہا ہے اور میں گن کر بتا سکتا ہوں کہ ان ڈیڑھ سالوں میں ہم چھ نہیں تو سات بار ملے ہوں گے۔ میں ایک برسر روزگار بندہ اپنے اتنے ٹف شیڈول سے ٹائم نکال لیتا ہوں اور تم دنیا کے آخری فارغ آدمی‘ تمہیں سو فون کریں تو اپنا دیدار کرواتے ہو۔“

”بڑے لوگوں کو سو کام ہوتے ہیں یار!“ سبحان کے غصیلے انداز پر وہ بڑی عاجزی سے بولا تو سبحان نے بلا جھجک ایک مکا اس کے کندھے پر رسید کیا۔ وصی نے بے ساختہ کندھا سہلانے کے بعد خشمگیں نظروں سے اسے دیکھا۔

”دیکھ رہی ہو اپنے کزن کو۔ ہاتھا پائی پر اتر آیا ہے۔“

”بڑا اچھا کر رہا ہے۔ تمہارے لیٹ آنے کی سزا ہے۔“ صاحبہ کی حمایت پر وصی نے مصنوعی افسوس سے سر ہلایا۔

”اگر لڑائی ختم ہو گئی ہو تو کچھ آرڈر کریں۔“ وصی نے مینیو کارڈ اٹھا کر ان دونوں کو دیکھا۔

”اچھا تو تم اپنی جاب میں سیٹ ہو گئے ہو۔“ آئس کریم کھاتے ہوئے وصی نے شرارت سے سبحان کو دیکھا۔

”جلے پر نمک چھڑک رہے ہو۔“ اس کے تپے ہوئے سوال پر وہ دونوں ہنس پڑے۔ وہ دونوں جانتے تھے کہ سبحان اپنی نو تا فائیو کی جاب سے کتنی چڑ ہے۔

”تم اپنی سناؤ۔“

”کچھ خاص نہیں یار!“

”تم تو اپنی فیکٹری جوائن کرنے والے تھے؟“ صاحبہ نے پوچھا۔

”ہاں سوچا تھا لیکن تم لوگ جانتے ہو‘ مجھے جاب زیادہ پسند ہے۔“

”پھر اب تم کیا کرنے والے ہو۔“ صاحبہ بہت غور سے اسے دیکھ رہی تھی۔

”دیکھو۔“ وہ لاپروائی سے بولا۔

”اچھا سنو ایک بینک میں سیکنڈ گریڈ آفیسر کے لیے دو ویکنسی ہیں۔ بہت زبردست سیلری پیکج ہے۔ میں نے اپنی سی وی بھجوا دی ہے‘ تم بھی ٹرائی کر لو۔“

”تم جاب کرو گی؟“ اب کے وصی نے چونک کر اسے دیکھا۔

”تو حرج ہی کیا ہے۔ میں نے ایم بی اے اس لیے نہیں کیا کہ گھر بیٹھ جاؤں۔“

”کیوں تم دونوں کسی حقدار کی کرسی مار رہے ہو۔ امیر باپ کی اولادو! جاؤ اپنے اپنے باپ کے کاروبار سنبھالو۔“ سبحان کے جلنے کے انداز پر ان دونوں نے ایک ساتھ اسے گھورا۔

”اپنے باپ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ تم کیوں کسی حقدار کی کرسی پر قابض ہو۔“ صاحبہ نے دانت پیس کر اپنے ماموں زاد کو دیکھا۔

”میری تو مجبوری ہے۔“ سارے جہان کی بے چارگی اپنے چہرے پر طاری کر کے اس نے انہیں دیکھا۔

”ہمارا شوق ہے۔“ وصی نے اسی کے انداز میں جواب دیا۔ کچھ دیر بعد وہ تینوں قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔ سبحان سے اس کی دوستی فرسٹ ایئر میں ہوئی تھی اور ایم بی اے تک ان کی دوستی کافی مضبوط ہو گئی تھی۔ جبکہ صاحبہ سے اس کی پہلی ملاقات ایم بی اے میں ہوئی۔ وہ سبحان کی کزن تھی۔ کافی دوستانہ فطرت کی مالک تھی۔ وہ اس کے ساتھ بھی کافی بے تکلفی سے بات کرتی لیکن وہ کافی ریزرو رہتا۔ شروع سے ہی کو ایجوکیشن میں پڑھنے کے باوجود اس نے لڑکیوں کی لاکھ پیش قدمی کے باوجود ان سے دوستی نہیں کی لیکن صاحبہ سے مل کر اسے احساس ہوا کہ وہ ایک مختلف لڑکی ہے۔ آج صاحبہ کا شمار اس کی بہترین دوستوں میں ہوتا تھا۔

☼ ☼ ☼

پچھلے دس منٹ سے وہ مکمل خاموشی کے ساتھ اپنے اردگرد بیٹھے لوگوں کا جائزہ لے رہی تھی۔ جب وہ یہاں آئی تھی تو بہت ایکسائیٹڈ تھی کیونکہ وہ پہلی بار خالد ماموں ان کی بیوی اور ان کی بیٹی سے مل رہی تھی۔ اس نے پھر خالد ماموں کو دیکھا جو عمر میں توفیق ماموں سے چھوٹے تھے لیکن لگ ان سے بڑے رہے تھے۔ ان کے ساتھ ان کی بیوی ثمرہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد اونچی آواز میں ہنس کر اپنی موجودگی کا احساس دلا رہی تھیں۔ اس کے دائیں طرف رکھے صوفے پر علیزہ اور فریحہ کے درمیان اس کی کزن یعنی خالد ماموں کی اکلوتی بیٹی سوہنی بیٹھی تھی۔ ایک پل کے لیے اس کی نظریں اس پر ٹھہر گئیں۔ جب سے وہ آئی تھی‘ عروبہ نے اسے بہت کم بات کرتے دیکھا تھا۔ اس کے چہرے پر مسلسل جھینپی جھینپی سی مسکراہٹ تھی۔ اس کے بالکل سامنے سنگل صوفے پر بیٹھا قہقہہ لگا کر ہنستا وہ ولی تھا۔ کتنی دیر تو وہ حیران رہی‘ اس کے بعد سے اب تک وہ مسلسل خاموش تھی۔ اس سے نظریں ہٹا کر اس نے علیزہ کو دیکھنا چاہا‘ تب ہی اس کی نظر اندر داخل ہوتے وصی پر پڑی‘ وہ بھی اتنا ہی حیران تھا جتنی وہ تھی۔ شاید اس نے بھی ولی کا قہقہہ سن لیا تھا۔

”لو خالد! وصی بھی آ گیا وصی! یہ تمہارے چاچو ہیں۔“

وہ اب وصی سے گلے مل رہے تھے۔

”توفیق بھیا! یہ تو ہو بہو آپ کی کاپی ہے۔ اتنا ہی ہینڈسم۔“ وہ اسے ساتھ لگائے بڑے پیار سے دیکھ رہے تھے۔

”ماشاء اللہ کہو خالد!“ توفیق صاحب نے مسکرا کر وصی کو دیکھا۔

”یہ تمہاری چچی اور یہ سوہنی ہے۔“ عروبہ نے ایک بار پھر بغور اسے دیکھا۔ اس نے جھجکتے ہوئے وصی کو سلام کیا تھا۔ وصی کے بیٹھتے ہی ایک بار پھر باتیں شروع ہو گئیں۔ حتیٰ کہ وصی کی موجودگی نے بھی ولی کی خوش مزاجی پر کوئی اثر نہیں ڈالا تھا۔ وصی نے اشارے سے اس کا حال پوچھا تو وہ مسکرا دی۔ کچھ دیر بعد اس کا فون آیا تو وہ

باہر نکل گیا۔
فریحہ ' سوہنی کو لے کر اپنے کمرے میں چلی گئی تو وہ بھی غیر محسوس طریقے سے باہر نکل آئی۔
"میں تمہیں اندر ڈھونڈ رہی ہوں' تم یہاں کیا کر رہی ہو۔" علیزہ کی آواز پر اس نے مڑ کر دیکھا' وہ اسی کی طرف آرہی تھی۔
"ایسے ہی۔"
"ایسے ہی کیا اور یہ اتنی چپ چپ کیوں ہو۔ کچھ ہوا ہے؟" علیزہ نے بغور اس کا چہرہ دیکھا۔
"تم نے محسوس کیا' ولی آج کتنا خوش ہے۔"
"ہاں تو اس میں پریشانی والی کیا بات ہے بلکہ خوشی کی بات ہے کہ ولی ہنستا بھی ہے۔" علیزہ کے ہنسنے پر اس نے سر جھکایا۔ "اس کی خوشی کی وجہ ماموں خالد کی فیملی ہے۔"
"ہاں تو ظاہر سی بات ہے' اس کے دسوں رشتے بنتے ہیں۔" عروبہ نے بغور ہنستی ہوئی علیزہ کو دیکھا۔
"سوہنی کو دیکھا' کتنی پیاری ہے۔" اب علیزہ نے غور سے عروبہ کا چہرہ دیکھا اور کھلکھلا کر ہنس پڑی۔
"جیلس ہو رہی ہو' وہ بھی اپنی کزن سے۔"
"علیزہ پلیز...." عروبہ نے جھنجلا کر اسے دیکھا۔
"کہیں ولی کی خوشی کی وجہ سوہنی تو نہیں؟" عروبہ کے اترے ہوئے چہرے کی وجہ اب علیزہ کی سمجھ میں آئی۔ اس نے شرارت سے عروبہ کو دیکھا لیکن اس کا پریشان چہرہ دیکھ کر اس نے کسی بھی شرارت سے گریز کیا تھا۔
"تم خود دیکھو علیزہ! اتنے سال خالد ماموں اس گھر میں نہیں آئے۔ چلو ممی تو نانا جی کی وجہ سے ناراض تھیں' پر توفیق ماموں تو پنڈی جاتے تھے۔ وہ خالد ماموں کو یہاں لا سکتے تھے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ پھر ولی انہیں یہاں لے آیا۔ صلح ہو گئی' اچھی بات ہے۔ لیکن اب سوہنی کو دیکھ کر مجھے خیال آیا' کہیں اس صلح کے پیچھے ولی کا کوئی اور مقصد تو نہیں؟ تمہیں یاد ہے نا وہ پنڈی کتنے شوق سے جاتا تھا۔"
اس کے دل میں جو اندیشہ جاگا تھا' اس نے اس کی آنکھیں لبالب بھر دی تھیں اس کے آنسو دیکھ کر علیزہ پریشان ہو گئی۔
"بے فکر رہو' میرے بھائی بڑے شریف ہیں۔"
"تو کیا میں شریف نہیں؟" اس کے سوال پر علیزہ نے گڑبڑا کر اسے دیکھا۔

"بات شرافت کی نہیں' پسند کی ہے۔ اگر ولی سوہنی کو پسند کرتا ہو تو میرا کیا ہوگا۔"
اب کی بار آنسو اس کی آنکھوں سے باہر نکل آئے تھے۔ علیزہ نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔
"بالکل پاگل ہو عروبہ! ایسا کچھ نہیں۔ تم نے دیکھا نہیں' وہ کتنی چھوٹی ہے۔ اپنی فری جتنی ہے۔"
"اتنی بھی چھوٹی نہیں' سیکنڈ ایئر میں ہے۔" عروبہ نے اس سے علیحدہ ہو کر اپنے آنسو صاف کیے۔
"ایک بات کہوں' میرا یقین کرو گی۔" عروبہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔
"ولی اور سوہنی میں ایسا کچھ نہیں جیسا تم سوچ رہی ہو۔ تم نے غور نہیں کیا' کتنی شرمیلی طبیعت ہے اس کی۔ ولی کو ایسی لڑکیاں بالکل اٹریکٹ نہیں کرتیں' وہ خود جس طرح کا بولڈ ہے' ویسی لڑکیاں اسے پسند ہیں۔" علیزہ کی تسلی کا اس پر خاطر خواہ اثر ہوا تھا۔
"ایک بات اور۔ سوہنی بے شک پیاری ہے' پر تم بھی بہت خوبصورت ہو۔ بے فکر رہو' تمہاری جگہ میں کسی کو لینے نہیں دوں گی۔"
اب کی بار عروبہ کھل کر مسکرائی۔
"اور پلیز اندر جا کر اسے گھورنا مت' پہلے ہی بے چاری اتنا نروس ہو رہی تھی۔"
"اچھا بس۔" عروبہ نے کچھ شرمندہ ہو کر اسے ٹوکا اور اس سے پہلے ہی اندر کی طرف بڑھ گئی۔

☼ ☼ ☼

وہ ابھی گھر سے کچھ فاصلے پر تھا' جب اس نے گیٹ کھلتے اور ولی کی کار باہر نکلتے دیکھی۔ اس نے ایک نظر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ولی پر ڈالی اور گاڑی پورچ میں لے آیا۔
"خیریت؟" علیزہ کو تیزی سے باہر نکلتے دیکھ کر اس نے ابرو اچکائے۔
"کل چاچو جا رہے ہیں تو سوچا سوہنی کو لاہور کی سیر کروا دیں۔" اس کے سر ہلانے پر علیزہ آگے بڑھ گئی۔ دروازہ کھولتے ہی اسے سوہنی کی گھبرائی ہوئی شکل نظر آئی۔ اس کے سلام پر وصی نے مسکراتے ہوئے سر ہلایا۔
"تم بھی جا رہے ہو؟" ولی کو نک سک سے تیار دیکھ کر وصی کو حیرت ہوئی۔

"آج یہ معجزہ بھی ہو گیا۔ ولی بھائی نے مجھے ساتھ چلنے کا آفر دیا ہے۔ خوش قسمت ہو بھئی۔" وصی نے شرارت سے اس کے کندھے پر ہاتھ مارا پھر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔
"بھائی!" وہ ابھی صرف ایک جوتا اتار پایا تھا جب فریحہ دھڑ سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔ "آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں۔ ولی بھائی کہہ رہے ہیں' میں آپ سے پوچھ لوں۔" وہ اتنی سی بات پر بے حد خوش ہو رہی تھی۔
"آج تو واقعی معجزے کا دن ہے۔" وہ منہ میں بڑبڑایا۔
"فری! ایک تو میں سخت تھکا ہوا ہوں' دوسرا ولی نے پتا نہیں کس موڈ میں ایسا کہہ دیا ہے لیکن مجھے اس کی عادت کا اندازہ ہے' یہ نہ ہو روڈ پر کوئی شو لگ جائے۔" اس نے دوسرا جوتا بھی اتار دیا تھا۔
فریش ہو کر جب وہ لاؤنج میں پہنچا تو وہاں اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ اس نے حیران ہوتے ہوئے ساری لائٹیں جلا دیں اور سیدھا آمنہ کے کمرے کی طرف آ گیا۔ دستک دے کر وہ اندر چلا آیا۔ آمنہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے دروازے کو ہی دیکھ رہی تھیں۔
"کیا بات ہے مما! آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟" وہ بغور انہیں دیکھتا ہوا ان کے قریب بیٹھ گیا۔
"ہوں۔"
"تو پھر آپ ڈیڈی کے ساتھ کیوں نہیں گئیں۔ یہاں اکیلی کیوں بیٹھی ہیں۔"
"ایسے ہی دل نہیں چاہ رہا تھا۔" اب انہوں نے اس کے چہرے سے نظریں ہٹالی تھیں۔ وہ یونہی ٹانگیں بیڈ سے نیچے لٹکائے ان کے نزدیک لیٹ گیا۔
"میں جانتا ہوں' آپ کس بات پر پریشان ہیں' اس لیے جب تک آپ مجھے بتائیں گی نہیں' میں یونہی لیٹا رہوں گا۔" وہ اب کہنی کے بل لیٹا انہیں دیکھ رہا تھا۔
"ہاں' میں پریشان ہوں اور اس کی وجہ ولی کی خالہ کا یہاں آنا ہے۔"
ولی نے اب الجھن بھری نظروں سے انہیں دیکھا۔
"مجھے تمہارے چاچو کے یہاں آنے پر کوئی اعتراض نہیں بلکہ مجھے خوشی ہے لیکن ان کی بیوی ثمرہ' وہ صرف ولی کی خالہ ہے۔ یہ وہ عورت ہے جس نے میری زندگی برباد کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس نے توفیق کی شادی اپنی بہن سے کروائی تھی۔ اس نے ولی کے دل میں ہمارے لیے

اتنا زہر بھرا ہے کہ وہ آج تک ہمارا نہیں ہو سکا۔ تم نے دیکھے اس کے انداز۔ کیسی نظروں سے مجھے دیکھتی ہے۔ سخت نفرت ہے مجھے اس عورت سے۔" ان کے زہر آلود انداز پر بھی وہ خاموش رہا۔
"اب ان لوگوں کا آنا جانا لگا رہے گا اور اس کی نظریں مجھے اذیت میں مبتلا کرتی رہیں گی اور صحیح بتاؤں' مجھے ڈر بھی لگ رہا ہے۔ پتا نہیں اب وہ کیا کرے گی۔"
ان کے لہجے میں خوف محسوس کر کے اب کی بار وصی چپ نہیں رہا تھا۔
"آپ خوامخواہ پریشان ہو رہی ہیں مما! اب وہ ڈیڈی کی تیسری شادی کروانے سے رہیں۔" اس کے مذاق پر بھی ان کے چہرے کے تاثرات میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔
"تم نہیں جانتے وصی! میں کیا محسوس کر رہی ہوں۔ مجھے لگتا ہے وہ میرے بچوں کو مجھ سے دور کر دے گی۔ اتنے سال بعد بھی مجھے ڈر ہے وہ توفیق کو مجھ سے دور کر سکتی ہے۔ انہیں مجھ سے بدگمان کر سکتی ہے۔ میں فری اور علیزہ کی بے رخی برداشت نہیں کر سکتی۔ تم نے دیکھا علیزہ اور فری بھی ہر وقت اس کے ساتھ لگے رہتے ہیں۔ اگر اس نے انہیں میرے خلاف کر دیا تو.... میں...." آخر میں وہ رو پڑیں تو وصی نے بے اختیار اٹھ کر انہیں ساتھ لگا لیا۔
"آپ ایسی باتیں کیوں سوچ رہی ہیں مما! علیزہ اور فری کو کوئی آپ کے خلاف نہیں کر سکتا۔ اگر انہیں خلاف ہی ہونا ہوتا تو کئی سال پہلے ہو جاتیں۔ جب وہ بہت چھوٹی تھیں۔ اب تو وہ بڑی ہو چکی ہیں' ان کے پاس اپنا دماغ اور آنکھیں ہیں اور انہیں پتا ہے کہ کیا غلط ہے اور کیا صحیح ہے۔ جس طرح آپ کو ان سے پیار ہے' اسی طرح انہیں بھی آپ سے پیار ہے۔ ان کی طرف سے بے فکر رہیں۔ وہ خالہ ہیں' یہ ایک فیکٹ ہے لیکن اس سے بڑا فیکٹ یہ ہے کہ آپ ان کی مما ہیں اور ڈیڈی کی طرف سے بھی بے فکر رہیں' اتنے سالوں سے وہ آپ کے ساتھ ہیں اور کتنی بار سب کے سامنے وہ آپ کی اچھائی کا اعتراف بھی کر چکے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا' ان کے لیے آپ سے یا ہم سے بڑھ کر ان کی مرحومہ بیوی کی بہن کی باتیں اہمیت رکھتی ہوں گی۔ ہمیں چاچو سے مطلب ہے' آپ بس انہیں چاچو کی بیوی سمجھ کر ٹریٹ کریں۔ ٹھیک ہے۔"
وہ ان کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں تھام کر مسکرایا تو وہ بھی مسکرا دیں۔

"تھینکس۔"

"ہیں.....وہ کیوں؟" وہ حیران ہوا۔

"تم نے میرے دل کا بوجھ ہلکا کر دیا۔ آپ کا بیٹا اگر اپنی مما کے لیے اتنا بھی نہیں کر سکتا تو کیا فائدہ۔" وہ اب ریلیکس ہو کر لیٹ گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

وہ کتنی دیر سے تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے جواب کی منتظر تھیں لیکن دوسری طرف سے جب جواب کی کوئی امید نہ رہی تو انہیں دوبارہ اپنا سوال دہرانا پڑا۔

"توفیق! میں نے کچھ پوچھا ہے۔" انہوں نے بے ساختہ گہرا سانس لے کر آمنہ کو دیکھا۔

"میں کچھ فیصلہ نہیں کر پا رہا۔"

"اس میں مشکل کیا ہے۔ بیگ صاحب کا رشتہ بھی اچھا ہے۔ ان کا بیٹا انجینئر ہے' پڑھی لکھی فیملی ہے مگر لڑکا چھ بہنوں کا اکلوتا بھائی ہے لیکن شائستہ کے بیٹے کا رشتہ مجھے ہر لحاظ سے پسند ہے۔ ایک تو لڑکا ڈاکٹر ہے' دو بھائی ہیں' شائستہ میری کزن ہے' میں اسے بہت اچھی طرح جانتی ہوں۔ پچھلے تین سالوں سے وہ علیزہ کا کہہ رہے ہیں۔ پہلے تو بہانا تھا کہ علیزہ پڑھ رہی ہے لیکن اب تو اسے ایم اے کیے بھی ایک سال سے زیادہ کا عرصہ ہو گیا ہے۔ آپ پھر مجھے ٹالنے کو کہہ رہے ہیں' اس طرح تو رشتہ ہاتھ سے نکل جائے گا۔"

انہوں نے فکرمندی سے توفیق صاحب کے کشمکش میں مبتلا چہرے کو دیکھا۔

"اس طرح ٹالتے رہے تو لوگوں نے یہی کہنا ہے۔ سوتیلی ماں ہے' اس لیے چاہتی نہیں کہ اچھی جگہ رشتے ہوں۔"

"آمنہ....." توفیق صاحب نے ناراضی سے انہیں دیکھا۔

تب ہی دروازے پر دستک کے بعد ولی کا چہرہ نظر آیا۔ وہ بے اختیار گہرا سانس لے کر رہ گئیں۔

"آپ نے بلایا تھا پاپا!"

"ہاں' آؤ۔" انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے اپنے قریب صوفے کی طرف اشارہ کیا۔

"تم سے ایک مشورہ کرنا تھا۔ علیزہ کے لیے دو پرپوزل ہیں۔ ایک تو بیگ صاحب کا بیٹا ہے' دوسرا شائستہ کا بیٹا۔ آمنہ کی کزن' جانتے ہو گے تم؟" وہ اب اسے تفصیل سنا رہے تھے جو آمنہ نے کچھ دیر پہلے انہیں بتائی تھی۔

"تم کیا کہتے ہو؟"

"آپ کیا کہتے ہیں؟" وہ الٹا ان ہی سے پوچھنے لگا۔

"مجھے شائستہ کا بیٹا بہت پسند ہے' میں اس سے کئی بار مل چکا ہوں۔ اچھی فیملی ہے' تم بھی تو اس سے مل چکے ہو۔"

"مل چکا ہوں' اچھا ہے لیکن علیزہ کے لیے وہ ٹھیک نہیں۔"

"کیوں' کیا برائی ہے اس میں؟" آمنہ نے بہت کوشش کی کہ وہ نہ بولیں لیکن اس کے انکار پر وہ خود کو روک نہیں سکیں۔

"سب سے بڑی برائی تو یہ ہے کہ وہ آپ کی کزن کا بیٹا ہے۔" اس کے گستاخ لہجے میں مخاطب کرنے پر ان کا چہرہ ایک لمحے میں اتر گیا تھا۔

"ولی!" توفیق صاحب نے تنبیہی انداز میں اسے پکارا۔ "وہ ماں ہے علیزہ کی۔"

"ماں ہیں' لیکن سوتیلی اور مجھے ان سے کوئی اچھی امید نہیں۔ میں علیزہ کا سگا بھائی ہوں' اس لیے بہتر سوچ سکتا ہوں۔ آپ انہیں انکار کر دیں۔"

اس نے بڑے جتاتے ہوئے انداز میں آمنہ کا دھواں دھواں ہوتا چہرہ دیکھا۔ وہ ہمیشہ سے اس سوتیلے پن کے احساس کو ختم کرنا چاہتی تھیں لیکن وہ ہمیشہ انہیں اس کا احساس دلاتا تھا۔ وہ آنسو چھپاتے کے لیے اٹھ کر واش روم میں گھس گئیں۔

"تمہیں ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا ولی! وہ علیزہ کو سگی ماں سے زیادہ پیار کرتی ہے۔"

وہ کچھ نہیں بولا بلکہ اٹھ کر باہر نکل گیا۔ تب ہی اس کی نظر علیزہ پر پڑی جو دروازہ کھلتے ہی بڑی تیزی سے واپس مڑی تھی۔ وہ ایک پل کے لیے حیران ہوا اور پھر اس کے پیچھے لپکا۔

"علیزہ....." اس کے مخاطب کرنے پر بھی وہ اسی طرح رخ موڑے کھڑی رہی تو وہ چلتا ہوا اس کے سامنے آگیا۔

"کیا ہوا' تم رو کیوں رہی ہو؟" علیزہ نے اپنی آنکھوں کو پونچھا۔

"وصی کی مما نے کچھ کہا ہے؟" اس کی خاموشی پر ولی نے ایک اور سوال کیا تو اس نے غصے سے اپنی سرخ ...ہیں اس کے چہرے پر گاڑ دیں۔

"تم ہر بات میں مما کو کیوں درمیان میں لے آتے ہو' وہ ...دشمن نہیں اور نہ ہی میری سوتیلی ماں ہیں۔ وہ میری ...ں سب سے زیادہ۔ اور تمہیں میرا سگا ہونے کا دعوا ...تمہیں کچھ نظر نہیں آتا' سوائے اس کے کہ کیسے ...تکلیف دی جائے۔ چاہے اس میں تمہارے کسی سگے ...نقصان کیوں نہ ہو جائے۔"

...اس کا بازو جھٹک کر باہر نکل گئی اور وہ کتنی دیر تک ...ہی کھڑا رہا۔ علیزہ کی باتیں' اس کا رونا اس کی سمجھ ...آ رہا تھا۔

...کچھ دیر بعد جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو توفیق صاحب ...اور آمنہ کے علاوہ علیزہ اور وصی بھی موجود تھے۔

"پاپا! آپ شائستہ آنٹی کو ہاں کر دیں۔ میرا خیال ہے ...علیزہ کے لیے بالکل صحیح ہے۔"

جملہ ختم کر کے اس نے ایک نظر علیزہ پر ڈالی جو اسے ...ہی دیکھ رہی تھی۔ اس کے مسکراتے ہی وہ کمرے سے باہر ...نکل آیا۔

☼ ☼ ☼

"ماشاء اللہ بڑی پیاری جوڑی ہے۔ اللہ خوش رکھے آمین۔" ارم نے پیار بھری نظروں سے علیزہ اور ایاز کو ...دیکھا تو آمنہ خوشی سے مسکرا دیں۔

"شادی کب تک کر رہے ہیں بھابھی؟"

"دو ماہ تک۔ بڑی مشکل سے شائستہ کو دو ماہ تک روکا ہے۔ بڑی جلدی ہے اسے۔" ان کے ہر انداز سے خوشی ظاہر ہو رہی تھی۔

"تم سناؤ' پنڈی میں سب ٹھیک تھا؟"

"جی' اب تو خالد بھائی کی طبیعت کافی بہتر ہے۔ انہیں علیزہ کی منگنی میں شرکت نہ کرنے کا کافی افسوس تھا۔ اب شادی میں تو ضرور شرکت کریں گے۔ سوہنی بھی آنا چاہتی تھی' پر ثمرہ بھابھی نہیں آسکیں تو وہ بھی نہیں آسکی۔ میں تو بھائی سے کہہ آئی ہوں۔ علیزہ کی شادی پر اسے کچھ دن پہلے ہی بھیج دیں' وہ بھی اپنے کزنز سے گھل مل جائے۔ کافی شرمیلی بچی ہے۔"

"ہوں۔" وہ غیر حاضر دماغی سے ان کی بات سن رہی تھیں جبکہ دل میں جو بات تھی' اسے ہونٹوں پر لانے کے لیے وہ مناسب لفظوں کی تلاش میں تھیں۔

"ارم! میں کتنے دنوں سے تم سے ایک بات کرنا چاہ رہی تھی۔" ارم پوری طرح ان کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ "تم نے عروبہ کے لیے کیا سوچا ہے؟" ان کے سوال پر ارم کے تاثرات پتا نہیں کیا تھے' پر ان کو بلانے کے لیے آئی عروبہ کے کان کھڑے ہو گئے۔

ارم جواب دینے کے بجائے ہنس پڑی تھیں۔

"مجھے عروبہ بہت پسند ہے۔ وصی اور عروبہ کی دوستی بھی بہت ہے۔ میں چاہ رہی تھی عروبہ کو میں اپنی بہو بنا لوں۔"

ارم نے بے ساختہ خوشی سے آمنہ کے ہاتھ تھام لیے۔

"آپ نے میرے دل کی بات کہہ دی بھابھی! وصی تو مجھے بھی بہت پسند ہے اور عروبہ اور وصی کی انڈر اسٹینڈنگ بھی بہت ہے۔"

"تو بس ٹھیک ہے' بات طے ہو گئی۔ علیزہ کے ساتھ ہم عروبہ اور وصی کی بھی شادی کر دیتے ہیں۔"

وہ دونوں خوشی خوشی منصوبے بنانے لگی تھیں جبکہ عروبہ کے ارد گرد دھماکے ہو رہے تھے۔ اس نے گھبرا کر متلاشی نظروں سے ولی کو ڈھونڈا جو ایاز کے بھائی کے ساتھ محو گفتگو تھا۔

"اس سے بات کرنے کا فائدہ بھی کوئی نہیں۔ وہ کیا جانے' میں اسے کتنا چاہتی ہوں۔"

وہ ہونٹ چباتے ہوئے یہی سوچے جا رہی تھی پھر اس نے بڑی بے چارگی سے مسکراتی ہوئی علیزہ کو دیکھا جو ایاز کے پہلو میں بیٹھی کتنا خوش تھی' وہ پریشانی سی وہاں سے ہٹ گئی۔

اپنے ہی دھیان میں تیزی سے چلتے ہوئے وہ کسی سے بری طرح ٹکرائی تھی۔ اس نے بے ساختہ سر تھام کر اوپر دیکھا اور وصی کو دیکھ کر اس کا دل چاہا کہ رونا شروع کر دے اور شاید ایسے تاثرات اس کے چہرے پر بھی آگئے تھے۔

"تمہیں کیا ہوا؟ زیادہ زور سے لگی ہے؟" وہ حیرت سے پوچھ رہا تھا۔

"بہت برا ہونے والا ہے۔"

"ہیں....." وصی نے حیرت سے اس کی پیش گوئی سنی۔

"وہاں' ہماری والدہ محترمائیں ہماری شادی کی بات کر رہی ہیں۔"

"کیا.....؟" اب کے بار وہ بھی اچھل پڑا تھا۔ اس نے دور سے ہی اپنی ماں اور پھوپھو کو کھلکھلاتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔

"یہ بیٹھے بٹھائے انہیں سوجھی کیا ہے؟ کچھ کرو وصی! اگر ولی کو بھنک بھی پڑ گئی کہ تمہاری اور میری شادی کی بات ہو رہی ہے تو وہ کبھی بھی مجھ سے شادی نہیں کرے گا۔"

وہ پریشانی سے ہاتھ مسلنے لگی۔ اس کی حالت دیکھ کر وصی کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"غلط، اگر ولی کو پتا چلا کہ ہماری شادی کی بات چل رہی ہے اور اگر اسے لگا کہ میرا تم میں انٹرسٹ ہے تو وہ ضد میں تم سے شادی کرے گا۔"

"واقعی۔" سمجھ میں آتے ہی وہ خوش ہو گئی۔ "یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔"

"لیکن وہ بھی ہو سکتا ہے جو تم سوچ رہی ہو۔" وصی کی بات پر اس نے برا سا منہ بنایا۔

"تم مجھے ڈرا رہے ہو وصی!"

"اوکے، کچھ کرتے ہیں۔"

"کچھ کرتے نہیں، جلدی کرو۔"

"بے فکر رہو، تم سے زیادہ مجھے اپنی فکر ہے۔ تم سے شادی کر کے میں نے ساری عمر رونا نہیں۔"

"دفع دور۔ منہ دھو رکھو اپنا، میں کرتی ہوں تم سے شادی۔"

اس نے غصے سے ایک دھموکا اس کے بازو پر جڑا پھر خود ہی کراہتے ہوئے ہاتھ مسلنے لگی جبکہ وصی ہنستا ہوا آگے بڑھ گیا۔

☼ ☼ ☼
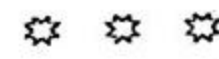
"کل کا فنکشن کیسا رہا؟"

"زبردست۔"

"علیزہ کیسی لگ رہی تھی؟"

"زبردست۔" وصی کا سارا دھیان سیل فون پر تھا۔

صاحبہ نے ناگواری سے سیل فون کو دیکھا اور ہاتھ بڑھا کر اس سے چھین لیا۔

"میں کچھ پوچھ رہی ہوں۔"

"بتا تو رہا ہوں۔"

"شادی کی تیاری شروع کر دی؟"

"ظاہری بات ہے، دو ماہ کا ٹائم ہے۔"

"شادی پر انوائٹ کرو گے؟" وصی نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"ضرور بلاؤں گا، اگر میری شادی میں میری دوست نہیں آئے گی تو کیا خاک مزہ آئے گا۔"

"تمہاری شادی..... میں تمہاری نہیں، علیزہ کی بات کر رہی ہوں۔"

"میں بھی وہی کہہ رہا ہوں۔ مما، علیزہ کے ساتھ میری شادی کے بارے میں بھی سوچ رہی ہیں۔ عروبہ کزن، تم جانتی ہو گی اس کے ساتھ تقریباً میری بات ہی ہے۔" وہ لاپروائی سے بولا جبکہ صاحبہ کتنی دیر سے اسے دیکھتی رہی۔

"اور تم تیار ہو؟"

"ظاہر ہے، مما نے کچھ ٹھیک ہی سوچا ہو گا۔" وہ بغور اس کا جائزہ لے رہا تھا جس کے چہرے کے تاثرات اچانک کافی سنجیدہ ہو گئے تھے۔ دفعتاً اپنا سیل فون اور پرس ٹیبل سے اٹھا کر وہ کھڑی ہو گئی۔

"کہاں جا رہی ہو؟" اس کے کھڑے ہوتے ہی وصی نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"لنچ آورز ختم ہونے والے ہیں۔"

"ختم تو نہیں ہوئے نا، بیٹھو۔" اس کے اصرار پر وہ اسی طرح پتھریلے چہرے کے ساتھ بیٹھ گئی۔

"کیا ہوا، تمہیں خوشی نہیں ہوئی؟"

صاحبہ نے ماتھے پر بل ڈال کر اسے دیکھا۔ "تمہیں کیا لگتا ہے، پچھلے پانچ سالوں سے تمہارے اگنور کرنے کے باوجود کیوں تمہارے پیچھے آتی ہوں۔ کیوں ضرورت نہ ہونے کے باوجود میں نے یہ جاب کی۔ تمہیں کیا لگتا ہے میں کیوں تمہارے ساتھ ہوں؟"

"کیوں؟" اس کے بھڑکتے لہجے پر وصی نے اتنے ہی ٹھنڈے لہجے میں پوچھا۔

"میرا دماغ خراب ہے۔" وہ ایک بار پھر اٹھنے لگی تو وصی قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"بیٹھ جاؤ صاحبہ! میں مذاق کر رہا تھا۔"

اس نے غصے سے اس کے ہنستے ہوئے چہرے کو دیکھا اور دوبارہ بیٹھ گئی۔

"بہت گھٹیا مذاق تھا۔"

"یہ مذاق آدھا سچ بھی ہے۔ واقعی میری اور عروبہ کی شادی کی بات چل رہی ہے۔ میں اور عروبہ بہت اچھے دوست ہیں لیکن اس رشتے کے لیے ہم دونوں تیار نہیں۔"

"تو یہ مجھے کیوں بتا رہے ہو۔" اس کے چہرے سے

اطمینان کو وہ دیکھ سکتا تھا لیکن صاحبہ کا انداز اب بھی تنا سا تھا۔

"ٹھیک ہے، اگلی دفعہ نہیں بتاؤں گا۔" اس نے مگ میں بچی کافی کو ایک بڑے گھونٹ میں ختم کیا۔

"تم بہت خود پسند ہو وصی! کیا سننا چاہتے ہو مجھ سے کہ میں تمہارے لیے محسوس کرتی ہوں، وہ یک طرفہ ہے۔" وہ اب بھی غصے میں تھی۔

"خود پسند ہونے کا الزام سراسر غلط ہے۔ سیدھا سادا سا بندہ ہوں اور نہ تمہیں تنگ کر رہا تھا۔ صرف یہ جاننا چاہتا تھا کہ تم کیا چاہتی ہو۔"

"میں جو چاہتی ہوں، تم جانتے ہو لیکن ان پانچ سالوں میں تم میرے بارے میں کس طرح سوچتے ہو، مجھے آج تک اندازہ نہیں ہوا۔ میں لڑکی ہو کر اپنی پسند کا اظہار کر چکی ہوں اور تم لڑکے ہو اور ایسے ویسے بھی نہیں، کافی دل والے ہو لیکن پھر بھی مجھے حسرت رہی کہ تم کچھ کہو۔ کیا میں سمجھوں کہ صرف میں ہی تمہیں پسند کرتی ہوں اور تم صرف ابھی دوستی کی حد میں ہی پھنسے ہو۔" اس کے جلے کٹے انداز پر وہ ایک بار پھر ہنس پڑا۔

"زیادہ تو نہیں، صرف اتنا کہوں گا کہ میں آج مما سے تمہاری اور اپنی شادی کی بات کرنے والا ہوں اور مجھے امید ہے تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ چلیں، لنچ آورز ختم ہو گئے ہیں۔"

وہ مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔ کچھ دیر بعد وہ بھی مسکراتے ہوئے اس کے پیچھے چلنے لگی۔

☼ ☼ ☼
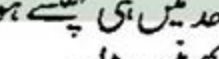
"گھر میں بڑی خاموشی ہے۔" وہ سیدھا کچن میں آیا تھا، جہاں آمنہ اس کے لیے کھانا گرم کر رہی تھیں۔

"فری اور علیزہ کو شاپنگ کے لیے جانا تھا، ڈی ساتھ گیا ہے۔ تمہارے ڈیڈی اور ولی اپنے ٹائم پر آئیں گے۔ البتہ تم جلدی آ گئے ہو۔"

وہ مسکراتے ہوئے کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ کچھ دیر بعد اس نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔ ان کے چہرے کی کشمکش سے اسے اندازہ ہو گیا کہ وہ اس سے کیا بات کرنا چاہتی ہیں۔

"مما! مجھے آپ سے کچھ بات کرنی تھی۔"

"ہوں۔" انہوں نے چونک کر اسے دیکھا۔

"ہاں، کہو۔"

"میں نے آپ کو صاحبہ کے بارے میں بتایا تھا۔"

"کون؟" انہوں نے الجھن بھری نظروں سے اسے دیکھا۔

"مما! صاحبہ سبحان کی کزن، ہم نے ایم بی اے ساتھ کیا تھا اور ابھی وہ میرے ساتھ جاب کر رہی ہے۔"

"اوہ..... ہاں۔" اس کی تفصیل پر انہوں نے سر ہلایا۔

"کیا ہوا اسے؟"

"اسے کیا ہونا ہے مما!" اب کے وہ تھوڑا جھنجلا کر بولا۔

"میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

کچھ دیر کے لیے آمنہ بالکل گم صم سی ہو کر اسے دیکھتی رہیں، حتیٰ کہ وصی کنفیوز ہو کر رہ گیا۔

"پر وصی! میں تو عروبہ کے بارے میں سوچ رہی تھی۔"

"مما! عروبہ میری بہت اچھی دوست ہے لیکن میں اس سے شادی نہیں کر سکتا۔"

"میں ارم سے بات بھی کر چکی ہوں۔" اب کے انہوں نے پریشانی سے پہلو بدلا لیکن وہ پریشان نہیں تھا۔ جانتا تھا کہ عروبہ بھی منع کر چکی ہو گی۔

گاڑی کے ہارن پر ان دونوں نے چونک کر کھڑکی کی طرف دیکھا جو لان کی طرف کھلتی تھی۔ کھلے گیٹ سے ارم کی گاڑی اندر داخل ہوئی۔ ایک پل کے لیے وہ دونوں کچھ گھبرا گئے تھے۔ ارم کو اندر کی طرف بڑھتا دیکھ کر انہوں نے پریشانی سے وصی کو دیکھا جو قصداً نظریں چرا رہا تھا۔ وہ اٹھ کر باہر نکل گئیں۔ انہیں دیکھ کر ارم مسکرائی تھیں۔

"علیزہ وغیرہ کو شاپنگ پر جانا تھا تو ساتھ میں عروبہ کو بھی لے گئے تو میں نے سوچا، میں آپ سے مل آؤں۔" وہ بظاہر مسکرا رہی تھیں لیکن ان کا چہرہ ان کی پریشانی کو ظاہر کر رہا تھا۔ وہ دونوں اپنی اپنی پریشانی میں بالکل خاموش بیٹھی تھیں۔ کچھ دیر بعد ارم کے کھنکھارنے پر انہوں نے چونک کر اسے دیکھا۔

"بھابھی! میں دراصل آپ سے بات کرنے آئی تھی۔ میں آپ سے بہت شرمندہ ہوں، میں نے عروبہ سے بات کی تھی لیکن وہ کہتی ہے، اس نے وصی کو ہمیشہ اپنا بھائی سمجھا ہے۔"

آمنہ نے جیسے پرسکون ہو کر سانس لیا۔

"آپ نے برا تو نہیں مانا بھابھی!"

"کیسی باتیں کرتی ہو ارم! اس میں برا ماننے والی کون سی

بات ہے۔ ہم نے یہ بات بچوں کی خوشی کے لیے سوچی تھی لیکن اگر وہ ایسا نہیں سوچتے تو ٹھیک ہے۔"

"وصی سے آپ نے بات کی؟"

"ہاں' وہ بھی کچھ ایسا ہی کہتا ہے بلکہ وہ شاید کسی اور لڑکی کو پسند کرتا ہے۔" ارم نے غائب دماغی سے سر ہلایا۔

"بھابھی! دراصل مجھے آپ سے ایک اور بات بھی کرنی ہے۔"

"ہاں کہو!" آمنہ اب مطمئن تھیں۔

"میں یہی چاہتی ہوں کہ عروبہ آپ کی بہو بنے۔ چلیں وصی نہ سہی' ولی سہی۔"

ایک پل کے لیے آمنہ بالکل خاموش رہ گئیں۔ ارم بغور انہیں دیکھ رہی تھیں۔

"دیکھو ارم! مجھے تو کوئی اعتراض نہیں لیکن تم ولی کو جانتی ہو' وہ اپنی مرضی کا مالک ہے اور میں تو اس کے معاملے میں بالکل نہیں بول سکتی۔ تم اس سلسلے میں اپنے بھیا سے بات کرو اور اگر کہتی ہو تو میں بھی کرلوں گی۔"

"میں تو کرلوں گی' آپ بھی کریجیے گا۔" ارم کے کہنے پر آمنہ نے مسکرا کر سر ہلا دیا۔

☼ ☼ ☼

اسے بے حد بھوک لگی تھی لیکن بھوک پر بھی نیند حاوی ہو رہی تھی۔ وہ اس وقت صرف چائے پینا چاہتا تھا۔ اندر کھڑی سوہنی کو دیکھ کر وہ دروازے میں ہی رک گیا' وہ بھی کھٹکے پر مڑی اور اسے دیکھ کر کچھ گھبرا سی گئی۔ وہ چائے ہی بنا رہی تھی۔

"چائے مل سکتی ہے؟" اس نے براہ راست سوہنی کو مخاطب کیا تو اس نے جلدی سے سر ہلا دیا۔

"پلیز ذرا جلدی۔" وہ کہہ کر ڈائننگ روم میں آگیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے کنپٹیوں کو دبایا۔ اس نے سنا تھا شادی والے گھر میں بہت کام ہوتا ہے لیکن اتنا زیادہ ہوتا ہے' یہ اسے اندازہ نہیں تھا۔ کل مہندی تھی لیکن ابھی کئی کام پڑے تھے۔ سارا دن کام کرنے کے باوجود عروبہ' فریحہ اور وکی کوئی نہ کوئی رونق لگائے رکھتے تھے۔ تین دن پہلے خالد چاچو کی فیملی بھی آگئی تھی۔ رات کو بھی وہ لوگ تین بجے سوئے تھے۔ پر صبح صبح خالد چاچو کی طبیعت خراب ہوگئی۔ ولی' توفیق صاحب کے ساتھ انہیں ہسپتال لے گیا۔ باقی سب تو بعد میں سو گئے لیکن وہ سو نہیں سکا۔

آٹھ بجے وہ ناشتہ کر رہا تھا جب توفیق صاحب کا فون آیا' وہ جلدی جلدی ہسپتال کے لیے نکلا تھا۔ مختلف ٹیسٹ کروانے' دوائیاں لانے میں اسے وہیں ایک بج گیا تھا۔ ان کے آتے ہی وہ وہاں سے نکل آیا۔ اسے کچھ کارڈز بھی دینے تھے۔ ابھی وہ گاڑی میں بیٹھا ہی تھا کہ علیزہ کا فون آگیا' اسے بیوٹی پارلر جانا تھا۔ وہ دوبارہ گھر آیا اور عروبہ اور علیزہ کو لے کر بیوٹی پارلر چھوڑا۔

وہ گھر کی طرف جا رہا تھا جب وکی کا فون آگیا۔ مہندی کے لیے جو ہال بک کیا تھا' ڈیکوریشن والے نہیں پہنچے۔ اس نے گاڑی وہیں سے موڑ لی۔ جب وہ وہاں سے نکلا شام کے سات بج رہے تھے۔ اس نے صبح دو سلائس لیے تھے' اب بھوک سے اس کا برا حال تھا لیکن ابھی اسے اپنی ساری شاپنگ کرنی تھی۔ جب وہ گھر پہنچا تو دس بج چکے تھے۔

"چائے۔" سوہنی کی آواز پر اس نے چونک کر دیکھا۔ چائے کا گرما گرم کپ اس کے سامنے تھا۔ چائے کا پہلا گھونٹ بھرتے ہی اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ جب وہ خالی ٹرے لے کر اندر آئی' وہ آدھی چائے پی چکا تھا۔

"چائے بہت مزے کی ہے۔" وہ مسکرا دی۔ تب ہی اس نے فریحہ اور آمنہ کو لاؤنج میں داخل ہوتے دیکھا۔

"وصی بھائی! آپ فارغ ہیں؟"

"کیوں؟"

"مجھے ابھی بازار جانا ہے۔ مہندی کے لیے سینڈل لینی ہے اور جیولری بھی۔ صبح سے کہہ رہی ہوں' کوئی لے کر ہی نہیں جا رہا اور کل مہندی ہے۔" وہ رو دینے کو تھی۔

"فری! سیرئسلی میں اس وقت بہت تھکا ہوا ہوں' صبح تمہیں لے جاؤں گا۔"

"صبح نہیں' ابھی۔"

"میں نے کہا نا....." اب کے وہ غصے سے بولا تو فریحہ چپ ہوگئی۔

"وکی! جاؤ بہن کو لے جاؤ۔"

"مما! پلیز میں بہت تھکا ہوا ہوں۔ مجھے تو شاید ہلکا سا بخار بھی ہو رہا ہے۔"

"رہنے دو بیٹا! صبح تمہارے ڈیڈی لے جائیں گے۔ بھائی واقعی تھکے ہوئے ہیں۔"

فریحہ کچھ نہیں بولی تھی' اس کی چائے ختم ہو چکی تھی۔ وہ بند ہوتی آنکھوں کے ساتھ اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگا۔ پھر وہ کپڑے بدلے بغیر بستر پر دراز ہوگیا۔ صرف ایک پل لگا تھا اور اسے کچھ ہوش نہیں رہا تھا۔

کچھ عجیب سا احساس تھا جس نے اسے بیدار کیا تھا' پر وہ آنکھیں نہیں کھول پا رہا تھا۔ وہ احساس دستک کا تھا۔ اس نے کروٹ بدل کر دوبارہ سونا چاہا لیکن دستک دینے والا کافی مستقل مزاج معلوم ہو رہا تھا۔ وہ بمشکل دکھتی آنکھوں کو کھول کر اٹھا۔ اسے اس وقت سخت غصہ آرہا تھا لیکن دروازہ کھلتے ہی فریحہ کو دیکھ کر اس کے چہرے کے تاثرات ذرا بدلے تھے۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟" اس کی سرخ آنکھیں دیکھ کر فریحہ نے بے ساختہ پوچھا۔

"ہاں' سو رہا تھا۔ تم بتاؤ' کوئی کام ہے؟"

"مجھے بازار جانا تھا لیکن کوئی بات نہیں' آپ سو جائیں۔" اس کا چہرہ بجھ گیا تھا۔ اس کے مڑتے ہی وصی دروازہ بند کر کے دوبارہ بیڈ پر آگیا لیکن آنکھیں بند کرتے ہی فریحہ کی روئی ہوئی آنکھیں نظر آنے لگیں۔ وہ کچھ دیر لیٹا رہا پھر جھنجلا کر اٹھ بیٹھا۔

"فری! چلو۔" وہ سب ٹی وی دیکھ رہے تھے۔ حیرت سے اسے دیکھنے لگے۔ علیزہ نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"وصی! تم صبح سے کام میں لگے ہو' آرام کرو۔ صبح آجائیں گی اس کی چیزیں۔" آخر میں اس نے غصے سے فریحہ کو گھورا جو کھڑی ہوگئی تھی۔

"کوئی بات نہیں۔"

"بھائی! ہم وکی کو نہیں لے کر جائیں گے۔" وکی کو اٹھتا دیکھ کر وہ غصے سے بولی۔ "چلو سوہنی۔"

"تم لوگ جاؤ' اسے رہنے دو۔ علیزہ کیا اکیلی بیٹھی رہے گی۔" ولی کے ٹوکنے پر اس نے بے اختیار اسے دیکھا جس کا چہرہ اچانک بجھ گیا تھا۔ وہ کندھے اچکا کر رہ گیا۔

وہ گاڑی باہر نکال رہا تھا جب توفیق صاحب کی گاڑی اندر داخل ہوئی۔

خالد صاحب کو دیکھ کر وہ باہر نکل آیا۔

"اب آپ کی طبیعت کیسی ہے چاچو؟"

"اب تو کافی بہتر ہوں بیٹا!" انہوں نے پیار سے اس کا گال تھپتھپایا۔

"تم کہیں جا رہے ہو؟"

"جی' فریحہ کو کچھ چیزیں لینی تھیں۔" ثمرہ کافی جانچتی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھیں جبکہ وہ انہیں اگنور کر رہا تھا۔

"آپ آرام کریں چاچو!" وہ مسکرا کر گاڑی کی طرف مڑ گیا۔

"عروبہ نہیں آئی؟" فریحہ اور وکی کو آتا دیکھ کر اس نے پوچھا۔

"وہ علیزہ آپی کے پاس رک گئی ہیں۔" اس نے سر ہلاتے ہوئے کار اسٹارٹ کر دی۔

مسلسل پندرہ منٹ سے وہ گاڑی میں بیٹھا تھا جبکہ وکی اور فریحہ جوتا تلاش کر رہے تھے۔ اچانک کسی نے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا تو اس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ فریحہ کھڑکی میں جھکی اس کا جائزہ لے رہی تھی۔

"آپ ایسے کیوں بیٹھے ہیں؟"

وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ "مجھے نیند آرہی ہے فری! اور کتنی دیر ہے؟"

"بس لے لی۔" اس نے جوتے کا ڈبہ اسے دکھایا اور کار کا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی۔

"آپ دنیا کے سب سے اچھے بھائی ہیں۔" اس کے لہجے میں اس کے لیے اتنا پیار تھا کہ ایک پل میں اس کی ساری تھکن اڑن چھو ہوگئی تھی۔

"مسکہ لگانا کوئی تم سے سیکھے۔"

وکی کی بات پر وہ غصے سے مڑی تو اس نے ہنستے ہوئے کار اسٹارٹ کر دی۔

☼ ☼ ☼

صاحبہ کو دیکھتے ہی وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھا جو اسے دیکھ کر مسکرائی تھی۔

"اتنی دیر سے کیوں آئی ہو؟"

"ممی کی وجہ سے لیٹ ہوگئی۔ وہ بھی ساتھ آرہی تھیں پھر پاپا کے کزن آگئے تو مما نہیں آسکیں۔ بس اس لیے۔" وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے تفصیل بتا رہی تھی۔

"کیسے آئی ہو؟"

"ڈرائیور کے ساتھ۔"

"اچھی لگ رہی ہو؟" صاحبہ نے ابرو اچکا کر اسے دیکھا۔

"آج تو مجھے کچھ بانٹنا چاہیے' تم نے میری تعریف کی ہے۔"

"اب تمہارا حق بنتا ہے۔" وہ اسی کے انداز میں بولا تو وہ

کھلکھلا کرہنس پڑی۔

"سبحان نہیں آیا؟" صاحبہ نے پوچھا ہی تھا' جب اپنے پیچھے سبحان کی آواز سنی۔

"کتنی جلدی رہتی ہے تمہیں لڑکی! میں وہاں گھر سے ہو کر آرہا ہوں اور تم یہاں ہو۔ مبارک ہو یار!" صاحبہ کو بتانے کے بعد وہ وصی کے گلے لگ گیا۔

"تمہارے ڈرائیور کو بھیج دیا ہے' میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔"

"کیا کھا کر آئے ہو۔ تمہاری بولتی بند ہی نہیں ہورہی۔"

وصی کے کہنے پر سبحان نے برا سا منہ بنایا تو صاحبہ کھلکھلا کرہنس پڑی۔

علیزہ کے اسٹیج پر آنے کے بعد آمنہ وقتاً فوقتاً سب کو مہندی کی رسم کے لیے اسٹیج پر بھیج رہی تھیں۔ وہ وکی کے دوست کی فیملی کی طرف بڑھ رہی تھیں' جب وصی کے پکارنے پر مسکراتی ہوئی اس کی طرف بڑھنے لگیں۔ لیکن اس کے قریب پہنچتے پہنچتے ان کے قدم ست پڑ گئے تھے جبکہ نظریں وصی کے ساتھ کھڑی لڑکی پر ٹھہری گئی تھیں۔

"مما! یہ صاحبہ ہے۔ میں نے آپ کو بتایا تھا نا۔" وصی کے تعارف کروانے پر صاحبہ نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے بڑی بے ساختگی سے اسے گلے لگایا تھا۔

"کیسی ہو بیٹا! آپ کی فیملی نہیں آئی؟"

"نہیں' آنٹی! گھر میں کچھ گیسٹ آگئے تھے۔"

"اچھا چلو' تمہیں علیزہ سے ملواتی ہوں۔ فری!" انہوں نے اسٹیج کی طرف جاتی فریحہ کو آواز دی تھی۔ اس کے ساتھ عروبہ اور وکی بھی آگئے تھے۔

"یہ فری ہے' وصی کی چھوٹی بہن۔ یہ وکی ہے اور یہ عروبہ' وصی کی کزن۔" صاحبہ نے بغور مسکراتی ہوئی عروبہ کا جائزہ لیا۔

"اور یہ وصی کی کولیگ ہے' اور بھی کچھ ہے۔ مگر وہ بعد میں بتاؤں گی۔" آمنہ کے مذاق پر صاحبہ کھل کر مسکرائی تھی جبکہ وصی نے کچھ جھجک کر اپنے بہن بھائی کو دیکھا' وہ سب صاحبہ کو ہی دیکھ رہے تھے۔

"بیٹا! مجھے ذرا مہمانوں کو دیکھنا ہے' فری تمہیں علیزہ سے ملوا دیتی ہے۔" فریحہ حیرانی سے کبھی وصی کو اور کبھی آمنہ کو دیکھ رہی تھی۔

"چلیں۔" صاحبہ کے پکارنے پر وہ مسکراتے ہوئے اس کے ساتھ چل پڑی۔

"مما! کیسی لگی آپ کو؟" ان کے جاتے ہی وصی آمنہ سے پوچھا۔

عروبہ اور وکی نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو اشارہ کیا تھا جبکہ آمنہ مسکرا دیں۔

"تمہیں پسند ہے تو مجھے بے حد پسند ہے۔" اب وہ بھی مسکرایا۔

"آپ نے ڈیڈی سے بات کی؟"

"ارے ابھی تو ملی ہوں۔ اب کیا یہیں کھڑے کھڑے بات کراؤں۔ کل بات کروں گی اور تم پریشان نہ ہو' وہ مان جائیں گے۔ یہ تم مجھ پر چھوڑ دو۔"

ان کے مڑتے ہی وہ بھی وہاں سے کھسکنے والا تھا۔ جب ایک طرف سے عروبہ نے اور دوسری طرف سے وکی نے اس کا بازو تھام لیا تھا۔

☼ ☼ ☼

علیزہ سے ملنے کے بعد وہ فوراً" پیچھے ہٹ گیا تھا جبکہ وہ اب وکی کے گلے لگ کر زار و قطار رو رہی تھی۔ مووی کی تیز روشنی میں سب کی آنکھوں سے گرتے آنسو وہ صاف دیکھ سکتا تھا' وہ جب دوبارہ آمنہ کے گلے لگی تو توفیق صاحب نے اس کا سر تھپک کر اسے الگ کیا تھا۔ وکی اور ولی اسے تھام کر گاڑی کی طرف لے جا رہے تھے جبکہ وہ اس کونے میں کھڑا خود کو سنبھالنے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔

گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے علیزہ نے متلاشی نظروں سے پیچھے دیکھا اور اس پر نظر پڑتے ہی اس کی آنکھیں پھر جل تھل ہوئیں تو وصی نے بڑی دقت سے مسکرا کر ہاتھ ہلایا تھا۔

گیٹ سے کچھ فاصلے پر رکھی کرسیوں میں سے ایک پر آمنہ افسردہ سی بیٹھی تھیں جبکہ فریحہ نے اپنا سر ان کی گود میں رکھا ہوا تھا۔ اس نے نظریں گھما کر صاحبہ کو ڈھونڈنا چاہا تو وہ اسے آمنہ کے پاس کھڑی نظر آئی' وہ ان کے قریب آگیا۔ وہ جانے کی اجازت مانگ رہی تھی۔

"اوکے آنٹی! اپنا خیال رکھیے گا۔" آمنہ نے پیار سے اس کا چہرہ تھپتھپایا۔

"سبحان کے ساتھ جاؤ گی؟"

"نہیں' وہ چلا گیا ہے۔ اسے کوئی ضروری کام تھا۔ پاپا کو

کہہ رہی ہوں۔"

"رہنے دو' میں چھوڑ آتا ہوں۔" وہ اپنا سیل فون نکال رہی تھی جب وصی نے اسے ٹوک دیا۔

"اٹس اوکے وصی! تم پہلے ہی تھکے ہوئے ہو۔"

"کوئی بات نہیں۔ وکی!" اس نے پاس سے گزرتے وکی کو آواز دی۔

"میں صاحبہ کو چھوڑنے جا رہا ہوں' کچھ دیر میں آتا ہوں۔" وکی کے سر ہلانے پر اس نے صاحبہ کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"آپ اتنی جلدی آگئے۔" توفیق صاحب کو دیکھ کر خالد نے اٹھنے کی کوشش کی۔ انہوں نے جلدی سے آگے بڑھ کر انہیں روک دیا۔

"ثمرہ کو تم نے ولیمہ میں بھیجا تھا؟"

"نہیں تو۔" خالد کے انکار پر وہ حیران ہوئے۔

"میں نے اسے سمجھایا بھی تھا کہ تمہارا خیال رکھے پھر بھی وہ ولیمہ اٹینڈ کرنے پہنچ گئی۔"

"اسے میری پروا کب ہے۔" انہوں نے جیسے اپنا ہی مذاق اڑایا تھا۔

"کیا مطلب؟" توفیق صاحب نے چونک کر انہیں دیکھا۔

"کچھ نہیں۔" وہ انہیں ٹال گئے۔ "میں ویسے بھی اب کافی بہتر ہوں اور پھر سوہنی تو میرے پاس ہی تھی۔"

توفیق صاحب کو قدرے تسلی ہوئی۔

"آپ کیوں تقریب چھوڑ کر آگئے؟"

"تم کیوں پریشان ہو رہے ہو۔" ولیمہ کی تقریب اب ختم ہونے والی تھی اور جب میں نے ثمرہ کو وہاں دیکھا تو میں پریشان ہو گیا کہ تم گھر میں اکیلے ہو۔ سوہنی کا خیال تو میرے ذہن میں ہی نہیں آیا' اس لیے میں ولی کے ساتھ آگیا۔"

ان کے اتنے پیار پر خالد نے مسکرا کر انہیں دیکھا۔

"تمہیں کیا پریشانی ہے خالد! کیوں دن بہ دن تمہاری صحت گرتی جا رہی ہے۔ ڈاکٹر بتا رہے تھے' یہ تمہیں دوسرا اٹیک ہوا ہے۔ کیا پریشانی ہے تمہیں' مجھے بتاؤ؟" وہ اب پریشانی سے خالد کا زرد چہرہ دیکھ رہے تھے۔

پیار کے ان بولوں نے انہیں موم کی طرح پگھلا دیا۔ ان کی آنکھوں سے آنسو نکل کر ان کے بالوں میں جذب ہونے لگے۔

"خالد!" توفیق صاحب بے چین ہو کر ان کے مزید قریب آگئے۔

"میں بہت اکیلا ہوں بھیا! بہت اکیلا۔ میں اپنے گناہوں کی سزا بھگت رہا ہوں۔ اس گناہ کی جو میں نے اماں اور اباجی کی نافرمانی کر کے کیا۔ میں نے ان سے بڑی بدتمیزی کی تھی۔ برے لوگوں سے دوستی کر کے انہیں تکلیف دی۔ ثمرہ سے شادی کر کے انہیں سب سے بڑی تکلیف دی۔ اباجی ٹھیک کہتے تھے' وہ عورت خاندانی نہیں' وہ شریف نہیں۔ وہ صحیح کہتے تھے بھیا! اس عورت نے میری زندگی کو عذاب میں مبتلا کر رکھا ہے۔ میں اس عورت کی حرکتیں دیکھتا ہوں لیکن بے بس ہوں۔ شروع میں' میں نے اس پر سختی کرنے کی کوشش کی لیکن وہ مجھے ہی دھمکیاں دینے لگی۔ اس نے مجھ سے شادی صرف دولت کے لیے کی تھی لیکن جب اباجی نے مجھے عاق کر دیا تو اس کا رویہ مجھ سے بدل گیا اور بھیا! میں جو خود کو بہت غیرت مند سمجھتا تھا' بے غیرت بن کر رہ گیا۔ وہ کیا کچھ کرتی ہے' کس حد تک مجھے خبر ہے لیکن میں بے بس ہوں۔"

ان کا سانس بری طرح پھول گیا تھا جبکہ طیش کے مارے توفیق صاحب کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

"کیوں بے بس ہو تم' کیوں اسے برداشت کر رہے ہو؟ فارغ کرواسے۔"

"میں ایسا نہیں کر سکتا بھیا! میں بیمار رہتا ہوں۔ اگر مجھے کچھ ہو گیا تو سوہنی کا کیا ہو گا۔ میں اب تک جو برداشت کر رہا ہوں' صرف اپنی بیٹی کے لیے۔ وہ میری جان ہے بھیا! بہت معصوم ہے۔ نافرمان اور بدتمیز نہیں۔ اپنی بیٹی کی شرافت پر مجھے فخر ہے۔ جب میں سوچتا ہوں' وہ اکیلی رہ جائے گی تو میں ڈر جاتا ہوں۔"

توفیق صاحب نے ان کا ہاتھ تھام لیا۔ "تم کہو تو میں ثمرہ سے بات کروں؟"

انہوں نے بے ساختہ نفی میں سر ہلایا۔ "کوئی فائدہ نہیں بھیا! میں اسے ہر طریقے سے سمجھا کر دیکھ چکا ہوں لیکن فطرت کبھی نہیں بدلتی۔ اور اب تو کچھ بچا ہی نہیں۔"

"ایسی ناامیدی کی باتیں مت کرو خالد! میں تمہارے ساتھ ہوں۔ کچھ نہیں ہو گا تمہیں۔"

لیکن وہ بڑی مایوسی سے مسکرائے تھے۔ "آپ بہت

خوش قسمت ہیں بھیا! جو آمنہ بھابھی جیسی نیک اور بڑے ظرف والی عورت آپ کی بیوی ہے۔ انہوں نے سوتیلی اولاد کو بھی سگوں سے زیادہ پیار دیا جبکہ ثمرہ سگی ماں ہونے کے باوجود سوہنی کے لیے سوتیلی ماں سے کم نہیں۔ کبھی کبھی تو میں اس کا رویہ دیکھ کر حیران ہوتا ہوں بھیا! مجھے تو ایک طرف رکھیں' پر سوہنی تو اس کی اولاد ہے لیکن اس کے باوجود سوہنی کے ساتھ اس کا رویہ ماؤں جیسا نہیں ہوتا۔"

پھر کچھ چونک کر انہوں نے توفیق صاحب کو دیکھا۔

"ایک درخواست کروں بھیا؟"

"تم حکم کرو خالد!" انہوں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہتے ہوئے ان کا ہاتھ چوم لیا۔

"بھیا! اگر مجھے کچھ ہو گیا تو سوہنی کو اس عورت کے پاس مت رہنے دیجئے گا۔ یہاں اپنے پاس لے آیئے گا۔ مجھے اس سے کوئی اچھی امید نہیں۔ اتنے سال میں نے اس کی حفاظت کی ہے لیکن اب....."

"خالد! ایسی باتیں نہ کرو' کچھ نہیں ہوگا تمہیں۔" انہوں نے خالد کا ہاتھ دبا کر انہیں تسلی دی تھی۔ تب ہی سوہنی سوپ لے کر اندر داخل ہوئی تھی۔

"تایا ابو! ولی بھائی آپ کو بلا رہے ہیں۔"

وہ ایک دم کھڑے ہوگئے۔ "اب تم آرام کرو اور کسی قسم کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔"

انہیں تسلی دے کر وہ سوہنی کے قریب رکے تھے۔

"بہت اچھی بیٹی ہے۔" ان کے سر تھپکنے پر وہ مسکرا دی تو وہ باہر نکل گئے۔

"پاپا! آپ رکیں گے یا آپ کو چلنا ہے۔" انہیں دیکھتے ہی وہ جلدی سے ان کی طرف بڑھا۔

"نہیں' میں اب نہیں جا رہا۔ آرام کروں گا۔"

ولی نے چونک کر ان کا چہرہ دیکھا۔ "آپ روئے ہیں پاپا؟" وہ ان کے قریب آکر ان کا چہرہ دیکھنے لگا۔ انہوں نے گہری سانس لیتے ہوئے اسے دیکھا۔

"میں خالد کی طرف سے بہت پریشان ہوں۔ وہ اس قدر پریشان ہوگا' یہ تو مجھے اندازہ ہی نہیں تھا۔"

وہ خاموشی سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"تم جاؤ' تمہیں دیر ہو رہی ہے۔"

"نہیں' آپ مجھے بتائیں۔ چاچو کو کیا پریشانی ہے؟"

"تمہاری اپنی خالہ کے بارے میں کیا رائے ہے؟" وہ ابرو اچکا کر انہیں دیکھنے لگا۔

"میں سمجھا نہیں پاپا!"

"میرا مطلب ہے' تم وہاں جاتے رہتے ہو۔ وہاں کا ماحول کس طرح کا لگا؟" ان کے سوالیہ انداز [illegible] نے دماغ پر زور ڈالا۔

"ایکچوئلی پاپا! زیادہ تر تو پنڈی میں فیکٹری [illegible] سے ہی جاتا ہوں اور رہتا بھی ہوٹل میں ہوں۔ خالہ [illegible] سے پیار کرتی ہیں' بار بار فون کر کے بلاتی ہیں تو جب [illegible] فارغ ہوتا ہوں' سارا ٹائم ان کے ساتھ گزارتا ہوں [illegible] ان کے گھر نہیں۔ خالہ کے کزن ہیں راحیل ماموں' ان کے ساتھ بھی میری اچھی خاصی دوستی ہے۔ ان کے ساتھ ہم ہوٹل وغیرہ میں اکٹھے لنچ یا ڈنر کر لیتے ہیں۔" وہ بڑی تفصیل سے انہیں جواب دے رہا تھا۔

"اور یہ راحیل کیسا آدمی ہے؟" اب کی بار ولی نے چونک کر انہیں دیکھا۔ "آپ اس طرح کے سوال کیوں پوچھ رہے ہیں۔ کیا کوئی سیریس بات ہے؟"

"کچھ نہیں' بس خالد' سوہنی کے بارے میں کافی پریشان ہے۔ میں سوچ رہا ہوں' سوہنی کی کہیں شادی کروا دوں۔ میرے بھائی کو کوئی تو سکون ملے۔"

"پر پاپا! وہ بہت چھوٹی ہے۔" وہ سوہنی کی شادی کا سن کر کافی حیران ہوا تھا۔

"وہ تو ہے لیکن..... خیر....." انہوں نے گہرا سانس لے کر بات ختم کر دی۔

"آپ نے کس کے ساتھ اس کی شادی کروانے کا سوچا ہے؟"

"ابھی سوچا تو نہیں' میرے ذہن میں پہلے تم لوگ ہی آئے تھے۔ میں جانتا ہوں' تمہیں اتنا ایج ڈفرنس پسند نہیں' وصی کسی لڑکی کو پسند کرتا ہے۔ رباد کی تو وہ کافی لاابالی ہے اور ابھی تو وہ پڑھ رہا ہے اور آمنہ کو بھی شاید اعتراض ہو' اس لیے اپنے دوستوں یا جاننے والوں میں دیکھوں گا۔

"ان شاء اللہ اچھا ہی ہوگا۔ تم جاؤ' اب دیر ہو رہی ہے۔"

وہ اس کا کندھا تھپکتے ہوئے باہر نکل گئے لیکن وہ ایسے ہی کھڑا رہا لیکن پھر سر جھٹک کر باہر جانے کے لیے مڑا۔ تب ہی عروبہ' فریحہ اور روکی اندر داخل ہوئے تھے۔

"تم گھر کیوں آگئے' میں تمہیں وہاں ڈھونڈ رہی تھی؟" عروبہ نے چھوٹتے ہی اس سے پوچھا تھا۔

"پاپا کو گھر آنا تھا' انہیں چھوڑنے آیا تھا۔ پر تم لوگ [illegible]ں آگئے؟"

"فنکشن ختم ہو گیا تو ہم لوگ بھی آگئے۔ سوہنی....." ولی کو دیکھتے ہی وہ اس کی طرف بڑھی۔

"تم آئیں کیوں نہیں؟"

"ابو کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی' اس لیے میں ان کے پاس رک گئی۔"

"اب ماموں کی طبیعت کیسی ہے؟"

"اب تو ٹھیک ہیں۔" وہ کہتے ہوئے دھیرے سے مسکرائی جبکہ ولی کی نظریں اس پر جم سی گئی تھیں۔

"علیزہ آپی کیسی لگ رہی تھیں؟ میرے بارے میں پوچھا انہوں نے؟" اس کے چہرے پر بچوں کا سا اشتیاق تھا۔ عروبہ نے پتا نہیں کیا کہا تھا' وہ کھل کر مسکرائی تھی۔ وہ ابھی اب کچھ کہہ رہی تھی' پر ولی کچھ سن نہیں سکا کیونکہ وہ اس طرف دیکھ رہا تھا۔

"بھائی....." اس نے چونک کر سامنے دیکھا۔ فری حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ "آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں؟"

اس نے کچھ کہے بغیر سر نفی میں ہلایا اور کاریڈور کی طرف مڑ گیا۔ فریحہ بھی کندھے اچکا کر عروبہ اور سوہنی کی طرف آگئی۔

دستک پر توفیق صاحب نے آنکھیں کھول دیں اور ولی کو دیکھ کر وہ حیرانی سے اٹھ بیٹھے۔

"تم گئے نہیں؟"

"نہیں' فنکشن ختم ہو گیا۔ سب واپس آگئے ہیں۔"

وہ جواب دے کر ان کے قریب بیڈ پر بیٹھ گیا۔ وہ اب گہری نظروں سے اس کا چہرہ دیکھ رہے تھے جس پر کشمکش کے آثار تھے۔

"پاپا! آپ سوہنی کی شادی کی بات کر رہے تھے' کس سے کریں گے اس کی شادی؟" وہ حیران تو ہوئے لیکن اپنی حیرت انہوں نے ولی پر ظاہر نہیں کی تھی۔

"میں نے تمہیں بتایا تو تھا کہ ابھی سوچا نہیں لیکن تم فکر نہ کرو' اللہ بہتر ہی کرے گا۔"

"پاپا!" پھر ذرا رک کر وہ بولا۔ "پاپا! میں سوہنی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

حیرت کی شدت سے کتنی دیر تک وہ کچھ بول ہی نہیں سکے۔ وہ خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھ رہے تھے۔ وہ پوری خود اعتمادی سے ان کے جواب کا منتظر تھا۔ اس کے برعکس اب وہ کشمکش کا شکار لگ رہے تھے۔ ابھی پرسوں ہی تو ارم نے ان سے عروبہ اور ولی کی بات کی تھی۔

"پر میں تو عروبہ....." وہ بات ادھوری چھوڑ کر چپ ہوگئے جبکہ ولی چونک گیا۔

"عروبہ کیا پاپا؟"

"کچھ نہیں۔" انہوں نے سر جھٹک کر جیسے اس بات کو ہی ختم کر ڈالا۔ "تمہیں سوہنی پسند ہے یا کسی ہمدردی کے تحت یہ فیصلہ کر رہے ہو؟"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔

"ابھی کچھ دیر پہلے تک تو تمہارا ایسا کوئی خیال نہیں تھا؟" وہ پوری طرح اسے جانچ لینا چاہتے تھے۔ وہ خود بھی اپنے اس اچانک فیصلے پر حیران تھا۔

"جی کچھ دیر پہلے تک میرا واقعی ہی ایسا کوئی خیال نہیں تھا لیکن یہ کوئی ہمدردی بھی نہیں۔" وہ اپنے مخصوص انداز میں بولا۔

"تم خوش ہو؟" وہ ایک پل میں مطمئن ہوگئے۔

"آپ جانتے ہیں پاپا! میں پہلے اپنی خوشی کو ترجیح دیتا ہوں۔"

وہ ہنس پڑے تھے جبکہ وہ بھی مسکراتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔ انہوں نے بڑے فخر سے اپنے لمبے چوڑے بیٹے کو دیکھا جو انہیں بہت پیارا تھا لیکن آج تو بہت ہی پیارا لگ رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

وہ حیران تو تھی ہی لیکن ساتھ ہی الجھن' خوف' ان کہی' انجانی سی کیفیات اس کے دل میں تھیں اور یہ ساری کیفیات اس کے چہرے پر ظاہر بھی ہو رہی تھیں۔ اس کی ماں نے کبھی بھی اسے سمجھنے یا اس کا چہرہ پڑھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ پر پتا نہیں کیوں آج انہیں اس کا اترا ہوا چہرہ نظر آگیا تھا۔

"یہ تمہارے منہ پر بارہ کیوں بجے ہیں؟"

"امی! مجھے ولی بھائی سے بہت ڈر لگتا ہے۔"

"لو یہ نئی کہی تم نے۔ وہ کیا جن ہے' جس سے ڈر لگتا ہے اور تم یہ رونا مچا کر کوئی نئی مصیبت نہ کھڑی کر دینا۔ زندگی میں پہلی بار تمہارے باپ نے کوئی ڈھنگ کا فیصلہ کیا ہے' ورنہ میں نے اس کے ساتھ شادی کر کے زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی تھی۔ خود ہی اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماری تھی۔"

ان کے چہرے پر بیزاری تھی۔ وہ ہمیشہ سے ان کی ایسی گفتگو سننے کی عادی تھی لیکن ہر بار اسے نئے سرے سے برا لگتا تھا۔

"اچھے خاصے میرے رشتے تھے' پر میں تمہاری باپ کی باتوں میں آگئی۔ مجھے تو یہی پتا تھا کہ بڑا مال دار ہے تمہارا باپ لیکن یہ نہیں پتا تھا اتنا بے وقوف ہے۔ اپنے باپ سے ہی پنگالے ڈالا اور یہ لوگ بھی کمال نکلے۔ تمہارے باپ کو جائیداد سے ہی عاق کردیا اور سارا کچھ تمہارے تایا کو دے دیا۔ شیزانہ کی توفیق بھائی سے شادی کروانے کے لیے مجھے جو پاپڑ بیلنے پڑے تھے' یہ مجھے ہی پتا ہے اور جب میری بہن کی سنی گئی تو یہ آمنہ بی بی بیچ میں آگئیں۔" وہ چبا چبا کر بولیں۔

"اور شیزانہ..... اللہ نے اسے مہلت ہی نہیں دی' ورنہ....." وہ سر جھٹک کر رہ گئیں۔

"لیکن اب میں تمہارے لیے خوش ہوں۔" وہ اچانک پرجوش ہو کر اس کا چہرہ دیکھنے لگیں۔

"ولی کو تو میں اتنے سالوں میں بڑی اچھی طرح سمجھ گئی ہوں۔ آخر کو میرا بھانجا ہے۔" ان کے لہجے میں ولی کے لیے فخر و غرور تھا۔

"میں تو اپنی عقل کو کوس رہی ہوں' مجھے پہلے یہ خیال کیوں نہیں آیا کہ تمہاری اور ولی کی شادی سے مجھے کتنا فائدہ ہو سکتا ہے۔ خود سوچو۔" وہ دبا دبا جوش چہرے پر لیے اس کے قریب آگئیں۔

"وہ توفیق بھائی کا کتنا لاڈلا ہے اور اتنی بڑی جائیداد میں اتنا بڑا حصہ ہے اس کا۔ یہاں آکر سب کچھ دیکھ کر میرا دل خوش ہو گیا تھا۔ گھر میں بڑا رعب ہے اس کا اور وہ آمنہ..... وہ بھی اس سے ڈرتی ہے۔ شیزانہ کی لڑکیاں تو بالکل پاگل ہیں' اسی کو ماں سمجھ بیٹھی ہیں۔ وہ چھوٹا وکی..... وہ تو ٹھیک ہے' پر وہ دوسرا وصی۔ بہ ظاہر تو دھیمے مزاج کا لگتا ہے لیکن میری نظریں اندر تک دیکھ لیتی ہیں۔ طبیعت کا ضدی لگتا ہے اور غصے کا بھی کم نہیں۔ سب سے بڑی بات ماں کا پورا ساتھ دیتا ہے۔ تم نے دیکھا ولی کے غصے سے سارے گھبراتے ہیں لیکن اس کے چہرے پر کتنا اطمینان ہوتا ہے۔ اس گھر پر حاوی ہونے کی راہ میں یہ لڑکا ہمارے لیے مصیبت بن سکتا ہے۔"

وہ بڑی توجہ سے اپنی ماں کے منصوبے سن رہی تھی۔

"خیر اسے چھوڑو' مجھے تمہیں کچھ باتیں سمجھانی ہیں۔ ولی نے خود تمہارا نام لیا ہے۔ ظاہر سی بات ہے' اسے تم پسند ہو۔ اب تم سدا کی بے وقوف۔ پتا نہیں کس پر چلی گئی ہو۔ میرا تو تم پر کوئی اثر ہی نہیں پڑا۔"

ان کے اچانک بدلے ہوئے لہجے پر وہ روہانسی ہو گئی۔

"یہ جو تمہاری عادت ہے نا لوگوں کو دیکھ کر چھپ جانے کی' اسے بدلو۔ ولی اب تمہارا ہونے والا منگیتر ہے۔ اس سے دوستی کرو' اسے پوری طرح اپنی مٹھی میں کرلو تاکہ جو تم کہو' وہ وہی کرے پھر شادی کے بعد اسے یہاں سے لے کر الگ ہو جانا۔ میں بھی تمہارے پاس آجاؤں گی اور فیکٹریاں بھی اس سے کہنا اپنے نام کروا لے۔ اچھا اس کو بھی ابھی رہنے دو' بعد میں تمہیں سمجھا دوں گی۔"

ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اپنی بدھو بیٹی کے دماغ میں ساری باتیں کیسے گھسائیں۔ "فی الحال تو تم اسے اپنی مٹھی میں کرنے کی کوشش کرو۔"

وہ بڑی بے چارگی سے ان کا منہ دیکھنے لگی۔

"تمہیں تو مٹھی میں کرنا بھی نہیں آتا۔" انہوں نے جھنجلا کر اس کے سر پر ہلکا سا تھپڑ لگایا۔

"تمہارے باپ کو بھی دیکھ لوں' ورنہ تمہارے تایا کا منہ پھول جائے گا۔" وہ کھڑی ہو گئیں' تب ہی ان کا سیل فون بجا تھا۔

"ہاں راحیل! کیسے ہو۔ نہیں' ابھی کہاں۔ ابھی تو یہیں پھنسی ہوں۔ ایک خوشخبری سنو' کل سوہنی اور ولی کی منگنی ہے۔ ہاں یہ بوجھ تو اترا۔"

وہ اب باہر نکل گئی تھیں جبکہ اس نے بے اختیار گہرا سانس لیا۔

ان کے لیے وہ واقعی بوجھ ہی تھی۔ بیٹی تو صرف وہ اپنے باپ کے لیے تھی۔ اسے ہمیشہ اپنی ماں کی حرکتوں اور باتوں پر دکھ کے ساتھ افسوس بھی ہوتا تھا لیکن وہ بے بس تھی۔ اس میں کبھی بھی اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ اپنی ماں کو ٹوک سکے۔ اس نے بچپن میں ان سے بہت مار کھائی تھی اور ایک خوف سا اس کے دل میں بیٹھ گیا تھا۔ اول تو ان کے گھر کوئی آتا نہیں تھا لیکن اگر کوئی جاننے والا آجاتا تو ان سب کے انداز اتنے عجیب ہوتے کہ وہ خود ہی سامنے آنے سے کتراتی' تب تو وہ چھوٹی تھی لیکن اب وہ سمجھنے لگی تھی۔ اسے اپنی ماں کی حرکتوں کا اندازہ بھی تھا اور اپنے باپ کی شرافت کا احساس بھی۔ اسے اپنے باپ سے بہت محبت تھی' اس لیے ہر وقت ان کے ساتھ لگی رہتی۔ اسے ان کے ساتھ سکون کا احساس ہوتا تھا جبکہ اپنی ماں کے ساتھ اسے لگتا تھا' وہ ننگے سر' تپتی دھوپ میں آکھڑی ہوئی ہے۔ اس کی ماں نے اس کے اندر کا سارا اعتماد ختم کر ڈالا تھا۔ بچپن میں تو اسے اکثر یہی لگتا تھا کہ اس کی ماں سوتیلی ہے' وہ اکثر اپنے باپ سے پوچھتی بھی تھی کہ اس کی امی اس کی اصلی والی امی ہیں اور ان کے چہرے پر جو تھکی تھکی سی مسکان آتی تھی' وہ تب انہیں سمجھ نہیں پاتی تھی' پر اب وہ جان گئی تھی اور پہلی بار جب وہ یہاں آئی تو اس گھر کے ماحول اور اس گھر کے لوگوں کے پیار نے اسے کافی متاثر کیا تھا۔ فریحہ اور علیزہ اس کی کزن اپنی ماں سے کتنا قریب تھیں اور جب اسے پتا چلا کہ وہ ان کی سوتیلی ماں ہے تو کتنے دن تک وہ بے یقین رہی۔ اور پھر علیزہ کی شادی پر اسے انہیں قریب سے دیکھنے اور جاننے کا موقع ملا تو اس نے اللہ سے دعا کی تھی کہ کاش اس کی ماں بھی ایسی ہوتی' بے شک سوتیلی ہوتی پھر اپنی دعا پر خود ہی ہنس پڑی تھی۔

اور اب ولی..... وہ ایک دم حواسوں میں آئی۔ وہ اکثر ان کے گھر آتا تھا' اس کا ولی سے دہرا رشتہ تھا۔ خالہ کا بیٹا اور تایا کا بیٹا لیکن وہ اس کے سامنے بھی کم آتی تھی اور وہ بھی اس سے صرف سلام دعا کی حد تک ملتا تھا۔ وہ اس سے بہت بڑا تھا اس نے تو کبھی کسی کے بارے میں بھی نہیں سوچا تھا۔ اسے تو اپنی ماں اور باپ کے بارے میں ہی سوچنے سے فرصت نہیں ملتی تھی۔

"وہ اس گھر کا حصہ بنے گی۔"

یہ سوچ اس کے چہرے پر مسکراہٹ لے آئی تھی۔

"آمنہ' توفیق صاحب' وکی بھائی' علیزہ آپی' وصی بھائی' فری یہ سب اس کے اپنے ہوں گے اور ولی بھائی۔" اس کی مسکراہٹ یکدم غائب ہو گئی۔ "انہیں مجھ میں کیا اچھا لگا؟" وہ اپنے بارے میں ایسے ہی احساس کمتری کا شکار تھی لیکن جب اسے اپنے چہرے کا رنگ بدلتا محسوس ہوا تو وہ گھبرا کر سامنے دیکھنے لگی۔ کمرہ خالی تھا۔ اپنی کیفیت پر وہ خود ہی ہنس پڑی تھی۔

☆ ☆ ☆

خالد نے جب ولی کو انگوٹھی پہنائی تھی تو علیزہ نے بے اختیار آمنہ کو تلاش کیا تھا۔

"مما....." آمنہ نے مڑ کر سجی سنوری علیزہ کو دیکھا اور بے ساختہ مسکرا دیں۔

"میری بیٹی کتنی پیاری لگ رہی ہے اور کچھ ذمہ دار بھی۔"

"مما....." وہ ایک دم جھینپ کر ان کے گلے لگ گئی پھر تیزی سے الگ ہوگئی۔ "یہ سب کیا ہے مما! آپ نے تو کہا تھا کہ ولی کی بات عروبہ سے طے کرنی ہے۔ آپ نے بابا سے بات نہیں کی تھی۔" وہ سنجیدہ ہو گئیں۔

"ارم نے بھی بات کی تھی تمہارے بابا سے۔ تب تو وہ خوش تھے لیکن پرسوں جب ہم تمہارے ولیمہ سے واپس آئے تو وہ خالد بھائی سے بات طے کر چکے تھے۔ ولی نے خود سوہنی سے شادی کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔" انہوں نے گہرا سانس لیا۔

"ولی نے....." علیزہ اب الجھی ہوئی لگ رہی تھی۔

"لیکن مما....." تب ہی فری اندر داخل ہوئی تھی۔

"مما! ڈیڈی آپ کو بلا رہے ہیں۔"

"ہاں' چلو۔ آجاؤ علیزہ!" آمنہ کے کہنے پر اس نے سر ہلایا۔ وہ عروبہ سے سامنا کرنے کے خیال سے پریشان ہو رہی تھی۔ وہ گہرا سانس لیتے ہوئے لاؤنج میں آگئی۔ اس نے غور سے سادہ چہرہ لیے بیٹھی سوہنی کو دیکھا جس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی پھر اس کی نظر ولی پر پڑی جس کے قہقہے سے اس کی خوشی کا اندازہ ہو رہا تھا۔ اس کی متلاشی نظروں نے عروبہ کو ڈھونڈا جو اسے ایک کونے میں بیٹھی نظر آئی۔ وہ اپنے اندر حوصلہ پیدا کر کے اس کی طرف بڑھی۔ اس کے بیٹھنے پر عروبہ نے چونک کر اسے دیکھا تھا اور مسکرا دی جبکہ اس کی سرخ آنکھوں نے علیزہ کو بہت تکلیف دی تھی۔

"عروبہ....." علیزہ کے آواز دینے پر اس نے نم آنکھوں اور مسکراتے ہوئے لبوں سے اسے دیکھا۔

"دیکھو نو میرا شک صحیح نکلا۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ اپنے اندازے کے صحیح ہونے کا مجھے بے حد افسوس ہے۔"

وہ اب بھی مسکرا رہی تھی لیکن اس کے لہجے کا درد علیزہ محسوس کر رہی تھی۔

"حالانکہ میری خاموش محبت کا یہی انجام ہونا تھا کیونکہ جس سے محبت کی تھی' اس میں تو شروع سے ہی دوسروں کے احساسات سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں تھی۔ غلطی میری ہی ہے۔" عروبہ نے سر جھکا لیا۔

"عروبہ! آئی ایم سوری۔"

"تم کیوں سوری کررہی ہو؟ لیکن میں اسے کبھی نہیں بھول سکتی علیزہ!" کچھ دیر بعد علیزہ نے اس کی بھرائی ہوئی آواز سنی۔ علیزہ نے جھکا ہوا سر اٹھایا، وہ سامنے دیکھ رہی تھی۔ علیزہ نے اس کی نظروں کا تعاقب کیا جو ولی پر جمی تھیں۔ اس نے پیار سے عروبہ کا ہاتھ تھاما تو وہ جیسے چونک کر اس کی طرف مڑی۔

"لیکن بھولنے کی کوشش کرنے میں کوئی حرج بھی نہیں۔" اچانک اس نے دونوں آنکھوں کو زور سے رگڑ ڈالا۔

"سوری، تمہیں بھی ڈسٹرب کردیا۔ تم بیٹھو، میں آتی ہوں۔" وہ اسے مزید بات کرنے کا موقع دیے بغیر وہاں سے ہٹ گئی تھی۔

سوہنی پر ایک نظر ڈال کر ولی نے سرسری انداز میں سامنے دیکھا تو عروبہ کی نظریں اس پر جمی تھیں۔ اس کے دیکھنے پر بھی اس کے انداز میں فرق نہیں آیا تھا۔ ولی چونکا تھا۔ اس کی نظروں میں عجیب سا احساس تھا۔ پھر وہ وہاں سے اٹھ گئی تھی۔ ولی کی نظروں نے آخر تک اس کا پیچھا کیا، وہ اب ارم کے پاس جاکر کھڑی ہوگئی تھی۔ وہ بھی بے اختیار اٹھ کر اس کے پیچھے آیا تھا۔

"ممی! مجھے گھر جانا ہے۔" ارم نے حیرت سے اس کی سرخ آنکھیں دیکھیں۔ "میری طبیعت خراب ہورہی ہے۔"

ارم کی پیشانی پر بل پڑ گئے تھے۔

"میں تمہیں گھر سے سمجھا کرلائی تھی عروبہ! کیوں اپنا تماشا بنارہی ہو۔ تمہارے پاپا بھی بار بار پوچھ رہے ہیں، تمہیں کیا ہوا ہے۔" وہ نیچی آواز میں اسے ڈانٹ رہی تھیں۔

"کیا بات ہے پھوپھو؟" اپنے پیچھے ولی کی آواز سن کر عروبہ کے ہونٹ بھینچ گئے تھے۔

"کچھ نہیں بیٹا! عروبہ کی طبیعت خراب ہورہی ہے۔"

"کیا ہوا ہے تمہیں؟" وہ براہ راست اس سے مخاطب ہوا جو اس کی طرف رخ موڑے کھڑی تھی۔

"کچھ خاص نہیں، شاید بخار ہورہا تھا۔"

"چلو، میں ڈاکٹر کے پاس لے چلتا ہوں۔" اگر آج سے پہلے اس نے اتنی فکرمندی کا اظہار کیا ہوتا تو شاید وہ خوشی سے پاگل ہوجاتی لیکن آج تو آنسو آنکھوں میں تیرنے لگے تھے۔

"نہیں، میں ٹھیک ہوں۔" اس نے اس کی طرف دیکھنے سے گریز کیا تھا۔

"سب ٹھیک ہے بیٹا! تم جاؤ، وہاں جاکر بیٹھو۔" ارم کے کہنے پر اس نے کھوجتی نظر عروبہ پر ڈالی جس کے چہرے کا دایاں رخ تھوڑا بہت نظر آرہا تھا، ورنہ آدھے چہرے کو بالوں نے ڈھانپ رکھا تھا۔ وہ سر جھٹک کر واپس مڑ گیا اور کب سے خاموشی سے عروبہ کو دیکھتا وصی کھڑا ہوگیا۔

"پھوپھو! میرا خیال ہے عروبہ کی طبیعت ٹھیک نہیں، میں اسے ڈاکٹر کے پاس لے جاتا ہوں۔"

"نہیں۔" وصی کی آواز پر اس نے چونک کر سرخ آنکھوں سے اسے دیکھا اور فوراً نظریں پھیر لیں۔ "نہیں، مجھے ڈاکٹر کے پاس نہیں جانا۔ تم مجھے گھر چھوڑ دو۔"

وصی نے ایک نظر ارم کے پریشان چہرے پر ڈالی۔

"چلو۔" وہ اسے دیکھے بغیر باہر نکل گیا جبکہ وہ ارم کے ناراض چہرے پر نظر ڈال کر کسی کو دیکھے اور کچھ کہے بغیر وہاں سے نکل آئی۔

کچھ دیر بعد وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی تو وصی نے اسے مخاطب کیے بغیر کار اسٹارٹ کردی۔ گاڑی سگنل پر روک کر اس نے اسے دیکھا جو گردن موڑے کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔ وہ پھر سامنے دیکھنے لگا۔ پورے بیس منٹ بعد جب گاڑی گھر کے گیٹ کے آگے رکی تو اس دوران پہلی بار اس نے عروبہ کو مخاطب کیا تھا۔

"عروبہ!" گھر آنے کے باوجود نہ اتری تھی اور نہ اس کی آواز پر مڑی تھی۔

"عروبہ! میں جانتا ہوں تم رو رہی ہو۔ رونے سے دل کا غبار نکل جاتا ہے۔ میں تمہیں رونے سے منع نہیں کررہا، پر تم اپنے آنسو مجھ سے کیوں چھپا رہی ہو۔ میں تمہارا بہت اچھا دوست بھی ہوں اور دوستوں سے اپنی تکلیف نہیں چھپاتے۔"

عروبہ نے بہت آہستگی سے سر گھمایا تھا۔ اس کا سارا چہرہ بھیگا ہوا تھا۔ وصی گہری سانس لے کر رہ گیا۔

"اس طرح رونے سے کیا فائدہ ہوگا۔ وہ تمہیں مل جائے گا؟ کیوں خود کو تکلیف دے رہی ہو۔" وصی کے لہجے میں دکھ تھا۔

"میں خود کو تکلیف نہیں دے رہی وصی! بلکہ اس

لیف کے لیے رو رہی ہوں جو دل ٹوٹنے سے ہورہی ہے۔ میں تو اب یہ بھی بھول گئی ہوں، پہلی بار ولی مجھے کب اچھا لگا تھا۔ حالانکہ وہ کسی سے زیادہ بات نہیں کرتا تھا بلکہ ہماری تو کبھی دوستی بھی نہیں رہی لیکن پھر بھی میں نے ہمیشہ اسے سوچا۔ محبت میں بدلہ نہیں ہوتا لیکن اگر محبت کے جواب میں محبت نہ ملے تو بہت درد ہوتا ہے وصی!" اس نے بے اختیار گہرا سانس لیا۔

"آئی ایم سوری عروبہ! اگر میں یہ ضرور کہوں گا کہ تمہیں ابھی لگ رہا ہے کہ تم ولی کو بھول نہیں سکتیں لیکن جب تمہاری زندگی میں کوئی اچھا شخص آئے گا تو تمہیں احساس ہوگا کہ وہ سب جو گزر گیا، وہ کچھ بھی نہیں تھا۔"

عروبہ نے استہزائیہ انداز میں مسکرا کر اسے دیکھا۔

"وصی! یہ باتیں کرنا بہت آسان ہے۔ اگر تمہیں کسی سے محبت ہو اور وہ تم سے چھین لیا جائے تو تم کیا کروگے؟"

وصی خاموش ہوگیا پھر کندھے اچکا کر ہلکے پھلکے انداز میں بولا۔

"وہ نہ سہی اور سہی۔"

اس نے وصی کو دیکھا پھر خاموشی سے دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔

☼ ☼ ☼
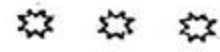
"ہیلو۔" صاحبہ کی چہکتی آواز پر اس نے کمپیوٹر اسکرین سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھا۔

"کیا بات ہے، بہت بزی لگ رہے ہو؟"

"بزی تو ہوں، پر تم اس وقت میرے کیبن میں۔ کیا فارغ ہو؟"

"نو۔" اس نے منہ بنایا۔ "یہ فائل ڈار صاحب کو دینے جارہی تھی۔" اس نے ہاتھ میں پکڑی فائل اس کے سامنے لہرائی۔

"کل ولی کی منگنی تھی۔"

"واقعی۔" وہ حیران ہوکر اسے دیکھنے لگی۔ "پر کل تک تو تم نے ایسے کسی پروگرام کا ذکر نہیں کیا؟"

"کل تک مجھے کیا، کسی کو نہیں پتا تھا۔ صبح ڈیڈی نے سب کو بتایا کہ شام کو ولی کی منگنی ہے۔"

"اسٹرینج۔ تو کیا تمہارے ڈیڈی نے زبردستی منگنی کروائی ہے۔"

"زبردستی اور وہ بھی ولی کے ساتھ؟" وہ ہنس پڑا تھا۔

"اس کی پسند سے ہوئی ہے۔"

"گڈ۔" صاحبہ نے ابرو اچکا کر جیسے اسے داد دی تھی۔

"لڑکی کون ہے اور کیسی ہے؟"

"تم نے دیکھا ہوا ہے اسے۔ علیزہ کی شادی پر فری کے ساتھ ساتھ تھی۔ سوہنی، ولی کی خالہ کی بیٹی ہے اور میرے چاچو کی۔"

اس نے دماغ پر زور ڈالا اور پھر حیرت سے وصی کو دیکھا۔

"وہ... وہ تو بہت چھوٹی سی ہے۔"

"ہاں، ہے تو۔" وہ کندھے اچکا کر بولا۔ "لیکن اچھی ہے۔ ولی جیسے بندے کے ساتھ وہی لڑکی چل سکتی تھی۔ اگر کوئی میچور لڑکی ہوتی تو ولی کے ساتھ اس کا نباہ مشکل ہوجاتا۔ ولی اگر غصہ بھی کرے گا تو سوہنی رو دھو کر چپ ہوجائے گی۔"

"کتنے ظالم ہو تم وصی! اس بے چاری لڑکی پر مجھے تو ترس آرہا ہے۔"

"اگر تم میں بھی اپنے بھائی والے جراثیم ہیں تو ابھی سے بتادو۔ میں اس طرح کا رعب بالکل برداشت نہیں کرسکتی۔"

"وہ تو مجھے پتا ہے۔" وصی ایک بار پھر کمپیوٹر کی طرف مڑ گیا تو وہ بھی سیدھی ہوگئی۔

"اچھا سنو۔" وصی کچھ یاد آنے پر پھر اس کی طرف متوجہ ہوا۔ "مما تمہاری طرف آنے کا کہہ رہی تھیں پھر کب انہیں لے کر آؤں؟"

صاحبہ سوچ میں پڑ گئی۔

"ایسا ہے وصی! پاپا تو ان دنوں دبئی گئے ہوئے ہیں اور ویسے بھی ممی اور پاپا میں تھوڑی سی ناراضی ہے۔ اس وجہ سے تم دو تین ماہ ٹھہر جاؤ۔"

وصی نے کچھ کہنا چاہا لیکن پھر کچھ سوچ کر خاموش ہوگیا تو وہ باہر کی طرف بڑھنے لگی۔ وصی کو شرارت سوجھی تھی۔

"ابھی منگنی نہیں ہوئی۔ تم سوچ لو، غصہ مجھے بھی آتا ہے۔"

اس کی بات پر صاحبہ نے مڑ کر اسے دیکھا، وہ اب شرارت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"پتا ہے مجھے، پر میں رونے والوں میں سے نہیں رلانے والوں میں سے ہوں۔"

وصی نے بھرپور قہقہہ لگایا تو وہ بھی مسکراتے ہوئے اس

کے کیبن سے باہر نکل گئی۔

☼ ☼ ☼

اسے اس گھر کا' اس ماحول کا حصہ بن کر بہت اچھا لگ رہا تھا۔

میں نے اس وقت کتنا کہا تھا کہ وصی بھائی پہلی بار کسی لڑکی کے ساتھ نظر آئے ہیں۔ دال میں ضرور کچھ کالا ہے' پر تب یہ مانتی ہی نہیں تھی۔ اب دیکھو' وکی نے فریحہ کو جیسے جتایا تھا۔

"بھائی! آپ واقعی انہیں پسند کرتے ہیں؟"

"لگتا تو یہی ہے۔" فریحہ کے پوچھنے پر وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"آپ کو ان میں اچھا کیا لگا؟" وصی ابرو اچکا کر سوچنے لگا پھر دوبارہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"تمہیں پسند نہیں؟"

"کیا فرق پڑتا ہے؟"

"کیوں فرق نہیں پڑتا۔ اگر تمہیں نہیں پسند تو بس فیصلہ ہو گیا۔ میں صاحبہ سے منگنی نہیں کروں گا۔"

"واقعی۔" فریحہ نے حیرت سے اسے دیکھا جبکہ وکی کے آنکھیں پھیلانے پر وصی نے فریحہ سے نظر بچا کر اسے آنکھ ماری تھی۔

"اور کیا میں شادی وہاں کروں گا جہاں فری کہے گی۔"

فریحہ نے بڑے فخریہ انداز میں مسکراتی ہوئی سوہنی اور شرارتی انداز سے دیکھتے وکی کی طرف دیکھا۔

"میں آج مما کو منع کر دیتا ہوں۔"

"نہیں' اب ایسی بھی کوئی بات نہیں۔" وہ جلدی سے وصی کی بات کاٹ کر بولی۔ "میں نے یہ تھوڑی کہا ہے کہ وہ بری ہیں' اچھی ہیں۔"

"شکر ہے۔" وصی کے انداز میں شرارت صاف محسوس ہو رہی تھی۔

"وصی بھائی! میں کل سے سوچ رہا ہوں اور کافی پریشان بھی ہوں۔ اب صاحبہ بھابھی کو شادی کے بعد بھابھی کہوں گا۔ اچھا بھی لگے گا۔ وہ مجھ سے بڑی ہیں لیکن اسے دیکھیں۔" اس نے سوہنی کی طرف اشارہ کیا۔ "یہ میرے سب سے بڑے بھائی کی بیوی اور عمر میں مجھ سے بھی چھوٹی۔ اس کو بھابھی کہتے ہوئے تو میرے منہ میں چھالے نکل آئیں گے۔"

وکی نے جس انداز میں بات کی تھی' وصی اور [illegible] قہقہہ بے ساختہ تھا جبکہ سوہنی بری طرح جھینپ گئی [illegible]

"سوہنی بھابھی!" فری نے بھی شرارتی انداز میں [illegible] دیکھا جبکہ اس کا جھکا سر مزید جھک گیا۔

"وکی!" ولی کی زوردار آواز پر محفل میں ایک [illegible] خاموشی چھا گئی تھی۔

"جن آ گیا ہے۔" وصی نے دھیمی آواز میں فری [illegible] کہا جس کے چہرے پر دبی دبی مسکراہٹ تھی' وہ اب [illegible] آچکا تھا۔

"وکی! میں نے تمہیں پاسپورٹ دیا تھا' وہ کہاں [illegible] ہے؟"

"آپ کے بیڈ کے سائیڈ ٹیبل پہ رکھا تھا۔ چلیں [illegible] خود دیکھتا ہوں۔" وہ فوراً کھڑا ہوا تھا۔

سوہنی نے آج پہلی بار اس بات کو بری طرح محسوس [illegible] تھا کہ ولی کو دیکھتے ہی سب خاموش ہو جاتے تھے۔ ولی اور وصی تقریباً ہم عمر تھے لیکن علیزہ' وکی' فری سب [illegible] سے کتنے فرینک تھے اور ابھی بھی وہ کتنا فری ہو کر وصی [illegible] بات کر رہے تھے جبکہ ولی سے مذاق تو دور کی بات تھی' [illegible] تھوڑی بہت بات بھی بہت جھجک کر کرتے تھے۔ نہ جانے کیوں اس کا دل اچانک بجھ سا گیا۔ تب ہی وکی تیزی سے اندر داخل ہوا۔

"آج کی بریکنگ نیوز تو میں آپ کو بتانا ہی بھول گیا۔ ان کا امریکہ کا ویزا لگ گیا ہے' وہ بھی دو سال کا۔"

"کیا؟" فریحہ خوشی سے چیخی تھی جبکہ وصی نے چونک کر دیکھا تھا۔

"لیکن ڈیڈی نے اسے امریکہ جانے سے منع کیا تھا۔" وصی اب وکی کو دیکھ رہا تھا۔

"ہاں تو وہ کون سا جا رہے ہیں۔ اب انٹرویو دیا تھا' اس کا نتیجہ تو نکلنا ہی تھا' ہاں یا ناں اور ان کا نتیجہ ہاں کی صورت میں نکل آیا۔"

وصی نے کندھے اچکائے تھے۔

پھر وصی نے شرارت سے خاموش بیٹھی سوہنی کو دیکھا۔ "سوہنی! تمہارا پاسپورٹ ہے؟"

اس نے سرنفی میں سر ہلا دیا۔

"چلو بنوا لیں گے' اب ولی کو ہم اکیلے تو نہیں بھیج سکتے۔" اس کے انداز پر اس کا چہرہ گلابی ہو گیا۔

"اف میرے خدا..... بھائی! یہ شرماتی کتنا ہے اور ایک [illegible]

[illegible] آپ کی والی ہیں' انہیں شرمانے کے علاوہ اور سب کچھ آتا ہے۔"

"کیا مطلب؟" وصی نے گھور کر اسے دیکھا۔

"مطلب یہ کہ میں اسے بھابھی کہوں تو ایک منٹ میں اس کا چہرہ نیلا پیلا لال ہونے لگتا ہے اور اس دن آپی کے [illegible] پر میں نے جب انہیں بھابھی کہا تو انہوں نے ایسے [illegible] انداز میں مجھے دیکھا جیسے میں انہیں تمغۂ جرات سے [illegible] نواز رہا ہوں۔"

وصی قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"اپنی اپنی نیچر کی بات ہے اور پھر صاحبہ اچھی خاصی میچور ہے۔"

"تو میچور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ شرما نہیں سکتے۔" فری نے بھی جملہ دیا تو وہ کچھ کہہ نہیں سکا۔

"یار! مجھ سے کیوں لڑ رہے ہو' نیکسٹ ٹائم میں اسے سمجھا دوں گا۔ جب بھی میرے بہن بھائی میرا ذکر کریں تو تمہیں شرم نہ بھی آئے تو پلیز شرمانے کی ایکٹنگ ضرور کرنا۔ اب خوش!"

"ہاں' یہ ٹھیک ہے۔ کیوں سوہنی؟" وکی نے مطمئن ہو کر سوہنی کو دیکھا جو خود کو نارمل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"بھائی! آپ بتائیں نا' کہاں جائیں؟"

"مجھے تو معاف رکھو فری! میں بہت تھکا ہوا ہوں۔"

"آپ کی تھکن اتارنے کے لیے میں آپ کو ابھی چائے بنا کر پلواتی ہوں۔" فری اٹھتے ہوئے بولی۔

"مجھے معاف رکھو گڑیا! مجھے جوشاندہ نہیں پینا۔ جب سے علیزہ گئی ہے' کوئی چیز مزے کی نہیں لگتی۔"

پھر اس نے یاد آنے پر سوہنی کو دیکھا۔

"سوہنی چائے بہت مزے کی بناتی ہے۔ کیا سوہنی اپنے پیارے پیارے ہاتھوں سے چائے پلوا سکتی ہے؟"

وہ جو اپنی تعریف پر مسکرائی تھی' اس کے پوچھنے پر سر ہلا کر کھڑی ہو گئی۔

"ولی بھائی!" فریحہ کی آواز پر سوہنی کچن میں جاتے جاتے رک گئی۔ اس نے مڑ کر دیکھا' وہ شاید کہیں باہر جانے کے لیے تیار کھڑا تھا۔

"بھائی! آپ کا ویزا لگا ہے' ہمیں ٹریٹ چاہیے۔"

"ابھی تو میں کام سے جا رہا ہوں' کل چلیں گے۔"

وصی نے مسکرا کر فریحہ کا مذاق اڑایا تو اس نے ہمت کر کے جاتے ہوئے ولی کو دوبارہ آواز دی تھی۔

"بھائی! وہ سوہنی کہہ رہی ہے' کل اس کو چلے جانا ہے۔"

ولی نے نظریں گھما کر سوہنی کو دیکھا جس نے گھبرا کر فریحہ کو دیکھا۔

"ٹھیک ہے' میں پندرہ منٹ میں آتا ہوں' تیار رہنا۔"

وہ پلٹ گیا تھا جبکہ ان تینوں نے ایک ساتھ اسے دیکھا تھا۔

"کیا بات ہے بھئی!" وصی نے جیسے اسے داد دی تھی۔

وکی کے قہقہے پر وہ مزید کنفیوز ہو کر کچن میں آ گئی۔ چائے کے ساتھ اس نے سوچا کہ وہ چپس بنا لے اور چائے اور چپس بنانے میں اسے وقت کا احساس ہی نہیں ہوا۔

"تم تیار نہیں ہوئیں؟" ولی کی اچانک آواز پر وہ ڈر کر اچھل پڑی۔

"کیا ہوا؟" وہ اس کے اس طرح ڈرنے پر حیران ہوا تھا۔ اس نے شرمندگی سے سرنفی میں ہلایا۔

"میں بس جا رہی تھی۔" وہ جلدی جلدی چائے کپوں میں ڈالنے لگی۔

"چپس تو کافی مزے کے ہیں۔"

ولی کی تعریف اس نے مسکرا کر وصول کی تھی۔ "چائے کے لیے وصی بھائی نے کہا تھا۔ انہیں میرے ہاتھ کی چائے پسند آئی تھی۔" وہ بڑی خوشی سے بتا رہی تھی۔

چپس کی طرف بڑھتا اس کا ہاتھ وہیں رک گیا۔ اس کے چہرے پر ایک دم ناگواری چھا گئی تھی۔

"جب میں نے تم سے کہا تھا کہ پندرہ منٹ کے اندر اندر تیار ہو جاؤ۔ اس کے باوجود تم وصی کے لیے چائے بنانے لگیں۔ تمہارے لیے میری بات اہم تھی یا وصی کی چائے؟"

اس نے زندگی میں پہلی بار کسی سے بلا جھجک بات کی تھی۔ ابھی تو وہ ٹھیک طرح سے اس خوشی کو محسوس بھی نہیں کر پائی تھی جو کچھ دیر پہلے ولی نے اسے اہمیت دے کر دی تھی۔ اس کے غصیلے انداز پر وہ ہکا بکا رہ گئی۔

"اس گھر میں تمہارا رشتہ مجھ سے ہے۔ تمہارے لیے سب سے زیادہ اہمیت میری بات کی ہونا چاہیے۔ مجھے یہ بالکل پسند نہیں کہ تم دوسروں کو اپنے ہاتھ کی چائے پلاتی پھرو' آئندہ میں بالکل نہ دیکھوں کہ تم میری بات کو بھول کر کسی اور کی بات کو اہمیت دے رہی ہو۔" وہ رو نکھی

ہو گئی۔

وصی جو ولی کی اونچی آواز سن کر آیا تھا۔ گہرا سانس لے کر واپس پلٹ گیا۔

"سنا میں نے کیا کہا۔" ولی نے غصے سے بولتے ہوئے ٹیبل پر ہاتھ مارا اور کنارے پر رکھی چپس کی پلیٹ گر کر کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی۔ اس نے ایک دم گھبرا کر سر ہلایا تھا وہ اسی طرح غصے میں باہر نکل گیا جبکہ وہ وہاں کھڑی رہ گئی۔

فری کی آواز پر اس نے ڈبڈبائی نظروں سے سامنے دیکھا۔ فری کے پیچھے وکی بھی کھڑا تھا۔

"چھوڑو یار! بھائی کی تو عادت ہی ایسی ہے۔ ناؤ چیئر اپ۔ آؤ، ہم اندر چل کر کیرم کھیلتے ہیں۔"

فری نے اس کا ہاتھ تھام کر ہلکے پھلکے انداز میں کہا لیکن اس کے لیے یہ بات ہلکی پھلکی نہیں تھی۔

"میں سمجھا شاید بھائی سوہنی پر غصہ نہ کریں لیکن...."

اپنے پیچھے وکی کی بڑبڑاہٹ کو اس نے بہت صاف سنا تھا۔

☼ ☼ ☼

آج سنڈے تھا' اس لیے وہ بڑے آرام سے دس بجے کے قریب اٹھا تھا۔ فریش ہو کر جب وہ لاؤنج میں پہنچا تو وکی' سوہنی اور فریحہ کی محفل جمی تھی۔ وہ سیدھا کچن میں آ گیا' جہاں آمنہ اسی کے لیے ناشتا بنا رہی تھیں۔ گھر میں مالی' ڈرائیور' چوکیدار' کام کرنے والیاں سب موجود تھے لیکن ناشتا' کھانا پکانے کا کام آمنہ کو کسی اور سے کروانا پسند نہیں تھا۔ پہلے کچن علیزہ نے سنبھال رکھا تھا اور اب دوبارہ آمنہ نے سنبھال لیا تھا۔ آمنہ نے پراٹھا اور فرائی انڈہ اس کے سامنے رکھا۔

"چاچو جا رہے ہیں؟" وہ ابھی ابھی لاؤنج میں رکھے بیگز دیکھ کر آ رہا تھا۔

"ہاں۔" آمنہ نے چائے کا پانی چولہے پر رکھتے ہوئے کہا۔ "ڈیڈی کہاں ہیں؟"

"وہ خالد بھائی اور ان کی بیوی کو لے کر ارم کی طرف گئے ہیں۔ اب انہیں چھوڑنے بھی خود جا رہے ہیں۔ میں نے کہا بھی کہ آپ اتنی لمبی ڈرائیو نہ کریں' ولی یا وکی کو بھیج دیں لیکن نہیں۔"

وصی نے مصروف سے انداز میں سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔ "مما! آپ کیوں ٹینشن لے رہی ہیں۔ ڈیڈی اتنی ڈرائیو تو کر سکتے ہیں اور پھر انہیں فیکٹری کا چکر لگانا ہی تھا۔"

آمنہ نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا پھر خود ہی خاموش ہو گئیں۔ چائے ڈال کر انہوں نے کپ وصی کے آگے رکھا تھا۔

"آپ کہاں جا رہی ہیں؟"

"تمہارے ڈیڈی کل کچھ گفٹس لے کر آئے تھے خالد بھائی کی فیملی کے لیے' وہ تو انہوں نے خود دے دیے تھے۔ ایک سوٹ انہوں نے مجھے دیا تھا کہ میں سوہنی کو دے دوں کیونکہ میں اس کی ہونے والی ساس ہوں۔"

وصی نے نظر اٹھا کر ان کا سپاٹ چہرہ دیکھا۔

"میں نے کئی بار نوٹ کیا ہے مما! آپ سوہنی کے ساتھ ٹھیک طرح سے بات نہیں کرتیں۔ آپ کو اس سے کوئی پرابلم ہے؟"

"سب سے بڑی پرابلم تو اس کی ماں ہے' سخت چڑ ہے مجھے اس عورت سے۔ یہ بھی تو اس کی ہی بیٹی ہے۔ میں اس کے یہاں آنے سے پریشان تھی اور یہاں تو اس کی بیٹی ہمیشہ کے لیے آ رہی ہے۔" ان کے لہجے میں ناگواری تھی۔

وصی حیران ہوا۔

"مما! چاچو کی وائف کی حد تک تو ٹھیک تھا لیکن اس سب میں سوہنی کا کیا قصور ہے؟ وہ تو کافی انوسنٹ ہے۔"

"ہونہہ انوسنٹ صرف لگتی ہے' ورنہ وہ بھی اسی ماں کی اولاد ہے۔"

"آپ پریشان نہ ہوں مما! ایسا کچھ نہیں ہے۔"

وہ ٹشو سے ہاتھ صاف کرتا ہوا کھڑا ہو گیا اور چائے کا کپ اٹھا کر باہر نکل آیا۔

وکی اور فریحہ کے دیے گفٹ سوہنی کی گود میں رکھے تھے۔ وہ لاؤنج اور ڈائننگ روم کی مشترکہ دیوار سے ٹیک لگائے انہیں ہی دیکھ رہا تھا۔ اس نے آمنہ کو اندر داخل ہوتے دیکھا۔ ان کے سوٹ پکڑانے پر سوہنی نے مسکرا کر انہیں دیکھا لیکن ان کے چہرے کے سخت تاثرات پر اس کی مسکراہٹ معدوم ہو گئی تھی۔ وصی نے افسوس سے سر جھٹکا اور خالی کپ وہیں ڈائننگ ٹیبل پر رکھ کر اپنے کمرے میں آ گیا' جب وہ واپس آیا تو سوہنی اپنا بیگ کھولے گفٹس اندر رکھ رہی تھی۔ وکی غائب تھا اور فری فون پر بزی تھی۔

"میں کل سے تمہاری چائے کا انتظار کر رہا ہوں۔"

اس کے اچانک پکارنے پر وہ گھبرا کر مڑی۔

"وہ.... میں...." اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب وہ کیا کہے۔ اس کے روہانسے چہرے کو دیکھ کر وصی مسکرا دیا۔

"میں مذاق کر رہا ہوں' یہ تمہارے لیے۔" اس کے لیے خریدا ہوا پرفیوم وصی نے اس کے سامنے کر دیا جسے اس نے مسکرا کر تھام لیا۔

"تھینکس۔"

"مائی پلیژر!" وہ شرارت سے جھکا۔

"پر ولی کو نہ بتانا کہ یہ پرفیوم میں نے تمہیں دیا ہے' ورنہ دیوار پر دے مارے گا اور میرے حق حلال کے پیسے برباد ہو جائیں گے۔"

اس کے مسکراتے چہرے کو سوہنی نے الجھی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ اس کے یوں دیکھنے پر وصی نے ابرو اچکائے تو وہ نظریں جھکا گئی۔

"ولی کی کسی بات کا برا ماننے کی ضرورت نہیں' وہ ایسا ہی ہے۔ آہستہ آہستہ خود ٹھیک ہو جائے گا۔ اب تو تم ہماری فیملی کا حصہ بننے والی ہو۔ ولی کو باقی سب کے ساتھ تو نہیں لیکن مجھ سے بات کرنے پر اعتراض ضرور ہو گا' اس لیے...."

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی کیونکہ اس کا سیل فون بج رہا تھا۔

"ایکسکیوز می۔" وہ فون لے کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے فری کی طرف دیکھا' وہ اب بھی فون پر مصروف تھی۔ وہ خاموشی سے لان میں نکل آئی۔ وہ کچھ دنوں سے بڑی خوش تھی لیکن اب وہ الجھ رہی تھی اور اس کی الجھن ولی کا رویہ تھا۔ اس نے محسوس کیا تھا کہ ولی اور وصی بہت کم ایک دوسرے کو مخاطب کرتے ہیں۔ وصی پھر بھی اچھی طرح بات کر لیتا تھا۔ حتیٰ کہ ان کی منگنی والے دن وصی نے بڑی خوش دلی سے ولی کو مبارک باد دی تھی لیکن ولی کے انداز اور الفاظ دونوں میں وصی کے لیے تناؤ ہوتا تھا۔ اس نے گہرا سانس لے کر سامنے دیکھا۔ ولی کو اپنی طرف آتا دیکھ کر وہ الرٹ ہو کر کھڑی ہو گئی۔

"یہاں کیوں کھڑی ہو؟" کل کے برعکس آج اس کا لہجہ نرم تھا۔

"وہ.... میں.... ابو کا انتظار کر رہی تھی۔" وہ کچھ ہکلا کر بولی۔

"یہ میں تمہارے لیے لایا ہوں۔ لیڈیز شاپنگ کا مجھے کوئی خاص تجربہ نہیں۔ پر مجھے لگا یہ تم پر سوٹ کرے گا۔"

اس نے ایک پیک پارسل اس کی طرف بڑھایا۔ اسے سب نے تحفے دیے تھے لیکن اس تحفے کی اسے سب سے زیادہ خوشی ہوئی تھی۔ اس نے مسکرا کر وہ پارسل تھام لیا۔

"اور یہ بھی۔" سوہنی نے حیرت سے سیل فون کا ڈبہ تھاما تھا۔ "تمہارا نمبر میں نے فیڈ کر دیا ہے اور اس کے علاوہ بس میرا نمبر ہے۔ اس کے علاوہ اور کسی کا نمبر فیڈ کرنے کی ضرورت نہیں۔" اب وہ اپنے مخصوص اکھڑ لہجے میں بولا تھا۔

"تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہو' کوئی پریشانی ہو۔ فوراً مجھے فون کر دینا۔" اس سے پہلی بار کسی نے یہ جملہ کہا تھا۔

"میں نے پاپا سے ہماری شادی...."

سیل فون کی بپ پر اس کی بات ادھوری رہ گئی جبکہ شادی کی بات سن کر اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ اس نے چور نظروں سے سامنے دیکھا۔ وہ اب اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ تب ہی اس کی نظر پورچ کی طرف جاتے وصی پر پڑی۔ کار کا دروازہ کھولتے ہی وصی کی نظر بھی ان پر پڑی تھی۔ سوہنی نے پہلے اسے حیران ہوتے اور پھر شرارت سے مسکراتے دیکھا تو کنفیوز ہو کر نظریں چرا لیں۔ ولی نے فون بند کر دیا۔

"ہاں' میں اپنی اور تمہاری شادی کی بات کر رہا تھا۔ پاپا بھی کہہ رہے تھے لیکن میرا خیال ہے' پہلے تم گریجویشن کر لو پھر دیکھتے ہیں۔"

گاڑی اسٹارٹ ہونے پر اس نے دوبارہ پورچ کی طرف دیکھا۔ وصی اب اپنی گاڑی باہر نکال رہا تھا۔ اپنی طرف متوجہ دیکھ کر اس نے ہاتھ ہلایا تو اس نے گھبرا کر ولی کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

سبحان اور صاحبہ کو ایک ساتھ آتا دیکھ کر وہ صرف ایک لمحے کے لیے حیران ہوا تھا۔ ان کے بیٹھتے ہی وہ مسکرا کر ان دونوں کو دیکھنے لگا۔

"آج تو کچھ بانٹنا چاہیے۔ تم وقت سے پہلے یہاں موجود ہو۔" سبحان نے مسکرا کر اس کا مذاق اڑایا تھا۔

"جس طرح فون کر کے تم نے ایمرجنسی نافذ کی تھی' ظاہر سی بات ہے میں گھبرا گیا تھا۔ تم بتاؤ' مجھ سے کوئی ضروری کام تھا؟" وصی اب پوری طرح ان کی طرف متوجہ

تھا۔ سجان نے ایک نظر صاحبہ پر ڈالی پھر اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"تم لوگ منگنی کب کر رہے ہو۔ تم لوگوں نے منگنی کرنی بھی ہے یا ایویں ہی مذاق کیا تھا۔" سجان کے ہلکے پھلکے انداز پر وصی نے جن نظروں سے صاحبہ کو دیکھا تھا' وہ بے ساختہ نظریں چرا گئی تھی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے کہ میں اتنی بڑی بات مذاق میں کروں گا؟" اس کے سنجیدہ انداز پر سجان سٹپٹا کر رہ گیا۔

"علیزہ کی شادی کے بعد مما اور ڈیڈی عمرہ کرنے چلے گئے تھے۔ اس کے بعد فری کے فائنل ایگزیمز شروع ہو گئے' وہ ختم ہوئے تو ہم آنا چاہ رہے تھے۔ تب صاحبہ کے فادر کا بائی پاس آپریشن تھا۔ صاحبہ نے مجھے منع کر دیا۔ علیزہ دوبئی گئی ہوئی ہے' اس نے سختی سے منع کیا تھا کہ اس کے بغیر منگنی نہیں ہو سکتی۔ اس ماہ کے اینڈ پر وہ آ رہی ہے پھر ضرور تم لوگوں کا یہ شکوہ ختم ہو جائے گا۔" اس کے مسلسل سنجیدہ انداز میں تفصیل بتانے پر سجان کچھ پریشان ہو گیا۔

"سوری یار! تمہیں شاید برا لگا۔ میں نے بس یونہی پوچھ لیا تھا۔"

"نہیں' مجھے برا نہیں لگا۔" وہ کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا تھا جبکہ سجان آنے والے فون کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"سوری گائز! میرے ابا جی کا فون تھا' مجھے جانا ہو گا۔ بائے۔" وہ جلدی جلدی بولتا ہوا باہر کی طرف بھاگا۔

"یہ سجان بھی نا۔" صاحبہ نے مسکرا کر وصی کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا۔ "تمہیں سجان کی بات بری لگی؟"

وصی نے نظریں اس کے چہرے پر جما دیں۔

"نہیں' لیکن یہ بات بری لگی کہ جو بات تم مجھ سے پوچھنا چاہتی تھیں' اسے پوچھنے کے لیے تم نے سجان کا سہارا لیا۔ میرا نہیں خیال ہماری منگنی کی بات کرنے کے لیے تمہیں شرم آ رہی ہو گی۔ تمہیں کیا لگتا ہے' میں تم سے فلرٹ کر رہا ہوں۔ منگنی کی بات صرف تمہیں الجھانے کے لیے کی تھی!"

اس کے تلخ لہجے پر صاحبہ نے غصے سے اسے دیکھا۔

"تم بات کو غلط رخ دے رہے ہو وصی! سجان نے مجھ سے پوچھا تھا کہ ہم منگنی کیوں ڈیلے کر رہے ہیں۔ میں نے صرف اتنا کہا تھا کہ دیر ہماری نہیں' تمہاری طرف سے ہو رہی ہے۔"

"ہم جان بوجھ کر تو ڈیلے نہیں کر رہے۔" وہ اب بھی سنجیدہ تھا۔

"اوکے' سوری۔ میری غلطی ہے۔"

"میں تمہیں معافی مانگنے کو نہیں کہہ رہا۔"

"معافی کون مانگ رہا ہے تم سے؟" صاحبہ کے تیکھے انداز پر وہ پہلی بار مسکرایا تھا۔

"شاید مجھے سننے میں غلطی ہوئی ہے۔ اینی وے' چلو تمہیں ڈراپ کر دوں۔" اس نے بل دیکھ کر روپے ٹیبل پر رکھ کر اسے اٹھنے کا اشارہ کیا۔

گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے اس نے شرارت سے صاحبہ کو دیکھا۔

"گھر جا کر میں مما سے صاف بات کرنے والا ہوں۔ علیزہ کا انتظار نہ کریں' نہ ہی ہمیں کوئی بڑا فنکشن کرنا ہے کیونکہ آپ کی ہونے والی بہو کو شک ہے کہ ہم شاید منگنی کرنا ہی نہیں چاہتے۔"

"پلیز وصی! میں نے کہا نا میری غلطی ہے جو میں نے سجان سے بات کی۔" اس کے روہانسے انداز پر وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"چلو ایک بات تو پتا چلی' تمہیں منگنی کروانے کا نہ صرف شوق ہے بلکہ جلدی بھی ہے۔"

"شٹ اپ۔ تمہیں اپنے بارے میں کچھ زیادہ ہی خوش فہمی ہے۔"

"وہ جانتی تھی کہ اب وصی نے اس بات پر کئی دن تک اس کا ریکارڈ لگانا تھا۔

☆ ☆ ☆

گاڑی میں فل والیوم میں میوزک چل رہا تھا۔ سگنل پر گاڑی رکی تو اس کی نظر ڈیش بورڈ پر روشن اسکرین کے ساتھ تھرکتے اپنے سیل فون پر پڑی۔ گاڑی میں اتنا شور تھا کہ وہ بیپ سن ہی نہیں سکا۔ اس نے والیوم کم کرنے کے بعد سیل فون اٹھا لیا۔ توفیق صاحب کا نمبر دیکھ کر اس نے مسکرا کر سلام کیا۔

"وصی! تم اس وقت کہاں ہو؟" اس نے کچھ حیرت سے ان کی گھبرائی ہوئی آواز سنی۔

"ڈیڈی! میں اس وقت کلمہ چوک کے پاس ہوں۔"

"میں بھی لاہور پہنچنے والا ہوں۔ ابھی ابھی مجھے وکی کا فون آیا ہے' وہاں فیکٹری میں ولی کی کسی سے لڑائی ہو گئی

ہے۔ مجھے پہنچنے میں کم از کم ایک گھنٹہ لگ جائے گا۔ وکی' ولی کو نہیں سمجھا سکے گا' تم فوراً" وہاں پہنچو۔"

"جی ڈیڈی!" وہ بھی اب گھبرا گیا تھا۔ اس نے وہیں سے رائٹ ٹرن لیا تھا اور فل اسپیڈ میں گاڑی چلانے لگا۔ اسے دیکھتے ہی چوکیدار نے فوراً" گیٹ کھولا تھا۔ اسے دور سے ہی ورکرز کی اچھی خاصی تعداد نظر آ گئی تھی۔ وہ تیزی سے ہجوم کی طرف بڑھنے لگا' تب ہی اس نے منیر صاحب جو توفیق صاحب کے دوست ہونے کے علاوہ ان کے پرسنل لائر بھی تھے اور عدنان جو ان کا منیجر تھا' دونوں کو اپنی طرف آتے دیکھا۔

"اچھا ہوا بیٹا تم آ گئے۔ ولی نے تو اچھا خاصا تماشا کھڑا کر رکھا ہے۔"

"پر انکل! ہوا کیا ہے؟" وہ اب بے چینی سے اس ہجوم کو دیکھ رہا تھا۔

"ورکرز کی آپس میں لڑائی ہو رہی تھی۔ ولی بھی وزٹ پر نکلا تھا۔ جانے ان میں سے کسی نے اس سے بدتمیزی کی تھی یا پتا نہیں کیا ہوا۔ ولی نے اس پر ہاتھ اٹھایا اور اب نوبت مارا ماری تک پہنچ گئی ہے۔ ورکرز تو پیچھے ہٹ گئے ہیں' پر ولی کو قابو کرنا مشکل ہو رہا ہے۔"

وہ ہجوم کو چیرتا ہوا آگے بڑھا۔ اس کی پہلی نظر وکی پر پڑی جو گھبرایا ہوا ولی کے پیچھے کھڑا تھا اور اسے مضبوطی سے شانوں سے تھام رکھا تھا۔ دوسری نظر ولی کے لال بھبھوکا چہرے پر ڈالی' تب ہی یونین صدر کی نظر اس پر پڑی۔

"اچھا ہوا آپ آ گئے۔ دیکھیں' ولی صاحب نے اس بچے کو مار مار کر کیا حشر کر دیا ہے۔ دیکھیں آپ۔"

اس نے ایک نظر سر جھکائے اس لڑکے پر ڈالی۔ اس کے بازو پر اچھی خاصی خراشیں تھیں۔ قمیص کے بٹن ٹوٹ چکے تھے اور چہرے پر جابجا چوٹوں کے نشان تھے۔ وہ سب اب مدد طلب نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔

"آپ پلیز انہیں ڈاکٹر کے پاس لے جائیں۔" وصی نے ہاتھ والٹ کی طرف بڑھایا۔

"پر سر! آپ دیکھیں تو کتنی زیادتی ہوئی ہے۔"

"میں آپ سے معافی چاہتا ہوں۔"

"تم کیوں معافی مانگ رہے ہو؟" اچانک بپھرا ہوا ولی اس کے سر پر آ کر چیخا۔

"یہ ہوتا کون تھا مجھ سے اونچی آواز میں بات کرنے والا۔ میں اس کی ساری بدمعاشی نکال دوں گا۔"

وہ ایک بار پھر جارحانہ تیور لیے اس کی طرف بڑھا۔ وصی نے مضبوطی سے اس کا بازو تھاما تھا۔

"پلیز ولی! کیوں تماشا بنا رہے ہو۔" اس نے ولی کو ٹھنڈا کرنا چاہا۔

"تم میرے معاملے سے دور رہو۔" ولی نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بدلحاظی سے اس کا ہاتھ جھٹکا۔

"ایسے کیا آنکھیں نکال کر دیکھ رہے ہو۔" وہ پھر اس لڑکے کی طرف بڑھا تو وصی کے ساتھ وکی نے بھی اسے پکڑنے کی کوشش کی۔ اس نے جارحانہ انداز میں وصی کو دھکا دیا۔

وہ سنبھلتے سنبھلتے بھی پیچھے رکھی کرسی سے ٹکرایا تھا۔ شدید قسم کے درد کے احساس پر اس نے کہنی موڑ کر دیکھا۔ اس کی گرے شرٹ تیزی سے سرخ ہو رہی تھی۔ وکی اب ولی کو چھوڑ کر تیزی سے اس کی طرف بڑھا تھا۔ اس نے ہونٹ بھینچ کر وصی کے زخم کو دیکھا' جہاں سے اب تیزی سے خون نکل رہا تھا۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں؟" توفیق صاحب کی رعب دار آواز پر اونچی اونچی آواز میں بولتے سارے ورکرز پیچھے ہٹ گئے تھے جبکہ ولی بھی سیدھا کھڑا ہو گیا۔ وکی نے بے اختیار گہرا سانس لیا۔

یونین لیڈر انہیں دیکھتے ہی شروع ہو گیا جبکہ ولی ان سے بھی زیادہ غصے میں تھا۔ ان کی غیر ارادی نظر وصی کے زخمی بازو پر پڑی جس پر بندھا رومال بھی سرخ ہو رہا تھا۔ وہ سب بھول کر اس کی طرف پلٹے۔

"یہ کیا ہوا ہے؟" وصی نے ہونٹ بھینچ کر انہیں دیکھا۔ ان کی سوالیہ نظریں وکی تک گئی تھیں۔

"ولی بھائی نے دھکا دیا ہے۔" اس نے ولی پر نظر ڈال کر جھجکتے ہوئے بتایا تو انہوں نے بے اختیار گہرا سانس لیا۔

"وکی! بھائی کو اندر لے جاؤ۔"

"بابا! آپ سن رہے ہیں ان کی بکواس۔"

"ولی! تم اندر آفس میں چلو۔"

"بابا....."

"میں نے کہا نا' جاؤ اندر۔"

وہ ایک دم غصے سے بولے تو وہ پیر پٹختا اندر کی طرف بڑھنے لگا جبکہ وہ اس زخمی ورکر کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اندر داخل ہوتے ولی کو دیکھ کر وکی نے ایک ناراض نظر اس

پرڈال کر دوسرا رومال وصی کے بازو پر باندھا تھا جبکہ ولی اس کی چوٹ سے لاتعلق غصے سے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ اس نے ایک بار بھی وصی کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ تب ہی توفیق صاحب کے پیچھے منیر صاحب اور عدنان اندر داخل ہوئے تھے۔

"کیا تماشا لگا رکھا ہے تم نے۔ ہزار بار کہا ہے اپنے غصے پر قابو رکھا کرو۔ کیا تمہیں سوٹ کرتا ہے کہ مالک ہو کر تم اپنے نوکروں پر ہاتھ اٹھا رہے ہو۔" وہ بے حد غصے میں معلوم ہو رہے تھے۔ "اسی طرح تمہارا بی ہیویر رہا تو میری اتنے سالوں کی محنت اور عزت کو خاک میں ملنے میں دیر نہیں لگے گی۔"

"پاپا.... آپ...."

"بس...." انہوں نے ہاتھ اٹھا کر اسے بولنے سے روک دیا۔ "میں نے سب سنا ہے' اس لڑکے کی صرف اتنی سی غلطی تھی کہ وہ بھی ذرا جذباتی ہو گیا تھا۔ اس نے تم سے معافی بھی مانگی لیکن تم.... تم نے اپنی طاقت کا غلط استعمال کیا۔ ولی! ورکرز بھی انسان ہوتے ہیں' مالک ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ تم ان کی عزت نفس پر حملہ کرو اور یہ تمہارا بھائی تمہاری مدد کے لیے آیا تھا۔" انہوں نے صوفے پر بیٹھے وصی کی طرف اشارہ کیا۔

"میں نے اسے نہیں بلایا تھا اور نہ ہی مجھے اس کی مدد کی ضرورت تھی۔"

"پر اسے میں نے یہاں بھیجا تھا۔ تم ہر جگہ کیوں اس طرح مس بی ہیو کرتے ہو۔ دھکا دینے سے پہلے دیکھ لینا تھا کہ کس کو دھکا دے رہے ہو اور خدانخواستہ اگر اس کے سر پر چوٹ لگ جاتی یا اسے کچھ ہو جاتا تو؟"

"تو ہو جاتا میری بلا سے۔" اس کے زہرخند انداز پر توفیق صاحب کا ہاتھ بے ساختہ انداز میں اٹھا اور اس کے بائیں گال پر اپنا نشان چھوڑ گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ کمرے میں موجود باقی نفوس بھی حیران رہ گئے تھے۔

"وہ بھی میرا بیٹا ہے۔"

ان کے جتاتے ہوئے انداز پر وہ کچھ دیر ان کا چہرہ دیکھتا رہا۔ اپنی بے عزتی کے احساس نے اس کا چہرہ سرخ کر دیا تھا۔ پھر کسی پر نظر ڈالے بغیر وہ باہر نکل گیا۔

"وکی! بھائی کو بینڈیج کروا کر گھر لے جاؤ۔" توفیق صاحب دوبارہ ان کی طرف متوجہ ہوئے جبکہ وصی' وکی کا انتظار کیے بغیر پہلے ہی اٹھ کر باہر نکل گیا۔

☼ ☼ ☼

انہوں نے ولی کے سب دوستوں کو کئی فون کر ڈالے تھے لیکن اس کا کچھ پتا نہیں چل رہا تھا۔ غصے کی جگہ اب پریشانی لے لی تھی۔ رات کا ایک بجنے والا تھا مگر ان کی آنکھوں میں نیند کا شائبہ تک نہیں تھا جبکہ آمنہ اپنے دونوں ہاتھ مسلتے ہوئے سخت بے چینی کا شکار معلوم ہو رہی تھیں۔ وصی اب بھی سیل فون پر ولی سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کہ دفعتاً "اطلاعی گھنٹی پر ان تینوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ کچھ دیر بعد لاؤنج کا دروازہ کھول کر ولی اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں کئی شاپنگ بیگز تھے۔ انہیں دیکھنے کے باوجود وہ انہیں مخاطب کیے بغیر نظرانداز کرتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگا اور وہ تسلی جو انہیں اسے دیکھ کر ہوئی تھی' اس کی بے حسی پر پھر غصے میں بدلنے لگی۔

"ولی...." ان کے غصے سے پکارنے پر وہ رک گیا اور مڑ کر سپاٹ انداز میں ان کا چہرہ دیکھنے لگا۔

"یہ تمہارا وقت ہے گھر آنے کا۔ پرابلم کیا ہے تمہارے ساتھ۔ دو ہفتے سے تم فیکٹری نہیں آ رہے۔ تین دن سے تم گھر نہیں آ رہے' اس طرح تم کیا ثابت کرنا چاہ رہے ہو؟" ان کے پوچھنے پر بھی وہ خاموش رہا۔

"کہاں تھے تم؟"

"بتانا ضروری ہے؟" اس کا انداز بے رخی لیے ہوئے تھا۔

"ہاں' بتانا ضروری ہے۔" وہ دانت پیس کر بولے۔

"اپنے دوست کی طرف تھا۔"

"اس طرح کیوں ہمیں پریشان کر رہے ہو؟"

"میں نے کبھی نہیں کہا کہ آپ لوگ میری وجہ سے پریشان ہوں بلکہ اب میں آپ لوگوں کی پریشانی ختم کرنے والا ہوں۔ میری وجہ سے آپ کی ساکھ اور عزت پر حرف آ رہا تھا' میں آپ کی کمائی ہوئی دولت کو اجاڑ رہا تھا تو اب آپ خوش ہو جائیں کیونکہ میں یہ سب چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اب آپ سب کچھ اپنے اس بیٹے کو دے دیں۔" اس نے نفرت بھری نظر وصی پر ڈالی۔

"ولی! بات کا بتنگڑ نہ بناؤ۔" اس کی باتیں سن کر توفیق صاحب پریشان ہو گئے تھے۔

"مجھے یہاں کھڑے ہو کر اپنا ٹائم برباد کرنے کا کوئی شوق

نہیں۔ میں آپ کو صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں امریکہ جا رہا ہوں۔" اب کے ان تینوں نے چونک کر ولی کا سپاٹ چہرہ دیکھا۔

"دماغ خراب ہے تمہارا۔ میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ یہ خیال اپنے دل سے نکال دو۔"

"میں اپنی مرضی کا مالک ہوں۔" وہ اپنے مخصوص اکھڑ لہجے میں بولا تھا۔

"امریکہ جانا اتنا آسان نہیں۔ ڈھیر سارے پیسوں کی ضرورت پڑتی ہے اور میں تمہیں ایک روپیہ نہیں دوں گا۔" ان کی دھمکی پر وہ استہزائیہ انداز میں مسکرایا۔

"مجھے آپ سے یہی امید تھی' پر آپ بے فکر رہیں۔ میں ٹکٹ کا انتظام کر چکا ہوں۔" توفیق صاحب حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے۔

"آپ کیا سمجھتے ہیں' آپ مجھے روپے نہیں دیں گے تو کوئی میری مدد نہیں کرے گا۔ کیا اب میں جا سکتا ہوں؟ امید ہے آپ کی تسلی ہو گئی ہو گی۔"

وہ ان کے جواب کا انتظار کیے بغیر اندر کی طرف مڑ گیا۔ توفیق صاحب حیرت کی شدت سے وہیں کھڑے کے کھڑے رہ گئے تھے۔

اگلے پانچ دن تک وہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر اس کے کمرے کے بند دروازے کے باہر کھڑے ہو جاتے' وہ اسے سمجھانا چاہتے تھے لیکن وہ ان کے سامنے ہی نہیں آتا تھا۔ اور پانچویں دن انہیں کچھ تسلی ہوئی کہ شاید اس کا غصہ اتر گیا ہو' اسی لیے کافی دن کے بعد وہ ریلیکس ہو کر صبح ہی صبح واک پر نکل گئے۔ جب وہ واپس آئے تو ان کے گیٹ کے آگے سفید مرگلہ کھڑی تھی۔ وہ حیران ہوتے آگے بڑھے لیکن جب بڑے سے بیگ کے ساتھ ولی باہر آیا تو ان کے قدم جیسے زمین نے جکڑ لیے۔ اگلے ہی پل وہ تیزی سے اس کے قریب آئے۔

"ولی!" ولی نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔

"کیوں بیٹا! کیوں اتنے جذباتی ہو رہے ہو۔ کیوں اپنے باپ کو اتنی تکلیف دے رہے ہو۔ تم جانتے ہو' میں تم سے کتنا پیار کرتا ہوں۔ ساری زندگی تمہاری غلط باتوں پر بھی میں نے کبھی نہیں ٹوکا۔ صرف ایک بار ڈانٹا اور تم اپنے باپ کو اتنی بڑی سزا دے رہے ہو۔"

"تو کیا آپ مجھ پر احسان جتا رہے ہیں۔"

"ولی! کیوں تم اتنے روڈ ہو رہے ہو۔" ان کی آواز رندھ گئی تھی۔ ولی ایک پل کے لیے خاموش رہ گیا۔

"اتنے انتہائی قدم کے لیے آپ نے مجھے مجبور کیا ہے' میں اپنی بے عزتی نہیں بھول سکتا جو آپ نے وصی کی وجہ سے مجھے تھپڑ مار کر کی تھی۔"

"ولی! وصی تمہارا بھائی ہے۔" وہ بے بسی سے بولے۔

"نہیں ہے وہ میرا بھائی' میرا کوئی نہیں۔" اچانک اس کی آواز میں بے چینی چھلکنے لگی۔ "آپ اپنا سب کچھ اپنے ان دو بیٹوں کو دے دیں۔ میں اپنے زور بازو پر خود کما سکتا ہوں۔"

"ولی! تم نے ہمیشہ پیار سمیٹا ہے' دنیا کی سختیاں تم نے کبھی نہیں دیکھیں۔ پیسہ کمانا اتنا آسان نہیں۔ میرا سب کچھ تمہارا ہے۔ تم جس طرح کہو گے' میں اسی طرح کر لوں گا۔ بس مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ۔" ان کی آنکھیں چھلک پڑیں تو ولی نے بے اختیار نظریں چرائیں۔

"پلیز پاپا! مجھے فورس مت کریں۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ مجھے جانا ہے۔ ابھی مجھے سب پر بہت غصہ ہے۔ اگر میں یہاں رہا تو پتا نہیں کیا کر لوں گا۔ فی الحال مجھے جانے دیں۔ جب میرا غصہ اتر جائے گا تو میں واپس آ جاؤں گا۔ میں کسی سے مل کر نہیں جا رہا اور نہ ہی میں نے سوہنی اور چاچو کو بتایا ہے۔ آپ سب کو بتا دیجیے گا اور علیزہ' فری اور اپنا خیال رکھیے گا۔"

وہ ان کے گلے لگا اور فوراً" الگ ہو گیا۔ توفیق صاحب کو لگا کہ اس کی آنکھیں آنسو سے بھری تھیں لیکن انہیں اسے غور سے دیکھنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ اس کے بیٹھتے ہی گاڑی اسٹارٹ ہو گئی تھی اور ان کے دیکھتے ہی دیکھتے نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ آنسوؤں نے سامنے کا منظر دھندلا دیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"ایسے کیوں بیٹھے ہو۔" ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے اس نے بغور وکی کا اترا ہوا چہرہ دیکھا۔

"ولی بھائی کا فون آیا تھا' وہ امریکہ پہنچ گئے ہیں۔"

"چلو اچھا ہوا۔" وصی نے بے اختیار گہرا سانس لیا پھر کچھ خیال آتے ہی سیدھا ہوا۔

"ڈیڈی ٹھیک ہیں؟ میرا مطلب ہے ان کا بخار اترا؟"

"جی' صبح تو کچھ بہتر تھے۔ ابھی ولی بھائی سے بات کرتے ہوئے رونے لگے تھے اور طبیعت پھر خراب ہو گئی۔"

وصی فوراً اٹھ کر ان کے کمرے کی طرف بڑھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے بغور ان کی طرف دیکھا۔ ان کی آنکھیں بے حد سرخ ہو رہی تھیں۔ آمنہ اور فریحہ بھی روئی روئی لگ رہی تھیں۔

"ڈیڈی!" اس نے بہت پیار سے ان کا ہاتھ تھاما۔

"وصی! آج اس کا فون آیا تھا' اسے ذرا احساس نہیں' اس کے باپ کی کیا حالت ہے۔ ساری زندگی اسے بے تحاشا پیار کیا اور یہاں سے جاتے ہوئے اسے ایک بار بھی اس پیار کا احساس نہیں ہوا۔" ان کی آنکھیں پھر نم ہو گئیں۔

"میں اس کا باپ ہوں۔ کیا مجھے اسے ڈانٹنے کا حق بھی نہیں تھا۔ غلطی میری ہی ہے۔ میں جانتا تھا' وہ کتنا غصے والا ہے' کتنا ضدی ہے پھر بھی۔" انہوں نے ہونٹ بھینچ لیے تو وصی کے ہاتھ کا دباؤ ان کے ہاتھ پر بڑھ گیا۔

"آپ کیوں خود کو قصوروار ٹھہرا رہے ہیں۔ آپ ولی کو جانتے تو ہیں' وہ کیسا ہے۔ بس آپ تسلی رکھیں' سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ابھی وہ غصے میں ہے' جب غصہ اترے گا' تو وہ خود ہی واپس آجائے گا۔"

"وصی! میں نے کبھی اسے تکلیف نہیں ہونے دی۔ اب کہاں کہاں دھکے کھائے گا۔ پتا نہیں اس کے پاس پیسے ہیں بھی یا نہیں۔"

"ڈیڈی! اب ولی کا فون آئے تو آپ اس سے پوچھیں وہ کہاں ہے' ہم اسے پیسے بھجوا دیں گے۔"

توفیق صاحب نے افسوس سے سر ہلایا۔ "تمہیں کیا لگتا ہے' میں نے نہیں کہا ہوگا۔ تم جانتے ہو' وہ کتنا ضدی ہے۔ کہتا ہے' اب مجھ سے ایک روپیہ بھی نہیں لے گا۔"

وصی خاموش ہو گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ انہیں کیسے تسلی دے۔

"تم جاؤ' فریش ہو جاؤ۔ میں نے تمہیں بھی پریشان کر دیا۔ جاؤ شاباش' میں اب ٹھیک ہوں۔"

توفیق صاحب کے کندھا تھپتھپانے پر وہ کھڑا ہو گیا۔ وہ توفیق صاحب کے لیے بہت پریشان تھا۔

☼ ☼ ☼

صاحبہ سے بات کرنے کے بعد وہ پرسوچ انداز میں سیڑھیاں اترنے لگا۔ کل سے علیزہ بھی آئی ہوئی تھی۔ اب وہ آمنہ کو صاحبہ کی طرف بھیجنا چاہتا تھا۔ لاؤنج میں قدم رکھتے ہی اس کی نظر پریشانی سے فون پر بات کرتے توفیق صاحب پر پڑی۔

"تم اس طرح کی باتیں کر کے مجھے کیوں پریشان کر رہی ہو خالدہ! تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔ سوہنی کہاں ہے؟ اسے فون دو۔"

"ہاں بیٹا! اس طرح کیوں رو رہی ہو۔ اس طرح رونے سے کچھ نہیں ہوگا۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں ابھی نکل رہا ہوں' تم پریشان مت ہو۔ بس خالد کا خیال رکھنا۔"

فون رکھنے کے بعد انہوں نے سب پر ایک طائرانہ نظر ڈالی۔

"میں نے منع کیا تھا کہ خالد کو پتا نہ چلے کہ ولی ناراض ہو کر گیا ہے پھر کس نے بتایا اسے؟" وہ اب غصے سے ایک ایک کا چہرہ دیکھ رہے تھے۔

وصی نہ سمجھنے والے انداز میں انہیں دیکھ رہا تھا۔

"پاپا! مجھے پتا نہیں تھا کہ چاچو کو اس بات کا پتا نہیں۔ آپ ولی کی طرف سے پریشان تھے کہ اتنے دن سے اس کا فون نہیں آیا۔ میں نے سوچا' شاید اس نے سوہنی کو فون کیا ہو۔" علیزہ سر جھکائے اپنی غلطی کا اعتراف کر رہی تھی۔

"تم جانتی ہو' تمہاری اس نادانی کی وجہ سے خالد کو پھر ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔ ہسپتال میں ہے وہ۔"

"آمنہ! میرا بیگ پیک کر دو بلکہ تم بھی میرے ساتھ چلو۔" آمنہ سر ہلاتے ہوئے اندر چلی گئیں جبکہ وہ سب پریشانی سے توفیق صاحب کو دیکھ رہے تھے جو بے چینی سے کمرے میں ٹہل رہے تھے۔

"چلو۔" آمنہ کے دوبارہ آتے ہی وہ باہر کی طرف بڑھنے لگے۔ وصی بے اختیار آگے بڑھا۔

"ڈیڈی! رات ہو رہی ہے' آپ کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں۔ کیسے ڈرائیو کریں گے؟ میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔" اس نے ایک پل میں فیصلہ کر لیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"مجھے تنگ مت کرو ثمرہ! میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں۔" وہ دھیمی آواز میں بمشکل بولے۔

"تو میں تمہیں کیا کہہ رہی ہوں۔ تمہاری پریشانی ہی کم کرنے کی بات کر رہی ہوں۔ مجھے تو اب پتا چلا کہ ولی ناراض ہو کر گیا ہے اور علیزہ بتا رہی تھی کہ یہ بھی پتا نہیں' وہ کب آئے گا۔ تم ہی سوہنی کے لیے پریشان تھے۔

تم بیمار ہو' ولی کے آنے کا کچھ پتا نہیں۔ میں نے ہی راحیل سے بات کی تھی اور اس نے ہماری ہمدردی میں یہ رشتہ بتایا۔ بس عمر ہی تو زیادہ ہے۔"

وہ اونچی آواز میں بول رہی تھی جبکہ باہر دیوار کے ساتھ لگی سوہنی سخت پریشان تھی۔

"تم کیسی ماں ہو ثمرہ! اپنی سگی بیٹی کو بھی نقصان پہنچانے سے دریغ نہیں کرتیں۔ پیسے کی تمہیں اتنی ہوس ہے کہ اپنی بیٹی کی اس بوڑھے سے شادی کر کے اسے جیتے جی مار رہی ہو۔ میں نے ہمیشہ تمہاری ہر من مانی برداشت کی ہے لیکن اس بوڑھے سے کبھی بھی اپنی بیٹی کی شادی نہیں کروں گا۔ ولی سے اس کی منگنی ہو چکی ہے۔ دیر سویر جب بھی ہو' وہ آجائے گا۔ تمہیں میری بیٹی کے لیے تردد کرنے کی ضرورت نہیں۔ تھوڑی دیر میں توفیق بھائی بھی آرہے ہیں' وہ کچھ نہ کچھ کریں گے۔"

بات کرتے کرتے ان کا سانس پھولنے لگا۔

"ہونہہ! کچھ کریں گے۔ تمہارے جیسا بے وقوف آدمی میں نے ساری زندگی نہیں دیکھا اور ولی' اسے تو میں اچھا خاصا عقل مند سمجھتی تھی۔ کیا کیا سوچ لیا تھا لیکن وہ بھی تمہاری طرح بے وقوف نکلا۔ ساری دولت ان سوتیلوں کے لیے چھوڑ کر باہر جا کر بیٹھ گیا۔ میں نے ساری زندگی دولت کے بغیر کس طرح گزاری ہے' یہ میں ہی جانتی ہوں لیکن میں بالکل بھی نہیں چاہوں گی کہ میری بیٹی بھی میری طرح زندگی گزارے۔ راحیل کا دوست بوڑھا ہے تو کیا ہوا' مرد بوڑھا نہیں ہوتا اور وہ بہت امیر ہے اور میرے لیے یہی کافی ہے۔ تم تو ساری عمر مجھے کوئی سکھ نہیں دے سکے اور اب اپنی بیٹی کے ذریعے مجھے کوئی خوشی مل رہی ہے' وہ بھی تم سے برداشت نہیں ہو رہی اور تمہیں جو سمجھنا ہے' سمجھو۔ وہ میری بھی بیٹی ہے اور میں اس کے بارے میں فیصلہ کروں گی۔"

وہ انہیں چیلنج کرنے والے انداز میں دیکھتی ہوئی باہر نکل گئی جبکہ خالد بے بسی کے احساس کے ساتھ گہرے گہرے سانس لینے لگے۔

سوہنی کمرے کی دیوار سے ہٹ کر کاریڈور میں آگئی تھی۔ مسلسل رونے سے اس کی آنکھیں سوج گئی تھیں۔ جب سے اس نے سنا تھا کہ اس کی ماں اس کے لیے کیا فیصلہ کرنے جا رہی ہے' وہ ہول رہی تھی۔ اوپر سے خالد صاحب کی سیریس کنڈیشن نے اسے ہلا کر رکھ دیا تھا۔ وہ اپنی ماں کی فطرت سے بہت اچھی طرح آگاہ تھی۔ وہ اب تک صرف اپنے باپ کے سہارے محفوظ تھی لیکن ان کی بیماری اسے ڈرا رہی تھی۔ دور دور تک اندھیرا تھا' کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو اسے اس خوف سے نجات دلاتا' تب ہی اس کا موبائل بجا۔ ایک لمحے کے لیے وہ کچھ سمجھ ہی نہیں سکی لیکن اگلے ہی پل اس نے موبائل آن کر کے کان سے لگایا۔ ولی کی آواز سنتے ہی وہ رو پڑی تھی۔

"کیا ہوا۔ تم رو کیوں رہی ہو؟"

"آپ واپس کب آرہے ہیں؟"

کچھ دیر کے لیے دوسری طرف خاموشی چھا گئی تھی۔

"پاگلوں جیسی باتیں مت کرو سوہنی! جب بھی فون کرو' تمہارے پاس اس سوال کے علاوہ کوئی بات ہی نہیں ہوتی۔ تمہیں اندازہ بھی نہیں کہ میں یہاں کتنی مشکل میں ہوں' کوئی معقول ٹھکانہ نہیں۔ یہاں سے وہاں دھکے کھاتا پھر رہا ہوں۔ اتنی مشکل سے فون کرتا ہوں اور تم اور پریشان کر دیتی ہو۔"

وہ ایک دم بھڑک کر بولا تو اس کے آنسوؤں میں روانی آگئی۔ اگلے پل وہ کچھ دھیما ہوا تھا۔

"میں یہاں ایک مقصد کے لیے آیا ہوں' جب تک وہ پورا نہیں ہو جاتا' میں نہیں آسکتا۔ میں نے آج فون اس لیے کیا ہے کیونکہ میں نیویارک سے شکاگو شفٹ ہو رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے' ایک دو دن تک فون نہ کر سکوں کیونکہ کام کے ساتھ رہائش کا بھی بندوبست کرنا ہے۔ میں نے گھر بھی کافی عرصے سے فون نہیں کیا۔ تم پاپا کو فون کر کے بتا دینا۔" وہ بہتے آنسوؤں کے ساتھ اس کی بات سن رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیسے وہ اسے یہاں کے سنگین حالات کے بارے میں بتائے۔

"تم بات کیوں نہیں کر رہیں؟"

"جی۔" وہ رندھے ہوئے لہجے میں بولی۔

"تم رو کیوں رہی ہو' بات کیا ہے؟"

اس کے نرم لہجے پر اسے کچھ حوصلہ ہوا۔ "ابو کی طبیعت بہت خراب ہے اور جب سے امی کو پتا چلا ہے آپ ناراض ہو گئے ہیں' وہ کسی بوڑھے آدمی سے میری شادی کروانے کی تیاری کر رہی ہیں۔" وہ بری طرح رو پڑی تو دوسری طرف پھر خاموشی چھا گئی۔

"خالہ کا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا جو ایسی باتیں کر رہی ہیں۔ وہ جانتی نہیں تم میری منگیتر ہو۔" وہ ایک بار پھر طیش

میں آچکا تھا' میں وہاں ہوتا تو....."
آگے اس نے زیرِ لب پتا نہیں کسے گالی دی تھی۔
"بہرحال تم بالکل پریشان نہ ہو۔ میں پاپا کو فون کرتا ہوں' وہ سب سنبھال لیں گے۔" ولی کے انداز پر اسے کچھ تسلی ہوئی تھی۔ وہ کتنی دیر بند فون کو دیکھتی رہی۔

☼ ☼ ☼

وہ ہونٹ بھینچے خالد صاحب کا زرد چہرہ اور بہتے آنسوؤں کو دیکھ رہے تھے۔
"میں نے آپ سے کہا تھا' یہ عورت اپنی سگی بیٹی کی بھی سگی نہیں۔ پتا نہیں اس راحیل نے سے کیا سبز باغ دکھائے ہیں جو وہ سوہنی کی شادی اس آدمی سے کروانے پر تل گئی ہے۔ بھیا! آپ کچھ کریں' اب تو مجھ میں اٹھنے کی بھی سکت نہیں۔ میری آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے' وہ اس بوڑھے سے میری بیٹی کا نکاح کروا دے گی۔"
"تم خوامخواہ پریشان ہو رہے ہو خالد! میرے ہوتے ہوئے وہ کچھ نہیں کر سکتی۔" انھوں نے تسلی دینے کی کوشش کی۔
"بھیا! آپ سمجھ کیوں نہیں رہے۔ اگر اس نے نکاح کروا دیا تو آپ کیا کر سکیں گے اور اگر آپ اسے اپنے ساتھ لے گئے تو وہ اسے پھر واپس لے آئے گی اور سوہنی' وہ تو بہت بزدل ہے۔ وہ کچھ نہیں کر سکے گی۔ ولی کیوں چلا گیا۔" وہ ایک بار پھر رونے لگے۔
اچانک ان کا سانس اکھڑنے لگا تو انہوں نے گھبرا کر نرس کو آواز دی۔ نرس کے ساتھ ڈاکٹر بھی آگیا تھا۔ اب وہ پریشانی سے بمشکل سانس لیتے خالد صاحب کو دیکھ رہے تھے' تب ہی ان کا سیل فون بج اٹھا۔ اسکرین پر نظر آنے والا نمبر انجانا تھا۔ وہ فون آن کر کے باہر نکل آئے۔
"ولی!" اس کی آواز سنتے ہی وہ بے اختیار خوش ہو گئے۔
"آگئی تمہیں اپنے باپ کی یاد؟"
"پاپا! میرے کارڈ میں بہت کم بیلنس رہ گیا ہے' مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔ میں نے سنا ہے چاچو کی طبیعت زیادہ خراب ہے؟"
"ہاں بیٹا۔" ان کا لہجہ افسردہ ہو گیا۔
"اور خالہ' وہ کیا سوچ کر سوہنی کی کہیں اور شادی کے لیے بات کر رہی ہیں۔"
"دماغ خراب ہو گیا ہے اس عورت کا۔" ان کا انداز بھی تلخی لیے ہوئے تھا۔
"پاپا! ایسا بالکل نہیں ہونا چاہیے۔"
اب کی بار وہ کچھ نہیں بولے تھے۔
"اگر میں آپ سے کچھ کہوں تو آپ مانیں گے؟"
"ولی! میں نے آج تک تمہیں کبھی انکار کیا ہے؟"
"آپ سوہنی کا خیال رکھیے گا' وہ میری منگیتر ہے اور میں اس کی ذمہ داری آپ کو سونپ رہا ہوں۔"
"تو تم واپس کیوں نہیں آجاتے۔"
"ابھی نہیں آسکتا اور جب بھی آؤں گا' سوہنی کے لیے آؤں گا تو پھر پاپا! میں سوہنی کی طرف سے بے فکر ہو جاؤں؟" وہ ان سے پوچھ رہا تھا اور انہیں سمجھ نہیں آرہا تھا' وہ کیا کہیں۔
"پاپا!"
"ہاں ولی! تم بے فکر رہو' میں سنبھال۔" اچانک لائن منقطع ہو گئی تھی۔
دس منٹ بعد جب وہ کمرے میں داخل ہوئے خالد صاحب کا سانس نارمل ہو چکا تھا۔ وہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے انھیں دیکھنے لگے جبکہ کانوں میں اب بھی ولی کے الفاظ گونج رہے تھے۔
"ڈیڈی! ڈاکٹر مزید ٹیسٹ کے لیے کہہ رہے ہیں۔" انہوں نے چونک کر وصی کو دیکھا۔
"کیا بات ہے ڈیڈی!" انہیں ایک ٹک اپنی طرف دیکھتا پا کر وہ کچھ پریشان ہو گیا تھا۔
"کچھ نہیں۔" وہ سر جھٹک کر بولے۔ "آمنہ کہاں ہے؟"
"وہ شاید باہر نماز پڑھ رہی ہیں۔"
"ہوں۔" انہوں نے سر ہلایا۔ "یہ کچھ دوائیں لانا تھیں۔" انہوں نے دوائیوں والی پرچی اسے تھمائی تو وہ باہر نکل گیا۔
"سوہنی بیٹا! تم باہر اپنی تائی کے پاس بیٹھو۔" وہ باہر جانا تو نہیں چاہتی تھی لیکن انکار بھی نہیں کر سکتی تھی۔ بس سر جھکا کر باہر نکل گئی۔
"خالد!" انہوں نے ان کے ٹھنڈے ماتھے پر ہاتھ رکھا تو انہوں نے آنکھیں کھول کر انہیں دیکھا۔
"بھیا! مجھے گھر جانا ہے۔ میں یہاں مرنا نہیں چاہتا۔"
"خالد!"
"پلیز بھیا! مجھے کوئی جھوٹی تسلی نہ دیں۔ مجھے محسوس

ہو رہا ہے میرے پاس بہت کم وقت ہے لیکن میری جان میری بچی میں اٹکی ہے۔ اسے یوں بے سہارا چھوڑنے پر مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے۔ ایک بار سوہنی کو مضبوط ہاتھوں میں سونپ دیتا تو سکون سے مر سکتا تھا۔ میری آخری خواہش....."

وہ جملہ پورا نہیں کر سکے کیونکہ آنسوؤں نے پھر ان کی آواز پر غلبہ پا لیا تھا۔

"تمہاری کوئی خواہش ادھوری نہیں رہے گی خالد! میں نے سوچ لیا ہے مجھے کیا کرنا ہے۔" ان کے لہجے میں ایسا کچھ تھا کہ خالد صاحب نے چونک کر انہیں دیکھا۔

☼ ☼ ☼

"خالد بھائی کو ابھی گھر نہیں لانا چاہیے تھا۔ ابھی تو ان کی طبیعت بھی نہیں سنبھلی۔"

آمنہ نے توفیق صاحب کو دیکھا جو کسی سوچ میں گم تھے۔

"توفیق!" انہوں نے چونک کر آمنہ کو دیکھا۔

"کیا سوچ رہے ہیں؟" وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے کھڑے ہو گئے لیکن بے چینی ان کے ہر ہر انداز سے ظاہر ہو رہی تھی۔ تب ہی وصی اندر داخل ہوا تھا۔

"آپ نے بلایا ڈیڈی!"

"ہاں، تم کہیں جا رہے ہو؟"

"جی لاہور واپس جا رہا ہوں۔ اب چاچو بھی گھر آ گئے ہیں اور ویسے بھی میں کل سے یہاں ہوں اور صبح بینک بھی جانا ہے۔" وہ عجلت بھرے انداز میں بول رہا تھا۔

"بیٹھو، مجھے تم سے ضروری بات کرنا ہے۔" وہ ایک نظر گھڑی پر ڈال کر بیٹھ گیا۔

"سوہنی سے ملے ہو؟"

"جی ڈیڈی! بے چاری کافی پریشان ہو رہی ہے۔ ابھی بھی رو رہی تھی۔" توفیق صاحب اس کے لہجے کے اتار چڑھاؤ کا جائزہ لے رہے تھے۔

"ہاں، پریشانی کی بات تو ہے ہی۔ خالد کی طبیعت ابھی سنبھلی نہیں اور اس کی تکلیف کی وجہ سوہنی ہے۔ وہ بہت پریشان ہے کیونکہ ثمرہ سوہنی کی شادی ایک بوڑھے آدمی سے کروانا چاہتی ہے۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے ڈیڈی!" وہ حیران رہ گیا۔

"کر سکتی ہے، اسی لیے تو خالد پریشان ہے۔"

"تو ٹھیک ہے، ہم سوہنی کو اپنے ساتھ لاہور لے جاتے ہیں۔"

"میں نے بھی یہی سوچا تھا لیکن بات حق کی ہے۔ میں صرف اس کا تایا ہوں جبکہ وہ اس کی ماں ہے۔ اگر وہ اسے لے جانے کا دعوا کرے تو ہم کیا کر سکتے ہیں؟" توفیق صاحب کی بات پر وصی اور آمنہ نے گہرا سانس لیا تھا۔

"ولی یہاں ہوتا تو یہ مسئلہ ہی نہ ہوتا لیکن اب ..... میرے بھائی نے ساری زندگی برداشت کرتے گزار دی۔ اب میں اسے ایک خوشی دینے کی کوشش تو کر سکتا ہوں اس لیے میں نے سوچا ہے کہ سوہنی کا نکاح تم سے کر دیا جائے۔"

اور وہ جو بڑے غور سے انہیں سن رہا تھا، اس کے سر پر گویا دھماکا ہوا۔ اگلے ہی پل وہ تڑپ کر کھڑا ہوا۔

"ڈیڈی! آپ جانتے ہیں کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

اسے لگا، اس نے غلط سنا ہے جبکہ آمنہ حیرت کی شدت سے ساکت بیٹھی رہ گئیں۔

"میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے۔"

وصی کتنی دیر تک ان کا چہرہ دیکھتا رہا، اسے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہے۔ کچھ دیر بعد اس کا سر بے ساختہ نفی میں ہلا تھا۔

"امپاسبل ڈیڈی! ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔" اب کے اس کا لہجہ سختی لیے ہوئے تھا۔

"وصی! سمجھنے کی کوشش کرو بیٹا! اس وقت مجبوری ہے، دو زندگیوں کا سوال ہے۔" انہوں نے پیار سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا جبکہ وہ جھٹکے سے پیچھے ہٹا تھا۔

"جو بھی ہو ڈیڈی! میں ایسا نہیں کر سکتا۔ یہ میری ساری زندگی کا سوال ہے اور اگر آپ اپنے بھائی کی خواہش پوری کرنا چاہتے ہیں تو وکی بھی ہے۔ اس سے اس کا نکاح کروا دیں۔"

"مجھے مشورہ دینے کی ضرورت نہیں، وکی کو یہاں آنے میں پانچ گھنٹے لگ جائیں گے۔ میں اتنی دیر انتظار نہیں کر سکتا۔"

"یہ میری ہیڈک نہیں ڈیڈی! میں کبھی بھی ایسا نہیں سوچ سکتا اور آپ جانتے ہیں، میں کسی اور کو پسند کرتا ہوں۔"

"جانتا ہوں، اسی لیے تو کہہ رہا ہوں؟" اب کے وصی کے ساتھ آمنہ نے بھی حیرت سے ان کا چہرہ دیکھا۔

"جانتے ہیں پھر بھی ایسا کر رہے ہیں۔ آپ نے وصی کو سمجھ کیا رکھا ہے توفیق! قربانی کا بکرا، احساسات سے عاری انسان جس کی اپنی کوئی خواہش یا مرضی نہیں۔ آپ کی کوئی خواہش ہو تو وہ قربان ہو۔ آپ کے بیٹے کو کچھ چاہیے تو وہ جھکا دے۔ اس کی فرمانبرداری کا ہمیشہ ناجائز فائدہ اٹھایا ہے آپ نے لیکن اب کی بار میں اپنے بیٹے کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہونے دوں گی۔"

غصے کے مارے ان کی آواز اونچی ہو گئی تھی۔

"آمنہ! میں اپنے بیٹے سے بات کر رہا ہوں۔" ان کے اونچے لہجے پر توفیق صاحب کے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔

"نہیں ہے وہ آپ کا بیٹا، اگر آپ کا بیٹا ہوتا تو آپ یوں اس کی زندگی برباد کرنے کی کوشش کرتے؟ وصی صرف میرا بیٹا ہے۔" ان کے نڈر لہجے نے ایک پل کے لیے توفیق صاحب کو خاموش کروا دیا تھا۔

"میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا وصی! مجھے اس عورت سے خوف آتا ہے۔ دیکھا وہی ہوا۔ وہ اب بھی ہماری زندگیاں برباد کرنے کا سوچ رہی ہے۔"

وصی غصے سے باہر نکلنے لگا لیکن توفیق صاحب نے مضبوطی سے اس کا بازو تھام لیا۔

"وصی! تمہیں میری بات ماننی ہو گی، ورنہ....."

"ورنہ کیا.....؟" آمنہ غصے سے ان کے سامنے آئی تھیں۔

"ورنہ میں تمہیں طلاق دے دوں گا۔" ان کے پرسکون لہجے پر وہ دونوں ساکت رہ گئے۔

کچھ دیر بعد آمنہ استہزائیہ انداز میں مسکرائی تھیں۔

"عورت کو جھکانے کے لیے بڑا پرانا اور گھٹیا ہتھیار ہے۔ آج سے کئی سال پہلے میں اسی لفظ سے ڈر کر خاموش ہو گئی تھی، تب میرا کوئی نہیں تھا لیکن آج میرے دو جوان بیٹے ہیں۔ مجھے کسی کا ڈر نہیں۔" ان کے لہجے میں اپنے بیٹوں کے لیے مان تھا اور انہیں یہ بھی امید تھی کہ توفیق صاحب کبھی انہیں چھوڑ نہیں سکتے۔

"ٹھیک ہے۔" توفیق صاحب کے سرد لہجے پر وصی بے اختیار بولا تھا۔

"ڈیڈی پلیز، سمجھنے کی کوشش کریں۔ وہ مجھ سے کتنی چھوٹی ہے۔ بارہ سال کا فرق ہے ہمارے درمیان اور سب سے بڑی بات، وہ ولی کی منگیتر ہے۔ میں کیسے..... میں ایسا نہیں کر سکتا۔"

اس نے بے بسی سے ان کا چہرہ دیکھا۔

"میں جانتا ہوں، وہ ولی کی منگیتر ہے، اسی لیے تو یہ سب کر رہا ہوں۔"

"واہ توفیق صاحب! آپ اپنے بیٹے کے لیے میرے بیٹے کی زندگی برباد کر رہے ہیں۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔ چلو وصی!" انہوں نے مضبوطی سے وصی کا ہاتھ تھاما۔

"آمنہ! وصی کے ساتھ جانے سے پہلے مجھ سے ہر رشتہ ختم کر کے جاؤ۔" آمنہ نے مڑ کر ان کا پتھریلا چہرہ دیکھا۔

"میں توفیق منور پورے ہوش و حواس میں تمہیں طلاق دیتا ہوں۔"

وصی نے چونک کر انہیں دیکھا۔ اس کے ہاتھ پر آمنہ کی گرفت ختم ہو گئی۔ اس نے بے ساختہ سفید پڑتی آمنہ کو تھاما تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ صرف ایک لمحے میں ان کے جسم کا سارا خون کسی نے نچوڑ لیا ہو۔

"میں توفیق منور......"

"ڈیڈی پلیز....." اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ وہ ان سے اتنے سنگدلانہ قدم کی امید نہیں کر رہا تھا۔ وہ اب منتظر نظروں سے اس کے جواب کے منتظر تھے۔

اس نے ان ہی نظروں سے اپنی ماں کے ساکت چہرے کو دیکھا۔

"میں تیار ہوں۔" اسے اپنی آواز کنویں سے آتی محسوس ہو رہی تھی۔

(دوسری اور آخری قسط آئندہ ماہ ملاحظہ کریں)

مریم عزیز

توفیق صاحب اور آمنہ کی ازدواجی زندگی خوشگوار ہے۔ جس میں زیادہ ہاتھ آمنہ کی سادہ اور صابر طبیعت کا ہے۔ آمنہ توفیق صاحب کے والد کی پسند ہیں اور گزرے ماہ و سال نے اس انتخاب کو درست ثابت کیا ہے۔ توفیق صاحب کی ایک ہی بہن ارم ہیں جو بدر سے بیاہی گئی ہیں۔ ان کی ایک بیٹی عروبہ ہے۔ توفیق صاحب کے گھر وصی اور روکی کی شرارتوں نے مکمل کردیا ہے۔ آمنہ کبھی کبھار بیٹی کی کمی محسوس کرتی ہیں۔ شادی کے نو سال گزرنے کے باوجود انہیں توفیق صاحب کے رویے میں ایک خاص سرد مہری محسوس ہوتی ہے۔ بزنس کے سلسلے میں وہ کئی کئی دن شہر سے باہر رہتے ہیں جس پر آمنہ خدشات کا شکار ہیں۔ نند ارم کے علاوہ ان کا کوئی دور پار کا رشتہ دار بھی نہیں۔ ان ہی دنوں ان پر انکشاف ہوتا ہے کہ توفیق صاحب کی زندگی میں شیزانہ نام کی عورت ہے۔ جو ان کی محبت ہے۔

شیزانہ ان کی منکوحہ ہی نہیں، تین بچوں کی ماں بھی ہے۔ توفیق صاحب کے چھوٹے بھائی خالد نے ثمرہ سے شادی کی جس کا تعلق بازارِ حسن سے تھا۔ شیزانہ، ثمرہ کی بہن ہے۔ یہ سب کچھ جان کر آمنہ بچوں سمیت ارم کے گھر چلی آتی ہیں۔ بچی کی پیدائش پر شیزانہ کا انتقال ہو جاتا ہے۔ توفیق صاحب کو یہ صدمہ دنوں بے حال رکھتا ہے۔ شیزانہ کی موت آمنہ کو

مکمل ناول

دوبارہ توفیق صاحب کے گھر لے آتی ہے۔ توفیق صاحب پہلی بیوی سے تینوں بچے آمنہ کے پاس لے آتے ہیں۔ اپنی نیک طبیعت سے مجبور ہو کر وہ انہیں اپنی اولاد تسلیم کر لیتی ہیں۔ ابتداء میں حالات بہتر ہونے میں دقت لگتا ہے لیکن گزرتے ماہ و سال انہیں سہارا دے ہی دیتے ہیں۔ وصی اور وکی کے ساتھ ولی‘ علیزہ اور فریحہ کی بھی وہ بھرپور تربیت کی سعی کرتی ہیں۔ علیزہ اور فریحہ بیٹی کی کمی پوری کر دیتی ہیں لیکن ولی بے حد غصہ ور ہے۔ آمنہ کو ماں کا درجہ دینے پر تیار نہیں۔ ثمرہ خالہ وقتاً ”فوقتاً“ آمنہ کے خلاف اس کے کان بھرتی رہتی ہے جس پر وہ آئے دن گھر میں کوئی نہ کوئی مسئلہ کھڑا رکھتا ہے۔ خصوصاً ”وصی سے اسے خدا واسطے کا بیر ہے۔ وصی طبیعتاً“ ماں پر ہے‘ اس لیے محض ماں اور بہن بھائیوں کی خاطر ولی کی بدتمیزیاں برداشت کرتا ہے۔ محض ولی کی حاسد طبیعت کی وجہ سے اسے باپ کا کاروبار سنبھالنے کے بجائے بینکنگ لائن کو اپنانا پڑتا ہے۔ توفیق صاحب ’شیزانہ سے حد درجہ مماثلت کے باعث ولی سے زیادہ قریب ہیں۔

ارم کی بیٹی عروبہ‘ ولی کو پسند کرتی ہے جس کا علم ولی کے علاوہ سب کو ہے۔ وصی اپنے دوست سبحان کی کزن صاحبہ میں دلچسپی لیتا ہے۔ وہ آمنہ کو صاحبہ سے ملواتا ہے جس پر آمنہ ہی نہیں سب بہن بھائی اس کی پسند پر پسندیدگی کی مہر ثبت کر دیتے ہیں۔ ڈاکٹر ایاز کا رشتہ علیزہ کے لیے آتا ہے جو آمنہ کی کزن کا بیٹا ہے۔ ابتداء میں محض آمنہ کو نیچا دکھانے کے لیے ولی اس رشتے کو ریجکٹ کرتا ہے لیکن بہن کے واضح جھکاؤ پر اسے ایاز کے حق میں فیصلہ دینا پڑتا ہے۔

ثمرہ اور خالد اپنی بیٹی سوہنی کے ساتھ توفیق صاحب کے گھر آتے ہیں جس پر آمنہ شدید جز بز ہوتی ہیں۔ ان کی طبیعت کی سرد مہری وصی محسوس کرتا ہے۔ سوہنی کا سادہ‘ من موہنا چہرہ ولی کو اپنا اسیر کر لیتا ہے۔ توفیق صاحب کے سامنے خالد اپنی بیوی ثمرہ کی نازیبا سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہیں تو وہ ہر طرح سے ان کا اور سوہنی کا ساتھ دینے کا وعدہ کرتے ہیں۔ ولی کے استفسار پر وہ تمام حالات ولی کو بتاتے ہیں تو وہ توفیق صاحب کے سامنے سوہنی سے شادی کی خواہش کا اظہار کرتا ہے۔ جس پر وہ قدرے پریشان ہو جاتے ہیں کیونکہ ارم بھی عروبہ اور ولی کے رشتے کی بات کرتی ہیں۔ بیٹے کی خوشی کے لیے وہ سوہنی اور ولی کی منگنی کر دیتے ہیں۔ منگنی کے بعد سوہنی کو ولی کی سخت گیر طبیعت کا احساس ہوتا ہے۔ دوسری جانب عروبہ اپنی دل شکستی چھپائے اس کی خوشیوں میں شامل ہوتی ہے۔

ذرا سی بات پر ولی کا فیکٹری ورکر سے جھگڑا ہو جاتا ہے۔ وصی‘ ولی کو روکتا ہے تو وہ اسے بھی زخمی کر دیتا ہے۔ طیش میں آکر توفیق صاحب‘ ولی کو ایک تھپڑ مارتے ہیں تو وہ تن فن کرتا نکل جاتا ہے۔ تاہم چند دنوں بعد وہ امریکہ جانے کا اعلان کر کے سب کو صدمے سے دوچار کر دیتا ہے۔

توفیق صاحب کی منت سماجت بھی اسے روک نہیں پاتی۔ اس کی اچانک امریکہ روانگی حالات مزید خراب کر دیتی ہے۔ خالد صاحب کی حالت بگڑ جاتی ہے جبکہ ثمرہ ایک امیر بوڑھے سے بیٹی کی شادی طے کر دیتی ہے۔ سوہنی سے تمام حالات جان کر ولی‘ توفیق صاحب سے وعدہ لیتا ہے کہ اس کے آنے تک وہ سوہنی کی حفاظت کریں گے۔

سوہنی کو ثمرہ کی مکروہ چال سے بچانے کے لیے توفیق صاحب‘ وصی کو مصلحتاً ”سوہنی سے نکاح کا کہتے ہیں جس پر آمنہ اور وصی دونوں سکتے میں آ جاتے ہیں۔ توفیق صاحب دھمکی دیتے ہیں کہ اگر وصی نے سوہنی سے شادی نہ کی تو وہ آمنہ کو طلاق دے دیں گے۔ ان کی یہ دھمکی کارگر ثابت ہوتی ہے اور وصی نکاح کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

۲
دوسری اور آخری قسط

وہ پھٹی پھٹی نظروں سے اپنے باپ کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ اسے اب تک یقین نہیں آ رہا تھا کہ جو اس نے سنا‘ وہ صحیح ہے۔

”میں جانتا ہوں جو ہو رہا ہے‘ وہ ٹھیک نہیں اور تمہیں تکلیف بھی ہو رہی ہے لیکن تمہیں بہت بڑے دکھ سے بچانے کے لیے یہ سب کرنا بہت ضروری تھا۔ میں نے ایسا کچھ نہیں چاہا تھا‘ پر بھیا نے بہت سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے‘ وہ نکاح خواں کا بندوبست کرنے گئے ہیں۔“

وہ اب تک ویسے ہی ساکت تھی۔ سب سے پہلا خیال اسے ولی کا آیا تھا۔ ابھی تو ان کا رشتہ بندھا تھا۔ ابھی تو اس نے اسے سوچنا شروع کیا تھا۔ اور اب یہ سب کیا ہو رہا تھا۔ سب سے بڑی حیرت کی بات وصی کا مان جانا تھا۔ اس کی ہونے والی منگیتر کے لیے اس کی پسندیدگی وہ جانتی تھی اور اب ولی کی جگہ وصی سے نکاح۔ اس کی آنکھوں میں ولی کے بعد وصی کا چہرہ آیا تو اس کا سانس رکنے لگا۔ اس نے بے اختیار گہرا سانس لیا لیکن اس کا دم گھٹتا جا رہا تھا۔ درد کے مارے اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھرنے لگیں۔

”ایسے نہ رو بیٹا!“ خالد صاحب نے بے اختیار اس کا سر اپنے سینے پر رکھ لیا۔

”پلیز ابو جی! ایسا نہیں ہو سکتا۔ وصی بھائی کی منگنی ہونے والی ہے اور وصی بھائی‘ ولی کے بھائی ہیں۔ میں ان سے....“ وہ اب بری طرح رو رہی تھی۔

”میں مجبور ہوں بیٹا! اگر ولی یہاں ہوتا تو میں کبھی ایسا نہ کرتا۔“

”ابو! ہم ولی کے آنے کا انتظار کر سکتے ہیں۔“ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

”سوہنی! میرے بچے! میری زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔“

”پر ابو!“ اس نے روتے ہوئے ان کا چہرہ دیکھا‘ تب ہی توفیق صاحب اندر داخل ہوئے۔

”خالد! مولوی صاحب اور سب مہمان آ گئے ہیں۔“ خالد صاحب اٹھ کر بیٹھ گئے جبکہ اس کے آنسو ٹھٹھر کر جم گئے تھے جبکہ سر خودبخود جھک گیا تھا۔ کمرے میں آوازیں بڑھنے لگی تھیں۔

پھر پتا نہیں کس نے دوپٹے سے اس کا سر اور چہرے کو ڈھانپ دیا تھا۔ نکاح خواں اب اس سے اجازت مانگ رہا تھا جبکہ اس کے آنسو ایک بار پھر رواں ہو گئے تھے۔

☼ ☼ ☼

”یہ کیا کیا بھابھی!“ ارم کی حیران پریشان آواز پر آمنہ نے ناراضی سے انہیں دیکھا۔

”میں نے کیا‘ یہ سب کیا دھرا تمہارے بھیا کا ہے۔ پوچھو ان سے‘ کیا سمجھ کر وہ لوگوں کی زندگیوں سے کھیل جاتے ہیں۔“

کل وہ گھر پہنچی تھیں اور کل سے ان کا غصے سے برا حال تھا جبکہ علیزہ‘ وکی اور فریحہ کا حیرت کے مارے برا حال تھا۔

”بھیا ابھی تک نہیں آئے؟“

”نہیں ہیں‘ وصی اسی رات واپس آ گیا تھا۔ اس وقت بہت غصے میں تھا۔ مجھے ساری رات اسی کی فکر لگی رہی‘ اس لیے میں اگلے دن ہی واپس آ گئی۔“ انھوں نے تفصیل بتائی۔

”بھائی! اس دن اتنے غصے میں تھے کہ ہم نے کچھ پوچھا ہی نہیں اور انہوں نے بھی ہمیں کچھ بتایا ہی نہیں کہ وہاں کیا ہوا۔ دو دن سے وہ بینک سے آتے ہی کمرے میں بند ہو جاتے ہیں۔ کھانا بھی نہیں کھاتے۔“ فری نے پریشانی سے انہیں بتایا تھا۔

”میرا بچہ‘ اتنا ہنس مکھ اور صبر والا تھا۔ اس کے اپنے باپ نے اس کی خوشیاں چھین لیں۔“

بات کرتے کرتے وہ رو پڑیں تو ارم نے ان کا ہاتھ تھام لیا۔

”بابا کو یہ فیصلہ کرنے سے پہلے کچھ سوچ تو لینا چاہیے تھا کہ ایاز کی فیملی کیا سوچے گی کہ منگنی ولی سے اور نکاح وصی سے۔“ علیزہ کو اپنے سسرال کی فکر لگی تھی۔

”بیٹا یہ تو کوئی مسئلہ نہیں۔ لوگوں کی منگنیاں ٹوٹتی رہتی ہیں لیکن بات وصی کی ہے۔ اس کی ایک فیصد بھی مرضی شامل نہیں تھی۔“ ارم کے سمجھانے پر اس نے سر ہلایا۔

”میرے بیٹے نے پہلی بار کسی خواہش کا اظہار کیا تھا لیکن میں اس کی ایک خوشی بھی پوری نہیں کر سکی۔“ انہیں اچانک صاحبہ یاد آئی تھی۔

یکدم فون کی بیل پر وکی اٹھا۔ ارم ایک بار پھر آمنہ کو تسلی دینے لگیں۔

”ممما! ڈیڈی کا فون تھا۔“ اس کی پریشان آواز پر ان سب نے پریشانی سے اسے دیکھا۔

”وہ خالد چاچو کی ڈیتھ ہو گئی۔“ ارم نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا تھا لیکن وہ کچھ کہہ نہیں سکی تھیں۔ ان کے آنسو تیزی سے بہہ نکلے تھے۔

”فری! بدر انکل کو فون کر دو۔ عروبہ تو کراچی میں ہے۔ اسے بھی اطلاع کر دو۔ علیزہ بیٹا! تم بھی ایاز کو فون کر دو۔ وکی! وصی کو بھی فون کر دو۔“

وہ وکی سے کہہ کر خود بیگ پیک کرنے چل دیں‘ جب وہ

باہر آئیں تو سب گاڑی میں بیٹھ رہے تھے۔ وکی نے ان کے ہاتھ سے بیگ لے لیا۔

"وصی کو فون کر دیا؟"

"جی انہوں نے آنے سے انکار کر دیا ہے۔" آمنہ ایک دم رک کر وکی کا چہرہ دیکھنے لگیں پھر سر جھٹک کر آگے بڑھ گئیں۔

"کسی کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ وصی نے منع کیا ہے۔ کوئی پوچھے تو کہہ دینا' وہ ضروری میٹنگ کے سلسلے میں لاہور سے باہر گیا ہوا تھا۔" وکی سر ہلا کر رہ گیا۔

☼ ☼ ☼

ان تینوں نے حیرت سے توفیق صاحب کے ساتھ آتی سوہنی کو دیکھا۔ ان کے پیچھے ڈرائیور دو بڑے بڑے سوٹ کیس لیے کھڑا تھا۔ ان تینوں نے بے ساختہ ایک دوسرے کو دیکھا اور نظریں چرا کر رہ گئے۔ سوہنی نے بہت آہستہ آواز میں سلام کیا تھا جس کا جواب کسی نے نہیں دیا تھا۔ پتا نہیں توفیق صاحب نے یہ بات محسوس کی تھی یا نہیں۔ البتہ وہ مزید گھبرا گئی تھی۔

"تم لوگوں نے کھانا کھا لیا؟"

"جی!" انہوں نے پتا نہیں کس سے پوچھا تھا لیکن جواب وکی نے دیا تھا۔

"فری بیٹا! چائے ملے گی؟" فری نے ایک خاموش نظر ان پر ڈالی اور کچھ کہے بغیر کچن کی طرف مڑ گئی۔

"آؤ بیٹا! میں تمہیں تمہارا کمرہ دکھا دوں۔ وکی! یہ بیگ اوپر لے آؤ۔" انہوں نے بیگ اٹھانے کے بعد وکی کو دوسرا بیگ لانے کو کہا۔

"السلام علیکم۔" وصی کی آواز پر آمنہ نے چونک کر سر اٹھایا اور گھبرا کر کھڑی ہو گئیں۔

"کھانا لگاؤں؟"

"نہیں۔" وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ وہ پریشانی سے ہونٹ کچلنے لگیں۔

"تمہیں کسی بھی چیز کی ضرورت ہو' مجھ سے کہنا اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ تمہارا اپنا گھر ہے۔"

توفیق صاحب کی آواز پر اس کے قدم سست پڑے تھے۔ اس نے کچھ الجھ کر ان کی پشت کو دیکھا لیکن تیسرے قدم پر دروازے کے ساتھ لگی سوہنی پر نظر پڑتے ہی اس کے ہونٹ بے ساختہ بھنچ گئے۔ آنکھیں جلنے لگی تھیں۔ توفیق صاحب کے سر تھپکنے پر جونہی اس نے نظریں اٹھائیں' وہ سیدھی سیڑھیوں کے قریب کھڑے وصی سے جا ملیں۔ اس کی آنکھوں میں اس کے لیے اتنی تپش اور نفرت تھی کہ اسے اپنا چہرہ جلتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ نظریں چرا کر اور بھی توفیق صاحب کے پیچھے چھپ گئی۔ قدموں کی چاپ پر توفیق صاحب نے مڑ کر دیکھا۔ وصی اپنے کمرے میں داخل ہو رہا تھا اور اپنے پیچھے اس نے دروازہ ایک دھماکے سے بند کیا تھا۔ توفیق صاحب نے مڑ کر سوہنی کا چہرہ دیکھا جس کا رنگ بالکل سفید پڑ گیا تھا۔

"جاؤ بیٹا! تم آرام کرو۔" انہوں نے ایک بار پھر اس کا سر تھپتھپایا۔

☼ ☼ ☼

ان کے دستک دینے پر جب کوئی جواب نہ آیا تو وہ دروازہ کھول کر اندر آ گئیں۔ وہ کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا تھا۔

"وصی....." آمنہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ وہ چپ رہا۔ ان کی آنکھیں پانیوں سے بھرنے لگیں۔

"میں جانتی ہوں' صرف میری وجہ سے تم یہ قدم اٹھانے پر مجبور ہوئے ہو۔ پر وصی....." انہوں نے اسے ہاتھوں میں تھام کر اس کا چہرہ اپنی طرف موڑا۔ "بتاؤ بیٹا! میرا کیا قصور ہے؟ اس بات کو بھی اب ایک ماہ ہونے والا ہے۔ تم نہ تو مجھ سے بات کرتے ہو اور نہ ہی اپنے بہن بھائی سے۔ اگر مجھ سے ناراض ہو تو کچھ بولو' اپنی ناراضی کا اظہار ہی کر دو۔"

"میں آپ سے ناراض نہیں۔" وہ ان کے ہاتھ ہٹاتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔ انہوں نے محسوس کیا کہ وہ ان کی طرف دیکھ کر بات نہیں کر رہا۔

"وصی! تمہاری یہ چپ اندر ہی اندر مجھے پریشان کر رہی ہے۔" وہ رونے لگیں تو وصی بے چینی سے ان کی طرف مڑا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتا' دروازہ کھول کر توفیق صاحب اندر داخل ہوئے۔ وصی کے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے جبکہ آمنہ نے بھی منہ دوسری طرف پھیر لیا تھا لیکن انہوں نے برا نہیں مانا تھا۔

"میں تم لوگوں سے ضروری بات کرنے آیا ہوں۔ وصی! تم نے اپنی ماں سے جس لڑکی کو ملوایا تھا۔ میرا مطلب

ہے جس سے تم شادی کرنا چاہتے ہو' اس سے کہو کہ کل ہم اس کے ماں باپ سے ملنے آ رہے ہیں۔" وصی کے ساتھ آمنہ نے بھی چونک کر انہیں دیکھا تھا۔

"اتنا حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم میرے بیٹے ہو اور تمہاری خوشی کا احساس ہے مجھے۔" اب کے وصی نے ہچکچاتے ہوئے نظریں ان پر سے ہٹا لیں۔

"اس دن تم غصے میں تھے' اس لیے میں نے جو کیا۔ اگر تمہیں سمجھاتا بھی تو تم نے سمجھنا نہیں تھا۔ میں نے یہ نکاح صرف اس لیے کروایا تھا تاکہ سوہنی پر اپنا حق ثابت کر سکوں۔ تم نہیں جانتے' خالد اس وقت کتنی بڑی پریشانی میں مبتلا تھا اور آخری وقت میں وہ کتنا پرسکون تھا۔ اگر تم جان لیتے کہ تمہارے اس قدم نے ایک مرتے ہوئے انسان کو کتنی بڑی خوشی دی ہے تو شاید تم یہ غصہ بھول جاتے۔ خیر....." انہوں نے گہرا سانس لیا۔ "میں تمہیں یہ بتانے آیا ہوں کہ سوہنی تمہاری ذمہ داری نہیں' تم اپنی زندگی کا ہر فیصلہ آزادانہ کر سکتے ہو۔ جہاں چاہو شادی کر سکتے ہو۔ تم پر کوئی بوجھ نہیں۔ سوہنی ولی کی منگیتر ہے اور کاغذ کا یہ رشتہ تمہیں صرف تب تک رکھنا ہے' جب تک ولی نہیں آتا اور یہ بات میں سوہنی کو بھی سمجھا چکا ہوں' اس لیے بے فکر رہو۔ یہ رشتہ تمہارے لیے کبھی بھی مسئلہ نہیں بنے گا۔" وصی بے حد حیرت سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"یہ بات میں نے بچوں کو بھی بتا دی ہے اور تمہیں بھی بتا رہا ہوں۔ کسی کو یہ بات بتانے کی ضرورت نہیں کہ سوہنی تمہارے نکاح میں ہے۔ امید ہے اب تمہارا غصہ کم ہو گیا ہو گا۔"

انہوں نے مسکرا کر وصی کو دیکھا تو اس نے افسوس سے توفیق صاحب کو دیکھتی آمنہ کو دیکھا۔

"اور ہاں' ان لوگوں سے کہنا۔ ہمیں منگنی کی جلدی ہے' اسی ہفتہ ہمیں منگنی کرنی ہے۔"

وہ اب آمنہ کی طرف مڑے تھے۔

"لیں بھئی بیگم! اب تو تم خوش ہو' جو تمہارا بیٹا چاہتا تھا' وہی ہو رہا ہے۔ ہم بڑی دھوم دھام سے وصی کی منگنی کریں گے۔"

وہ ایک بار پھر مسکرائے تھے۔ ان کی مسکراہٹ کا ساتھ ان دونوں میں سے کسی نے نہیں دیا تھا۔ توفیق صاحب باہر نکل گئے تو آمنہ' وصی کے پاس آ گئیں۔

"اب تو مسکرا دو۔" انہوں نے پیار سے اس کا گال سہلایا تو وہ ان کی خاطر ذرا سا مسکرا دیا۔ وہ مطمئن ہو کر باہر نکل گئیں۔ اگلے ہی پل وہ سر جھٹک کر صاحبہ کا نمبر ملا رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

اس کی نظریں کب سے اسٹیج پر جمی تھیں۔ اس کے سامنے رکھا بھاپ اڑاتا سوپ بھی اب ٹھنڈا ہو گیا تھا۔ آج تقریباً ڈیڑھ ماہ بعد اس نے وصی کو پہلے کی طرح ہنستے دیکھا تھا۔ یہاں ہر کوئی خوش تھا جبکہ آمنہ کا چہرہ تو خوشی سے جگمگا رہا تھا۔ توفیق صاحب کے قہقہے پر اس نے چونک کر انہیں دیکھا جو اس کے بابا اور علیزہ کے ساتھ کھڑے تھے۔ اس نے ہمیشہ اپنے ماموں کو ایک شفیق انسان کے روپ میں دیکھا تھا۔ وہ جانتی تھی' ولی سے وہ بہت محبت کرتے تھے اور اکثر ولی کی وجہ سے وہ باقی بچوں سے زیادتی کر جاتے تھے۔ خاص طور پر وصی کے ساتھ لیکن اس بار وصی کا بہت بڑا نقصان ہوا تھا' جب سے اپنے ماموں کی سوچ اس کے سامنے آئی تھی تو پہلے وہ جو وصی کے لیے افسوس کر رہی تھی' اسے بے ساختہ سوہنی سے ہمدردی محسوس ہوئی تھی۔ تماشا تو اس کی زندگی بنی تھی جس نے خوشی سے اسے اپنایا۔ اس نے مصیبت کے وقت پلٹ کر اس کی مدد کرنے کے بجائے اپنی ضد کو اہمیت دی تھی اور جس کے ساتھ زندگی کا سب سے بڑا اور مضبوط رشتہ جوڑ دیا گیا ہے' اس کے دل میں اس کے لیے ذرہ برابر گنجائش نہیں تھی۔ وصی نے تو آج اپنی منزل پا لی تھی۔ اس نے ایک بار پھر مسکراتے ہوئے وصی کو دیکھا۔

"لیکن کسی نے نہیں سوچا کہ ولی کی فطرت کیسی ہے۔ اگر پاکستان لوٹنے پر اس نے سوہنی کو اپنانے سے انکار کر دیا تو..... اور وصی' وہ تو کبھی بھی اسے نہیں اپنائے گا تو پھر اس کا کیا ہو گا' وہ تو نہ ادھر کی رہے گی اور نہ ادھر کی۔" عروبہ بے حد پریشانی سے سوچ رہی تھی۔

کباب تلنے کے ساتھ دوسرے چولہے پر اس نے چائے بھی رکھی ہوئی تھی۔ گھر میں اس وقت مکمل خاموشی تھی۔ توفیق صاحب' آمنہ اور وکی علیزہ سے ملنے اسلام آباد گئے ہوئے تھے۔ فریحہ کے آج کل ٹیسٹ ہو رہے

تھے۔ اسے یہاں رہتے ہوئے پانچ ماہ سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا تھا۔ اس دن کے بعد علیزہ اور فریحہ کا رویہ اس کے ساتھ بہت اچھا ہو گیا تھا اور کچھ عرصے بعد وکی بھی پہلے جیسا ہو گیا۔ آمنہ کی آنکھوں میں اس کے لیے پہلے جیسی نفرت تو نہیں رہی تھی لیکن پھر بھی وہ اسے بہت کم مخاطب کرتی تھیں۔ سارا دن کمرے میں پڑے پڑے وہ اکتا جاتی تھی۔ آہستہ آہستہ اس نے کچن میں آمنہ کے ساتھ کام کرنا شروع کر دیا اور وقت گزر ہی جاتا تھا۔ فریحہ اور وکی کے آنے پر اسے احساس ہوتا تھا' اس کے منہ میں زبان ہے۔ صرف ایک وصی تھا جس کے سائے سے بھی وہ دور بھاگتی تھی۔ اس کے آنے سے پہلے وہ کمرہ نشین ہو جاتی تھی اور چھٹی والے دن یا کھانے کی میز پر سامنا ہو بھی جاتا تو وہ اسے دیکھنے سے بھی گریز کرتی تھی۔

گیٹ کھلنے پر اس نے چونک کر کھڑکی سے جھانکا۔ وصی کی گاڑی اندر داخل ہوئی۔ وہ موبائل پر کسی سے بات کرتا ہوا گاڑی سے باہر نکلا تھا۔ وہ بے اختیار کھڑکی سے پیچھے ہٹ گئی۔ اس کے ہٹتے ہی وہ تیزی سے کباب پلیٹ میں نکالنے لگی۔

"فری یار! بھوک لگی ہے کچھ ہے تو دے دو۔"

اپنے پیچھے وصی کی آواز سن کر اس نے بے ساختہ اپنا نچلا ہونٹ کچلا تھا اور ڈرتے ڈرتے مڑ کر دیکھا۔ وہ وہاں نہیں تھا لیکن اس کی آواز قریب سے آ رہی تھی۔ اس نے اپنے جسم پر موجود کپڑوں کو دیکھا جو فریحہ کے تھے۔ شاید اسی لیے وہ اسے فری سمجھا تھا۔

"اب بند کرو فون' اب تو میں گھر پہنچ گیا ہوں۔ کھانا کھانے لگا ہوں۔"

اس نے فری کو دوبارہ پکارا۔ نہ چاہتے ہوئے وہ اس کی باتیں سن رہی تھی۔

"شادی کب کرنی ہے' یہ تم نے فیصلہ کرنا ہے۔ ہنی مون پر کہاں جانا ہے' یہ بھی تم خود سوچ لو۔ مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔"

وہ ایک لمحہ میں سمجھ گئی کہ کس کا فون ہے' پلیٹ لے کر جب وہ لاؤنج میں پہنچی وہ اب بھی بات کر رہا تھا جبکہ نظریں ٹی وی پر جمی تھیں۔ اس کا ارادہ پلیٹ رکھ کر کھسکنے کا تھا۔ وہ احتیاط سے چلتی ہوئی ٹیبل کے قریب آئی' جوں ہی وہ پلیٹ رکھ کر سیدھی ہوئی' تب ہی وصی نے اوپر دیکھا۔ اس کے ہنستے ہوئے چہرے کی مسکراہٹ ایک لمحے میں سکڑی اور ماتھے پر کئی بل پڑ گئے تھے۔ اس نے نظر سامنے پلیٹ پر ڈالی۔ غصے سے اس نے ٹیبل کو جھٹکا دیا۔ شیشے کی ٹیبل پر کرسٹل کی پلیٹ نے کافی آواز پیدا کی تھی۔

"سن رہا ہوں' کانوں سے سنتے ہیں۔" وہ غصے سے کہتا ہوا کھڑا ہو گیا۔

"نہیں' غصے میں نہیں ہوں۔" وہ اب بولتا ہوا لاؤنج سے باہر نکل گیا۔

"سوہنی! تم یہاں اسٹیچو بنی کھڑی ہو اور میرا بھوک سے برا حال ہے اور یہ کباب یہاں رکھ کر کسی جن کا انتظار کر رہی ہو؟" فریحہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ جواب دینے کی بجائے بڑی دقت سے مسکرائی۔

☼ ☼ ☼

وہ روتے ہوئے توفیق صاحب کو دیکھ رہی تھی۔

"تم جیسی گھٹیا عورت میں نے آج تک نہیں دیکھی۔ تمہیں شرم نہیں آئی۔ بڑے فخر سے مجھے اپنی دوسری شادی کی اطلاع دے رہی ہو۔ ساری عمر تم میرے بھائی کی غیرت سے کھیلتی رہیں۔ اس کو مرے سات مہینے نہیں ہوئے اور تم دوسری شادی رچا کر بیٹھ گئی ہو۔ یہ قدم اٹھانے سے پہلے تمہیں کہیں ڈوب مرنا چاہیے تھا۔"

طیش کے مارے ان کی آواز بلند سے بلند ہوتی جا رہی تھی۔

"کس حق سے' میرا تمہارا کوئی رشتہ نہیں۔ تمہارے ساتھ اسی دن سارے رشتے ختم ہو گئے تھے جب میرا بھائی تمہارے ہاتھوں مر گیا تھا۔ سوہنی کا نام بھی مت لو' کوئی رشتہ نہیں تمہارا اس کے ساتھ۔"

"ماں..... تم خود کو اس کی ماں کہتی ہو؟ تم تو ماں کہلانے کے قابل نہیں۔ اب جب تم اپنے اس راحیل سے شادی کر چکی ہو تو سوہنی سے بھی تمہارا کوئی رشتہ نہیں رہا۔"

وہ اب رک کر دوسری طرف سے اسے سن رہے تھے۔

"کیوں بات کراؤں؟ وہ تم سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔"

انہوں نے اس پر ایک تیز نظر ڈالی تو وہ سر جھکا گئی۔

"خبردار جو میرے گھر میں قدم رکھا' ورنہ ٹانگیں توڑ دوں گا تمہاری۔" انہوں نے دھمکی دینے کے بعد فون بند کر دیا۔

ان کے جانے کے بعد اس کی نظر غیر ارادی طور پر آمنہ سے ٹکرا گئی۔ ان کی آنکھوں میں اس کے لیے اتنی حقارت تھی کہ وہ فوراً وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

کمرے میں آ کر اس نے اپنے باپ کو بے حد یاد کیا تھا۔ آج اس کی ماں نے جو کیا تھا' اس حرکت نے اسے دوسروں کی کیا اپنی نظروں میں گرا دیا تھا۔ وہ کسی سے نظریں ملا نہیں پا رہی تھی۔ راحیل کے ساتھ ان کے تعلقات پہلے ڈھکے چھپے تھے۔ انہوں نے اب اسے نام دے دیا تھا۔

موبائل کی بیپ پر اس نے چونک کر سائیڈ ٹیبل کی طرف دیکھا۔ اگلے ہی پل اس نے تیزی سے دراز گھسیٹ کر موبائل نکالا' اسکرین پر آنے والا نمبر ولی کے بجائے اس کی ماں کا تھا۔ وہ کتنی دیر اس نمبر کو دیکھتی رہی' اگلے ہی پل اس نے موبائل آف کر دیا۔

زندگی میں اس سے جڑا ہر رشتہ اس سے چھٹتا جا رہا تھا۔ پہلے اس کے ابو اور اس کی ماں نے جیتے جی اسے خود سے دور کر دیا اور ولی وہ کہاں تھا؟ کچھ سوچ کر وہ چہرہ صاف کرتے ہوئے باہر آ گئی۔

وہ توفیق صاحب کے کمرے کا دروازہ کھولنے والی تھی۔ تب ولی کا نام سن کر رک گئی۔ وہ شاید ولی سے بات کر رہے تھے۔ اس کی ماں کا ذکر ہوا تو وہ شرمندگی سے سر جھکا گئی۔ پتا نہیں ولی نے کیا سوچا ہو گا؟ توفیق صاحب کی اچانک آواز بہت دھیمی ہو گئی تھی۔ یہ غیر اخلاقی حرکت تھی لیکن پھر بھی وہ دو قدم اور دروازے کے قریب آ گئی۔ اندر خاموشی چھا گئی۔

"آپ پریشان کیوں ہو گئے ہیں۔"

آمنہ کی آواز پر وہ ویسے ہی چونکی۔

"ولی نے وہاں پیپر میرج کر لی ہے۔ کہہ رہا تھا کافی پرابلم ہو رہی تھی۔ اب نیشنلٹی مل رہی ہے۔ کہہ رہا تھا اب میں جلد واپس آ جاؤں گا۔"

وہ بے اختیار دو قدم پیچھے ہٹی۔ "تو اب کیا کرنا ہے؟" آمنہ کی پریشان آواز پر وہ جھنجلا اٹھے تھے۔

"ولی نے پیپر میرج کی ہے' وہ بھی مجبوری ہے۔ اس نے سوہنی سے شادی سے انکار نہیں کیا بلکہ وہ تو اب بھی بار بار سوہنی کا پوچھ رہا تھا اور اس نے مجھے منع کیا کہ اس کی پیپر میرج کے بارے میں سوہنی کو پتا نہ چلے۔ لہٰذا اسے مت بتانا۔"

وہ الٹے قدم اپنے کمرے کی طرف بھاگی تھی۔ ابھی ایک دکھ تازہ تھا کہ دوسرا غم چلا آیا۔ آہستہ آہستہ آس کا ہر دیا بجھتا جا رہا تھا۔ وہ بے آواز روتی چلی گئی۔

☼ ☼ ☼

وہ غائب دماغی سے وکی اور فریحہ کو ٹینس کھیلتے دیکھ رہی تھی۔

"ایسے کیوں بیٹھی ہو" علیزہ کی آواز پر اس نے چونک کر دیکھا اور سر نفی میں ہلا کر رہ گئی۔

"میں جانتی ہوں تمہیں خالہ کی شادی سے بہت تکلیف پہنچی ہے ہمیں بھی بہت برا لگا ہے لیکن کیا کیا جا سکتا ہے۔؟ ہم سب تمہارے اپنے ہیں۔ اس طرح تو گھٹ گھٹ کر تم خود کو بیمار کر لوگی۔"

علیزہ کے چمکارنے پر اس کی آنکھیں بھر آئی تھیں۔

"تمہاری جگہ اگر میں ہوتی تو شاید کبھی برداشت نہ کر پاتی" علیزہ نے کندھے اچکائے وہ کچھ دیر اس کی دل جوئی کرتی رہی۔

"ہائے اللہ! فریحہ کی آواز پر اس نے بے ساختہ مڑ کر دیکھا' وصی کے ساتھ صاحبہ اندر داخل ہو رہی تھی' وہ سب ان کی طرف بڑھ گئے جبکہ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے ملے یا اندر چلی جائے وہ ابھی سوچ رہی تھی وہ ——— کہ صاحبہ کے پکارنے پر وہ کچھ گھبرا کر ان کی طرف بڑھی۔ اس نے بہت دھیمی آواز میں سلام کیا تھا۔

اس کا حال چال پوچھنے کے بعد وہ علیزہ کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

"بہت پیاری ہے سوہنی' مجھے تو آج قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہے۔" صاحبہ کی تعریف پر علیزہ نے مسکرا کر سے ساتھ لگا لیا جبکہ وہ جھکے سر کے ساتھ مزید کنفیوز ہونے لگی۔

"رشتے میں تو یہ میری جٹھانی لگتی ہے لیکن عمر میں یہ مجھ سے بھی چھوٹی ہے۔"

"چلو اندر مما سے مل لو۔" وصی جو ناگواری سے اس کی گفتگو سن رہا تھا فوراً" اسے ٹوکا تھا۔

"ہاں چلو" علیزہ بھی اسے وہاں سے ہٹانا چاہتی تھی۔

ان کے جاتے ہی اس نے کب سے رُکا ہوا سانس خارج کیا جبکہ وکی اور فریحہ کے چہروں پر جو دبی دبی مسکراہٹ تھی۔ وہ قہقہے میں بدل گئی۔

"ابھی یہ سوہنی کی اتنی تعریف کر رہی تھیں اور کیا کہہ رہی تھیں جٹھانی۔" وہ دونوں ہنستے ہوئے بولے "اگر انہیں پتا چل جائے کہ خیر سے محترمہ رشتے میں ان کی سوکن لگتی ہیں تو سوکن بنی سہیلی کا یہ مظاہرہ کیسا ہوگا یہاں تو ڈبلیو ڈبلیو ای شروع ہو جاتی۔" وکی کی بات پر فریحہ نے زبردست قہقہہ لگایا تھا جبکہ وہ مسکرا بھی نہیں سکی اس کے روہانسے چہرے پر نظر پڑتے ہی وہ دونوں خاموش ہو گئے تھے۔

ابھی اسے لاؤنج میں آئے بمشکل پانچ منٹ ہوئے تھے۔ جب باہر سے توفیق صاحب کے اونچا اونچا بولنے کی آوازیں آنے لگیں، وکی فریحہ آگے پیچھے نکلے وہ بھی گھبرا کر باہر نکلی تھی۔ باہر اس کی ماں کے ساتھ ان کا نیا شوہر بھی کھڑا تھا اس نے گھبرا کر ڈرائنگ روم کی طرف دیکھا شور کی آواز سن کر وصی اور آمنہ بھی باہر آچکے تھے جبکہ ان کے پیچھے صاحبہ کا حیران چہرہ بھی نظر آیا تھا۔ توفیق صاحب شاید ابھی گھر آئے تھے انہیں اندازہ بھی نہیں تھا کہ اندر کوئی ہے۔

"میں دیکھتی ہوں مجھے میری بیٹی سے ملنے سے کون روکتا ہے" اس کی ماں نے اپنا چوڑیوں سے بھرا ہاتھ ہوا میں لہرا کر انہیں چیلنج کیا۔

"میں روکوں گا تمہیں۔ اندر قدم تو رکھ کر بتاؤ۔"

"آپ ہوتے کون ہیں سوہنی سے ملنے سے روکنے والے یہ اس کی ماں ہے میں اس کا باپ ہوں ہم اسے لینے آئے ہیں اور ویسے بھی تایا سے زیادہ ماں کا حق ہوتا ہے۔" راحیل نے اچانک اپنے حق کا احساس دلایا تو ان کے ماتھے کے بلوں میں اضافہ ہو گیا۔

"آج اتنے مہینوں بعد تمہیں اپنی بیٹی اور اپنا حق یاد آگیا میں جانتا ہوں یہ محبت کیوں جاگی ہم نے ایک بار پھر اس کو بیچنے کا سوچا ہوگا لیکن تم بھول رہی ہو سوہنی اب ہماری غیرت ہے۔ تم لوگوں کی گھٹیا چال کا مجھے اندازہ تھا۔ اسی لیے میں نے سوہنی کا نکاح کر دیا تھا۔ لیکن شاید تم بھول گئی ہو۔ پر کوئی بات نہیں۔"

انہوں نے مڑ کر پیچھے دیکھا۔

"وکی! وصی کو بلاؤ اس سے کہو اپنی اور سوہنی کی شادی کا ثبوت لے کر آئے۔"

سوہنی نے بے اختیار دیوار کا سہارا لے کر ڈرائنگ روم کی طرف دیکھا۔ وصی کا چہرہ ضبط کے مارے سرخ ہو رہا تھا۔ آمنہ کے چہرے پر ایک رنگ آرہا تھا اور جا رہا تھا جبکہ صاحبہ کے حیران پریشان چہرے پر ایک نظر ڈال کر اس نے پھر باہر کی طرف دیکھا اس کی ماں اب بھی بحث کر رہی تھی۔

"اب عزت سے یہاں سے نکل جاؤ اس سے پہلے کہ میں پولیس کو بلاؤں۔"

پولیس کا سن کر شاید راحیل ڈر گیا تھا اسی لیے ثمرہ کا ہاتھ کھینچتے ہوئے اسے باہر لے گیا۔ توفیق صاحب غصے سے سر جھٹکتے ہوئے اندر چلے گئے۔ صاحبہ کے چہرے پر اب بھی الجھن تھی۔

"میری تو اب بھی کچھ سمجھ میں نہیں آرہا کہ وہ تو ولی کی منگیتر تھی پھر تمہارے ڈیڈی یہ کیوں کہہ رہے ہیں وہ تمہاری بیوی ہے۔" اس کے سوال پر وصی نے بے ساختہ اپنی ماں کا چہرہ دیکھا وہ نظریں چراتی ہوئی باہر نکل گئیں۔

"میں یہ سب تمہیں پہلے بھی بتانا چاہتا تھا لیکن نہیں بتا سکا۔ میرا اس سے کوئی رشتہ نہیں، ڈیڈی صرف اس کی کسٹڈی چاہتے تھے۔ ولی کے آنے پر سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"کیا ٹھیک ہو جائے گا۔" ساری بات سمجھ میں آتے ہی صاحبہ نے غصے سے اسے دیکھا۔ "اتنی بڑی بات ہو گئی اور تم کہہ رہے ہو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ رشتے کیا اس طرح جڑتے ہیں اور تم نے مجھ سے منگنی کر کے مجھے دھوکا دیا ہے۔"

"صاحبہ! بات کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں اس وقت مجبور تھا یہ نکاح صرف، کاغذی ہے اور وہ بھی ولی کے آنے پر ختم ہو جائے گا۔ جبکہ تم سے منگنی میں نے اپنی مرضی سے کی ہے۔"

"میں تمہیں کیا سمجھتی تھی وصی، ایک آئیڈیل انسان جو نہ جھوٹ کو پسند کرتا ہے اور نہ بولتا ہے اور وہ بھی دوسروں کو دھوکا نہیں دیتا جبکہ تم نے یہ دونوں کام کیے۔"

اس کے چہرے پر غصہ ہی غصہ تھا وہ مزید اسے وضاحت کا موقع دیے بغیر باہر نکل گئی۔ وہ اس کے پیچھے گیا لیکن وہ کچھ سننے کو تیار نہیں تھی۔ رات تک اس نے اسے کئی فون کر ڈالے تھے لیکن وہ اس کا فون ریسیو نہیں کر رہی تھی حتیٰ کہ وہ صبح بینک بھی نہیں آئی تھی۔ غصے اور افسوس سے

اس کا برا حال تھا۔ اس کی عزتِ نفس بری طرح مجروح ہوئی تھی۔ وہ بالکل بے قصور تھا لیکن اس کے باوجود وہ اسے جھوٹا اور دھوکے باز سمجھ رہی تھی۔ شام کو جب وہ گھر میں داخل ہوا تو وہ غصے میں بھرا ہوا تھا۔ وہ کچن کی طرف آیا۔ اس کی توقع کے مطابق وہ وہیں تھی۔

"میری زندگی کو عذاب بنا دیا ہے تم نے۔" اس کی تیز آواز پر وہ ڈر کے مارے اچھل پڑی جبکہ ہاتھ میں پکڑا پانی کا گلاس گر کر کتنے ٹکڑوں میں بکھر گیا تھا۔

"تم جاتی کیوں نہیں یہاں سے میری زندگی سے۔"

وہ لال بھبوکا چہرہ لیے دو قدم آگے بڑھا تو وہ بے ساختہ دو قدم پیچھے ہٹی تھی۔

"میں ہمیشہ صاف ستھری زندگی گزارنے کا قائل رہا ہوں پر آج تمہاری وجہ سے میرے کردار پر انگلی اٹھائی گئی۔ تم سے نکاح میری زندگی کا سب سے برا لمحہ تھا۔ میں نہ صرف اس لمحے سے بلکہ تم سے بھی سخت نفرت کرتا ہوں۔ سنا تم نے۔"

وہ ایک بار پھر دھاڑا تو اس کا دل سہم کر رہ گیا۔

"پہلی بار میں نے زندگی میں کسی کو پسند کیا اور تمہاری وجہ سے وہ پسند مجھ سے دور ہو گئی۔ اب اگر میری اور صاحبہ کی منگنی ٹوٹی تو میں تمہیں۔۔۔"

اس کا بس نہیں چل رہا تھا اس کا گلا دبا دے، جب وہ ایسا نہیں کر سکا تو اس نے شیلف پر رکھی ساری چیزیں ہاتھ مار کر گرا دی تھیں۔

"کیا ہوا؟" آمنہ گھبرائی ہوئی کچن میں آئی تھیں۔ انہوں نے پریشانی سے کچن کے فرش پر ایک نظر ڈالی جو ٹوٹے ہوئے کانچ سے بھرا ہوا تھا۔

"وصی!"

"مما! اس کو کہیں بھیج دیں اب اگر یہ میرے سامنے آئی تو پتا نہیں میں کیا کر ڈالوں۔" وہ تیزی سے باہر نکل گیا جبکہ اس کے آنسو بڑی تیزی سے بہہ رہے تھے۔

"جیسی ماں ویسی بیٹی، اسے بھی دوسروں کی زندگیاں برباد کرنی آتی تھیں اور تم بھی میرے بیٹے کی خوشیاں کھا گئی ہو۔"

"مما! پلیز۔" ان کے نفرت بھرے انداز کو فریحہ نے بڑی ناگواری سے سنا تھا۔

"ہونہہ" وہ اس پر ایک حقارت بھری نظر ڈال کر باہر نکل گئیں۔

"سوری سوہنی! بھائی ایکچوئیلی پریشان ہیں ورنہ تم جانتی ہو وہ کتنے سوفٹ ہیں۔ پلیز تم۔۔۔"

اس کے قریب آکر فریحہ نے اس کا ہاتھ تھاما جو بری طرح تپ رہا تھا۔

"تمہیں تو بخار ہے دوا کیوں نہیں لی چلو اپنے کمرے میں" وہ اس کا ہاتھ کھینچتے ہوئے بولی تو وہ بے جان ہوتے وجود کے ساتھ اس کے پیچھے کھنچی جا رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

آج تین دن ہو گئے تھے اسے صاحبہ سے بات کیے۔ وہ مسلسل رابطہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور مسلسل ناکام تھا۔ اس بات نے اس کے اندر کی جھنجلاہٹ کو بڑھا دیا تھا۔ سیل فون کی بیپ پر اس نے بے زاری سے اسکرین کی طرف دیکھا۔

ارم پھوپھو کے گھر کا نمبر تھا وہ کچھ دیر اسکرین کو دیکھتا رہا اور پھر فون اٹینڈ کر لیا۔

"بھائی میں فری ہوں۔ آپ کہاں ہیں؟"

"بینک سے نکل رہا ہوں۔"

"گھر جا رہے ہیں۔"

"پتا نہیں" وہ بے زاری سے بولا۔

"ایکچوئیلی بھائی! آج میرا بہت ضروری ٹیسٹ تھا۔ اس لیے مجھے یونیورسٹی آنا پڑا۔ واپسی پر وکی مجھے یہاں پھوپھو کی طرف لے آیا۔ مما بھی یہیں ہیں۔"

"تو؟" اس کی تفصیل پر وہ اکتا کر بولا۔

"بھائی! اب شام ہو رہی ہے۔ سوہنی کو کل سے بہت تیز بخار تھا گھر پر کوئی نہیں۔ پچھلے تین گھنٹے سے میں فون کر رہی ہوں۔ وہ فون بھی نہیں اٹھا رہی، وکی پتا نہیں کہاں چلا گیا ہے اس کا موبائل بھی نہیں مل رہا مما بھی پھوپھو کے ساتھ باہر گئی ہیں۔"

وصی کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

"تو میں کیا کر سکتا ہوں؟"

"بھائی پلیز! آپ گھر جا رہے ہیں تو ایک نظر اسے دیکھ لیں مجھے پریشانی ہو رہی ہے۔"

"میں اس کا نوکر نہیں لگا کہ اسے جا کر دیکھوں بیمار ہے تو میری بلا سے" اس نے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہہ کر فون بند کر دیا اور پارکنگ کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کا سیل فون ایک بار پھر بجا تھا۔ اس نے غصے سے اسکرین کی طرف

دیکھا۔ اب کی بار نمبر صاحبہ کا تھا۔ اس نے تیزی سے فون ریسیو کیا۔

"تمہارے مسلسل اگنور کرنے سے جانتی ہو۔ پچھلے تین دن سے میں کتنا پریشان ہوں۔ میری بات اب تسلی سے سنو تم، مجھے جانتی ہو میں نہ جھوٹ بولتا ہوں نہ دھوکا دیتا ہوں۔ اگر اس نکاح میں میری ایک پرسنٹ مرضی بھی شامل ہوتی تو میں کبھی تم سے منگنی نہ کرتا اور نہ یوں تمہیں وضاحت دیتا۔"

"تمہارے نکاح کی بات ہی ایسی تھی کہ میں شاکڈ ہونے کے ساتھ غصے میں بھی آگئی تھی۔ لیکن ان تین دنوں میں میں نے بڑے ٹھنڈے دماغ سے تمہاری ایک ایک بات کو سوچا۔ ہاں میں جانتی ہوں تم بہت آنیسٹ اور اسٹریٹ فارورڈ ہو۔ تمہاری یہی باتیں ہی تو مجھے اٹریکٹ کرتی ہیں۔ مجھے تم پر پورا یقین ہے۔"

وصی کے دل سے بہت بڑا بوجھ ہٹا تھا۔

"پھر کب کر رہے ہو مجھ سے شادی؟" وہ اپنے سابقہ انداز میں لوٹ آئی تھی۔

"کہو تو ابھی کرلوں۔"

وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"یہ بہت جلدی ہو جائے گی۔ بائی دا وے دو بیویاں ایک ساتھ افورڈ کرلو گے۔"

"شٹ اپ صاحبہ!" اس کا مذاق اسے برا لگا تھا جبکہ وہ اس کی کیفیت کا مزہ لے رہی تھی۔

"غصہ کیوں کر رہے ہو؟ ایسا ہو بھی سکتا ہے۔"

"امپاسیبل!" اس کے پُریقین انداز پر وہ بڑے فخر سے مسکرائی۔

"اچھا فرض کرو۔"

وہ ہنس کر بولی۔" اگر تمہیں اچانک اس سے محبت ہو جائے تو پھر کیا کرو گے؟"

"میں محبت کو نہیں مانتا۔ کیا ہوتی ہے محبت؟ تم سے میری کمنمنٹ ہے تم میری پسند ہو۔ میرے لیے کمنمنٹ میری پسند زیادہ اہم ہے۔"

وہ وصی سے یہی سب سننا چاہتی تھی لیکن ابھی کچھ اور تسلی بھی کرنا تھی۔

"محبت بہت کچھ کروالیتی ہے پھر شاید تمہیں یہ کمنمنٹ بھی یاد نہ رہے۔ اب مجھے ہی دیکھ لو۔ اتنی بڑی بات ہونے کے باوجود میں نے تمہارے نکاح کو بھی اتنے آرام سے ہضم کرلیا کیونکہ تم مجھے اچھے لگتے ہو۔"

"دیکھو صاحبہ! میں نے کہا نا میں فیئر کام کرتا ہوں اگر اس میں میرے دل کی مرضی ہوتی۔ تمہارا میرا نکاح بھی ہوا ہوتا تو بھی میں صاف لفظوں میں تمہیں بتا دیتا بلکہ سب کچھ ختم بھی کر دیتا۔"

صاحبہ نے مسکراہٹ روکتے ہوئے اونہہ کہا۔

"میں سوچ رہا ہوں کہ تم مجھے پسند تو کرتی ہی ہو اور شادی بھی ہماری ہو جائے گی اور دو بیویاں بھی میں افورڈ کر سکتا ہوں کیا خیال ہے تمہیں نیا گھر نہ بنوا دوں۔"

"خبردار، جو اس کے بارے میں سوچا بھی مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔" وہ بری طرح بھڑکی تھی۔

"اچھا! یار کہہ کر وہ ہنسنے لگا۔

☆ ☆ ☆

سب کچھ صحیح ہو جائے گا اسے امید نہیں تھی لیکن صاحبہ کے اعتبار نے اس کے سر سے بہت بڑا بوجھ ہٹا دیا تھا اس لیے اس کا موڈ خود بخود خوشگوار ہو گیا۔ سیل فون کی بیپ پر اس نے کار کی اسپیڈ سلو کر کے نمبر دیکھا۔ عروبہ کا نمبر تھا اس نے فون آن کیا۔

"اس وقت تم کہاں ہو؟" اس نے چھوٹتے ہی سوال کیا تھا۔

"سڑک پر ہوں۔" وہ خوشگوار انداز میں بولا۔

"ابھی کچھ دیر پہلے فری نے فون پر تمہیں کچھ کہا تھا۔"

اس کی مسکراہٹ سکڑ گئی تھی۔

"میں نے اسے بتا دیا تھا۔"

"میں جانتی ہوں تم نے کیا بتایا تھا مجھے تم سے اتنی سفاکی کی امید نہیں تھی، تم اس معصوم لڑکی سے کس بات کا بدلہ لے رہے ہو۔ جتنا برا تمہارے ساتھ ہوا ہے۔ اتنا برا اس کے ساتھ بھی ہوا ہے۔ تم مرد ہو کر مجبور ہو گئے تھے تو وہ پھر لڑکی تھی۔ کیوں اس طرح بی ہیو کرتے ہو۔ میری گاڑی ٹھیک ہوتی تو میں کبھی تمہیں فون نہ کرتی۔ دکی آرہا ہے ہم گھر پہنچ جائیں گے لیکن اگر تم گھر کے قریب ہو تو پلیز اس کا پتا کرو پچھلے پانچ گھنٹوں سے مسلسل بیل جارہی ہے۔ وہ کوئی رسپانس نہیں دے رہی۔" اس کی خاموشی پر وہ اسے پکارنے لگی تھی۔

"سن رہا ہوں۔"

وہ مزید لیکچر کے موڈ میں نہیں تھا اس لیے اس نے موبائل آف کر دیا۔ اسے خود پر حیرت ہو رہی تھی اسے تو اپنے غصے پر بڑا کنٹرول تھا پھر وہ کیوں خود پر قابو کھو بیٹھا۔ اسے اچانک اپنے برے رویے کا احساس ہوا تو وہ شرمندہ ہو کر رہ گیا۔

گاڑی پورچ میں کھڑی کر کے وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازہ لاک تھا۔ کتنی دیر تک وہ بری طرح دروازہ بجاتا رہا حتیٰ کہ اس کے ہاتھ سرخ ہو گئے تھے لیکن دروازہ نہیں کھلا تھا وہ کچھ پریشان ہو کر لان کے پچھلے حصے کی طرف بڑھا۔ گلی میں کچن کا دوسرا دروازہ بھی تھا اس نے ہاتھ بڑھا کر ہینڈل کھینچا۔ دروازہ آرام سے کھل گیا وہ تیزی سے اندر داخل ہوا۔

☆ ☆ ☆

اس نے ایک بار پھر سر اٹھایا لیکن اب کی بار اسے سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا رہا تھا۔ تب ہی دروازہ جھٹکے سے کھلا تھا اس نے دھندلی آنکھوں کو جھپک کر سامنے دیکھنے کی کوشش کی نظر آنے پر اسے بے حد حیرت ہوئی تھی۔

"وصی" اس نے بے آواز اس کا نام دہرایا لیکن اسے مزید سوچنے کی مہلت ہی نہیں ملی اس کا دماغ تاریکیوں میں ڈوب گیا تھا اسے یوں بے سدھ انداز میں زمین پر بیٹھے دیکھ کر وہ حیران ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں جھپکنے پر اسے کچھ تسلی ہوتی وہ اپنے غصے کو پس پشت ڈال کر آگے بڑھا۔

"اٹھ کر بیڈ پر بیٹھو۔ اس کے پکارنے پر جب وہ یونہی آنکھیں بند کیے بیٹھی رہی تو اسے بہت غصہ آیا۔

"سنا نہیں تم نے۔" اس کے چیخنے پر بھی اس نے گردن سیدھی نہیں کی تو اس نے دوزانو بیٹھتے ہوئے اس کے بازو کو جھٹکا دیا اور اگلے ہی پل اس کا سر اس کے سینے سے آلگا تھا۔ وہ سٹپٹا کر رہ گیا اس نے جھٹکے سے اسے پیچھے ہٹایا اور کھڑا ہو گیا وہ اب اوندھے منہ زمین پر گری تھی وہ اس کے بکھرے بالوں کو یوں دیکھ رہا تھا جیسے کچھ سمجھ نہ پا رہا ہو۔ قدموں کی آواز پر اس نے نظریں گھما کر دروازے کی طرف دیکھا۔ عروبہ کے پیچھے دکی، فریحہ، ارم اور آمنہ اندر داخل ہوئے تھے۔

"او مائی گاڈ!" عروبہ بھاگ کر گری ہوئی سوہنی کی طرف بڑھی تھی۔ فریحہ اور عروبہ نے اسے اٹھا کر بیڈ پر ڈالا تھا۔

"دکی! ڈاکٹر کو لے آؤ اسے تو بہت تیز بخار ہے۔"

ارم نے پریشانی سے اس کا بازو تھاما تھا۔

عروبہ نے پلٹ کر ملامت بھری نظروں سے اسے دیکھا تو وہ نظریں چراتا ہوا باہر نکل گیا۔

☆ ☆ ☆

دھیمے سروں میں گنگناتے ہوئے وہ سیڑھیاں چڑھ رہا تھا جب سوہنی کے کمرے سے نکلتی عروبہ کو دیکھ کر وہ مسکراتا ہوا رک گیا لیکن وہ نہیں رکی تھی وہ ایک دم اس کے رستے میں آگیا۔

"تم اب بھی مجھ سے ناراض ہو کہ بات بھی نہیں کرو گی۔"

عروبہ نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"میں ناراض نہیں وصی! بس دکھ ہو رہا ہے مجھے تم سے اتنی بے حسی کی امید نہیں تھی تم کب سے ان لوگوں میں شامل ہو گئے جنہیں کمزور لوگوں کو ڈرا کر مزہ آتا ہے اگر کوئی اور آکر کہتا۔ وصی نے کسی لڑکی کے ساتھ مس بی ہیو کیا ہے میں کبھی نہ مانتی لیکن میں نے خود دیکھا۔ وہ منہ کے بل زمین پر تمہارے سامنے گری تھی لیکن تم نے اسے اٹھایا تک نہیں۔ اتنا تیز بخار تھا تم اسے ڈاکٹر کے پاس تک لے کر نہیں گئے۔ اگر وہ مر جاتی۔"

وصی نے بے ساختہ نظریں چرائیں۔

"وہ ایک کمزور لڑکی ہے جو تمہارے گھر پناہ کے لیے آئی ہے بلکہ لائی گئی ہے اور تم اسے دھمکی دیتے ہو کہ نکل جاؤ اس گھر سے۔" عروبہ کے لہجے میں غصہ محسوس کر کے وہ جھنجلایا۔

"ایسا کچھ نہیں جیسا تم سوچ رہی ہو"

"تو پھر کیوں اس سے نفرت کا اظہار کرتے ہو اس کا نکاح تم سے ہوا تو اس کی کیا غلطی ہے یہ سب تو ماموں نے کیا ہے۔ صاحبہ نے اس حقیقت کو قبول کرلیا اور تمہارے سر سے بھی بوجھ اتر گیا۔"

"اب تم کیا چاہتی ہو میں کیا کروں؟"

"صرف اتنا کہ جو تم ہو وہی رہو تم جیسے اچھے شخص کو یہ نفرت، یہ غصہ سوٹ نہیں کرتے اگر تم اسے بیوی نہیں مانتے نہ مانو لیکن اسے کم از کم انسان تو سمجھو۔" آخر میں اس کا لہجہ التجائیہ ہو گیا تو وصی نے گہرا سانس لے کر سر ہلایا۔

"کوشش کروں گا۔"

"تھینکس" عروبہ مطمئن ہو کر مسکرا دی۔

✡ ✡ ✡

سامان والی ٹرالی اس نے توفیق صاحب کے پاس رکھی تھی۔ آج توفیق صاحب' آمنہ کے ساتھ پھوپھو کی ساری فیملی حج کرنے جارہی تھی۔

"وصی! میں نے تمہیں بینک سے ریزائن کرنے کو کہا تھا۔"

"جی کل ریزائن کردوں گا۔ روز فیکٹری جاؤں گا۔ سب فیکٹریوں کا دھیان رکھوں گا۔" وہ مسکرا کر بولا تو وہ کچھ مطمئن ہوئے۔

"اور اکیلے یہ سب کرنے کی ضرورت نہیں۔ وکی کو بھی ساتھ رکھنا' اب اسے بھی کام سنبھال لینا چاہیے۔" وہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولے۔

"آپ بے فکر رہیں۔" فلائٹ کی اناؤنسمنٹ پر وہ ان کے گلے لگ گیا۔ سب سے ملتا ہوا وہ آمنہ کی طرف آگیا۔

"اور ہاں علیزہ کے دیور کی شادی ہے۔ وہاں ضرور جانا کیونکہ میں اور تمہارے ڈیڈی یہاں نہیں ہوں گے' اس لیے تم لوگوں کی شرکت ضروری ہے۔" وہ جاتے جاتے بھی نصیحت کررہی تھیں۔ انہیں رخصت کرکے وہ گھر آگئے۔

"مما اور ڈیڈی کے جانے سے کتنی خاموشی ہوگئی ہے۔" لاؤنج میں قدم رکھتے ہی فریحہ نے بے ساختہ کہا تو اس کے ساتھ چلتی ہوئی سوہنی سرہلا کر رہ گئی۔ کل رات سے وہ لوگ جاگ رہے تھے۔ اب نیند اور تھکن سے بری حالت تھی۔

"فری! بھوک لگی ہے۔"

"تو میں کیا کروں۔" وکی کی دہائی پر وہ تنک کر بولی۔

"کھانا ہی دے دو۔"

"سوری' آج کچھ پکا نہیں اور نہ ہی میرا کھانے کا کچھ موڈ ہے۔"

"تو کیا اب کھانا بھی نہیں ملے گا۔" دکھ سے اس کی آواز پھٹنے والی ہوگئی۔

"اتنی ہی بھوک لگی ہے تو بازار سے کچھ لے آؤ۔"

"سوہنی' میری پیاری بہنا! تم ہی کچھ بنادو۔"

تھکی تو وہ بھی تھی لیکن نا کرنے کی اس میں کبھی بھی ہمت نہیں رہی تھی۔ اس کے اٹھنے پر وصی کھڑا ہوگیا۔

"تم رکو' میں بازار سے کچھ لے آتا ہوں۔" اسے روک کر وہ خود باہر نکل گیا۔ تو وہ کچن میں جاکر برتن نکالنے لگی' تب ہی وہ شاپرز لیے اندر داخل ہوا اور انہیں ڈائننگ ٹیبل پر رکھ دیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا' یہیں کھڑی رہے یا باہر نکل جائے۔ اس سے پہلے کہ وہ باہر نکلتی' وصی نے بریانی والا ڈبہ اس کے آگے کھسکا دیا۔ وہ خاموشی سے ڈبہ کھول کر چاول ڈش میں نکالنے لگی جبکہ وہ تکے پلیٹ میں ڈال رہا تھا۔ اس دن کے بعد ان دونوں کے درمیان ایک لفظ کا تبادلہ بھی نہیں ہوا تھا لیکن اسے دیکھ کر وہ بے زاری اور غصے کا اظہار نہیں کرتا تھا' شاید اس کی وجہ صاحبہ کا ناراض نہ ہونا تھا لیکن جو بھی تھا' وہ اس کا سامنا کرنے سے مزید گھبرانے لگی تھی۔ وہ کباب والا ڈبہ کھولنے والی تھی۔ جب اس پر وصی کا چوڑا ہاتھ ٹھہر گیا۔ اس نے گھبرا کر اپنے ہاتھ کھینچ لیے۔ کتنے دن بعد اس نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"اس دن میں کچھ پریشان تھا' اس لیے کچھ زیادہ ہی بول گیا۔ آئی ایم سوری فار دیٹ۔"

وہ اپنی بات ختم کرکے پلیٹیں اٹھا کر باہر نکل گیا۔ وہ کچھ دیر اسی زاویے سے کھڑی رہی۔ وکی کی آواز پر اس نے چونک کر باقی برتن ٹرے میں رکھے اور باہر نکل آئی۔

✡ ✡ ✡

فضا میں ایک خوش گوار سی ہلچل مچی تھی۔ باہر ڈھول نے عجیب سا سماں بکھیر رکھا تھا۔ پنڈال سے باہر شاید باربی کیو ہورہا تھا' اسی لیے فضا میں گلاب کے ساتھ دھوئیں کی مہک پھیلی ہوئی تھی۔ ہر کوئی مگن تھا' اسٹیج پر دولہے کو مہندی لگائی جارہی تھی۔ اسٹیج کے سامنے مہندی کے تھالوں کے گرد بیٹھی لڑکیاں تالیوں کے ساتھ اپنے ہی سر بکھیر رہی تھیں۔ فریحہ اور علیزہ کے اصرار کے باوجود وہ کونے میں رکھی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھی تھی۔ یہاں علیزہ اور ایاز کے ساتھ سب خیال رکھ رہے تھے۔ وکی اور فریحہ اس کے ساتھ تھے لیکن پھر بھی وہ اتنی بھیڑ میں خود کو تنہا محسوس کررہی تھی۔

"ایسے کیوں بیٹھی ہو؟" فریحہ کے پوچھنے پر اس نے بڑی مشکل سے اپنے بیزار چہرے پر مسکراہٹ سجائی تھی۔

"بور ہورہی ہو' چلو میرے ساتھ۔"

اس کے نا نا کرنے کے باوجود وہ زبردستی اس کا ہاتھ تھام کر لوگوں کے ہجوم سے گزرنے لگی لیکن علیزہ کی ساس کے آواز دینے پر وہ رک گئی۔ وہ اب کسی خاتون سے فریحہ کا تعارف کروارہی تھیں۔ سوہنی نے بے بسی سے اس کے ہاتھ میں دبا اپنا ہاتھ دیکھا اور اردگرد کا جائزہ لینے لگی۔ تب ہی اس کی نظریں تھم گئیں۔ سفید شلوار قمیص میں ملبوس اس شخص کی اس کی جانب پشت تھی لیکن نہ جانے کیوں اسے کسی اپنے کا گمان ہوا تھا۔ وہ ہنستے ہوئے پلٹا تھا۔ سوہنی کا دل دھڑک اٹھا۔ وہ وصی تھا' اچانک اس کی بے زاری اڑن چھو ہوگئی جبکہ آنکھیں جگمگانے لگیں۔ وہ شاید انہیں ہی ڈھونڈ رہا تھا۔ ان پر نظر پڑتے ہی وہ مسکراتا ہوا ان کی طرف بڑھا لیکن ان کے قریب پہنچتے پہنچتے اس کے قدم ست پڑ گئے جبکہ اس کی حیران نظریں خود پر محسوس کرکے سوہنی نے نظروں کا زاویہ بدل لیا تھا۔ وہ اب ان کے قریب پہنچ گیا تھا۔

"بھائی!" فریحہ اس کے گلے لگ گئی۔ اسے دیکھ کر علیزہ بھی آگئی تھی۔

"یہ تمہارے آنے کا وقت ہے۔ عین فنکشن کے وقت پہنچے ہو۔"

"شکر کرو' پہنچ گیا ہوں۔" وہ فریحہ کو اپنے بازو کے گھیرے میں لیتا ہوا بولا۔ "چلو ایاز سے مل لو' وہ تمہارا پوچھ رہے تھے۔" وہ وصی کا ہاتھ پکڑ کر اسے دوسری طرف لے گئی۔

فریحہ اس کی طرف مڑی۔

"ایسے کیوں مسکرا رہی ہو؟" فریحہ نے حیرت سے اس کا چہرہ دیکھا تو وہ گہری ہوتی مسکراہٹ کے ساتھ سر جھکا گئی۔

"کمال ہے یار! تمہارے موڈ کا تو پتا نہیں چلتا۔" فریحہ نے حیرت کا اظہار کیا جبکہ وہ خود اپنی کیفیت پر حیران تھی۔

✡ ✡ ✡

اس نے گھبراہٹ میں تیسری بار خود پر اچھی طرح جمے دوپٹے کو مزید جمایا۔ اس نے گردن آگے نکال کر جائزہ لیا۔ بارات اب آہستہ آہستہ اندر جارہی تھی۔ اس نے اتنے رش میں فریحہ اور علیزہ کو تلاش کرنا چاہا پھر ناکام ہوکر سیدھی ہوگئی۔

وہ وکی کے ساتھ آئی تھی۔ جب وہ ہوٹل میں پہنچے کافی رش تھا۔ وکی اسے "یہاں ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں" کہہ کر پتا نہیں کہاں چلا گیا تھا۔ وہ اب اس کا انتظار کررہی تھی' اسے تو یہ بھی نہیں پتا تھا کہ جانا کون سے ہال میں ہے۔ اس نے ایک بار پھر وکی کو تلاش کرنا چاہا لیکن سامنے کا منظر دھندلا گیا تھا۔ اس نے سر جھکا کر اپنے آنسو صاف کیے۔ جونہی اس نے سر اٹھایا' اپنے قریب کھڑے شخص کو دیکھ کر وہ ایک لمحے میں سب بھول گئی تھی۔

"بس پہنچ گیا۔ ہوٹل کے قریب۔ اب پارکنگ میں ہوں۔" وہ اب ایک ہاتھ سے موبائل کان سے لگائے دوسرے سے ٹائی نکال رہا تھا۔

"آج تو دیر ہوگئی۔" وہ اب موبائل کو کندھے کے سہارے کان سے لگائے ٹائی باندھ رہا تھا۔

"اچھا بابا! سن لیا۔ اب فون رکھو' مجھے اندر جانا ہے۔"

دوسری طرف کی بات سن کر اس نے ہنستے ہوئے فون بند کرکے ٹراؤزر میں رکھا اور کوٹ پکڑ کر باہر نکل آیا۔ کار لاک کرکے کوٹ پہنتے ہوئے وہ تیزی سے ہال کی طرف بڑھنے لگا لیکن بائیں طرف کھڑی لڑکی پر اسے سوہنی کا گمان ہوا۔ اس نے آنکھیں سکیڑ کر قدرے غور سے دیکھا۔ کار کے پاس سکڑی سمٹی وہ یقیناً سوہنی ہی تھی۔ اس کے سر جھکا کر آنسو صاف کرنے پر اسے اندازہ ہوا کہ وہ رو رہی ہے۔ وہ بے اختیار اس کی طرف بڑھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اسے مخاطب کرتا' اس نے سر اٹھایا اور اس پر نظر پڑتے ہی اس کے چہرے پر جو رنگ اترے تھے' اس نے وصی کو ٹھٹکنے پر مجبور کردیا۔ یہ دوسری بار ہوا تھا۔ جب وہ اس کے چہرے کے تاثرات پر حیران تھا۔

"یہاں کیا کررہی ہو؟" اس کی نظروں کی چمک سے آنکھیں چراتے ہوئے اس نے سرسری سا انداز اختیار کیا تھا۔ آنسو پینے کی کوشش میں وہ کچھ بول ہی نہیں سکی۔

"آئی کیسے ہو؟" اب وہ ماتھے پر بل ڈال کر اسے دیکھنے لگا۔

"وکی بھائی کے ساتھ۔ انہوں نے کہا تھا' یہیں ٹھہرو' میں آتا ہوں۔ ابھی تک نہیں آئے۔"

"یہ چند قدم کے فاصلے پر ہال تھا' اندر نہیں جاسکتی تھیں۔"

وہ شرمندگی سے سر جھکا گئی۔

"اور یہ وکی بھی انتہائی بے وقوف اور غیر ذمہ دار آدمی ہے۔" وہ اب بڑبڑاتے ہوئے موبائل پر کوئی نمبر پش کررہا تھا۔

"کہاں ہو تم؟ ہال میں کیا کررہے ہو بے وقوف۔

تمہیں یاد بھی ہے کہ تمہارے ساتھ کوئی تھا۔" وہ غصے میں بول رہا تھا۔

"یہ بھولنے والی بات تھی۔ رہنے دو اب وہ میرے ساتھ ہے۔ ایڈیٹ۔" اس نے دانت پیس کر موبائل آف کر دیا۔

"چلو۔" اسے کہہ کر وہ خود آگے چل پڑا۔ وہ اِدھر اُدھر دیکھے بغیر اس کے پیچھے چلنے لگی۔ تب ہی ایک پٹاخہ بالکل اس کے پاؤں کے قریب آکر پھٹا تھا۔ اس کے منہ سے بے ساختہ ہلکی سی چیخ نکلی۔ وصی نے چونک کر پیچھے دیکھا' وہ بری طرح ہراساں ہو گئی تھی۔ اس نے دوسری طرف نظر گھمائی جو لڑکے پٹاخے چلا رہے تھے' ان کی نظر سوہنی پر تھی۔ ان کے چہروں کی مسکراہٹ بتا رہی تھی کہ انہوں نے جان بوجھ کر ایسا کیا تھا۔

وہ غصے سے سوہنی کی طرف بڑھا اور اس کا کانپتا ہوا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں تھام کر تیزی سے آگے بڑھنے لگا اور وہ جو اپنے تیز دھڑکتے دل کو قابو کر رہی تھی' اور جب وہ اس لمس کو سمجھنے کے قابل ہوئی' اس کی ساری جان اس کے ہاتھ میں سمٹ آئی۔ وہ ایک ٹرانس کی کیفیت میں چلی جا رہی تھی۔

سارے فنکشن میں ایک بے خودی کی سی کیفیت اس پر چھائی رہی تھی لیکن بستر پر لیٹتے ہی وہ کیفیت ختم ہو گئی تھی۔ کتنے دن سے وہ وصی کو دیکھتے ہی عجیب سے احساسات کا شکار ہو جاتی تھی لیکن وہ اپنی اس کیفیت کو سمجھ نہیں پاتی تھی۔ پر آج صرف ایک لمحے میں اس پر جو راز منکشف ہوا تھا' اس نے اسے ہلا کر رکھ دیا تھا۔

وہ اس سے محبت کرنے لگی تھی' کیوں؟ اور کیسے؟ یہ اسے سمجھ نہیں آیا۔ حقیقت تو وہ پہلے دن سے جانتی تھی۔ وہ ولی سے منسوب ہے۔ وصی اس کا نہیں' یہ نکاح صرف ایک سمجھوتہ ہے اور سب سے بڑی بات وہ وصی کی پسند نہیں۔ وہ تو صاحبہ کو پسند کرتا ہے۔ یہ ساری حقیقتیں اس کے سامنے تھیں لیکن وہ پھر بھی مسلسل اسے سوچ رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

"تم کیا دلہیز چھونے آئے تھے۔ مہندی والے دن بھی رات کو عین وقت پر پہنچے تھے اور اب ولیمہ اٹینڈ کیے بغیر جا رہے ہو۔" علیزہ کی آواز پر اس کے قدم سست پڑ گئے۔

"مجبوری ہے بہنا! میرا جانا ضروری ہے۔ ولیمہ ایک دن بعد ہے اور وہاں فیکٹری میں ایک بہت بڑا آرڈر کمپلیٹ کرنا ہے۔ میرا وہاں ہونا ضروری ہے۔ وکی کو بھی ساتھ لے کر جا رہا ہوں۔"

وصی کی آواز پر وہ بے چینی سے ہاتھ مسلنے لگی اور حوصلہ پیدا کرتے ہوئے اندر آگئی۔ دوپہر کے بارہ بج رہے تھے لیکن ابھی بھی ان کا ناشتا چل رہا تھا۔ وہ دھیمی آواز میں سلام کرتے ہوئے اندر آگئی۔ اس نے بے اختیار وصی کو دیکھا۔ وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

"یہ تمہیں کیا ہوا؟" وہ ابھی بیٹھی ہی تھی' جب علیزہ نے اس پر حملہ کر دیا۔ "تم روتی رہی ہو؟" فریحہ کے پوچھنے پر اس نے سر نفی میں ہلایا۔ سب کی نظریں خود پر محسوس کر کے وہ مزید کنفیوز ہو گئی۔

"ٹھیک ہے پھر ہم چلتے ہیں' تم آنٹی اور ایاز سے میری طرف سے ایکسکیوز کر لینا۔"

"وکی کو تو چھوڑ جاؤ۔ اس کا ویسے بھی جانے کا کوئی موڈ نہیں۔" علیزہ کی فرمائش پر وکی نے بڑی آس سے وصی کا چہرہ دیکھا۔

"اس کو تو پہلے ہی اللہ موقع دے کام نہ کرنے کا۔" وصی کے گھورنے پر وکی نے دانتوں کی نمائش کی تھی۔

"کوئی ضرورت نہیں' تم چل رہے ہو میرے ساتھ۔" وہ کہتا ہوا باہر نکل گیا تو وکی نے بری سی شکل بنا کر ان سب کو دیکھا۔

"فری پلیز یار! تم بھی چلو۔ میں وہاں اکیلا بور ہو جاؤں گا۔"

"سوری' میں ولیمہ تو ضرور اٹینڈ کروں گی۔ اتنے زبردست میرے کپڑے ہیں۔"

"نمائشی بندریا۔" وہ دانت پیس کر بولا۔

"سوہنی! تم چل رہی ہو؟"

"جی!" وہ فوراً کھڑی ہوئی۔

"دماغ خراب ہے تمہارا۔" علیزہ ڈپٹ کر بولی۔ "ابھی ولیمہ باقی ہے اور تم کون سا روز روز باہر نکلتی ہو اور وکی تو وصی کے ساتھ فیکٹری چلا جائے گا۔ سارا دن اکیلی کیا کرو گی۔ جاؤ تم وکی! سوہنی کو نہیں جانا۔" وکی نے ایک نظر اس کے جھکے سر کو دیکھا اور کندھے اچکا کر باہر نکل گیا۔

"خبردار جو جانے کی بات کی' بہت ماروں گی۔" فریحہ بھی اب مصنوعی غصے سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"بھابھی! آپ کے پاپا کا فون ہے۔" علیزہ کی کسی سسرالی رشتہ دار نے توفیق صاحب کے فون کی اطلاع دی تو علیزہ کے پیچھے فریحہ بھی بھاگی تھی۔ وہ آنسو بھری آنکھوں کو صاف کرتے ہوئے باہر نکلی۔ وکی بیگ تھامے کمرے سے نکلا تھا۔

"وکی بھائی! مجھے گھر جانا ہے۔" بہت ضبط کے باوجود اس کی آواز بھرا گئی تھی۔ وہ گھبرا کر اسے دیکھنے لگا۔

"اس میں رونے والی کیا بات ہے؟ پرسوں فری کے ساتھ تم آجانا۔" وہ کہنے والی تھی' جب وصی کمرے سے نکلا تو وہ سرعت سے رخ موڑ گئی۔

"وہ رو کیوں رہی تھی؟" کار اسٹارٹ کرتے ہوئے وصی نے سرسری انداز میں وکی کو دیکھا۔

"کون؟" وہ بے دھیانی میں وصی کو دیکھنے لگا پھر جیسے سمجھ کر سر ہلایا۔ "سوہنی! وہ بھی گھر جانا چاہتی ہے لیکن آپی جانے نہیں دے رہیں۔"

"جاؤ' اسے لے آؤ۔" وکی نے چونک کر اسے دیکھا۔

"اور آپی؟"

"اس سے کہو' میں کہہ رہا ہوں۔۔۔" وہ کندھے اچکاتا ہوا کار سے باہر نکل گیا۔

"تم ابھی گئے نہیں۔" علیزہ نے حیرت سے وکی کو دیکھا۔

"سوہنی کو لینے آیا ہوں۔"

"میں نے تمہیں۔۔۔"

"مجھے مت ڈانٹیں۔ وصی بھائی نے کہا ہے۔" سوہنی نے چونک کر وکی کو دیکھا اور پھر جلدی سے کھڑی ہو گئی۔

"سوہنی!" فریحہ بھی غصے سے اس کے پیچھے گئی تھی۔ علیزہ کچھ حیرت سے باہر نکلی۔

"سوہنی کو رہنے دیتے۔ فری کے ساتھ آجائے گی۔"

"اس کا موڈ نہیں تو رہنے دو اور پھر میرے اور وکی کے کھانے کا بھی مسئلہ ہے۔ باہر کا کھانا ایک دن تو چل جائے گا لیکن دوسرے دن میں نہیں کھا سکتا۔"

اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتی' سوہنی اپنا سامان لے کر آگئی تو وہ کندھے اچکا کر رہ گئی۔

وصی نے مسکراتے ہوئے کار اسٹارٹ کر دی۔ گھر پہنچ کر بھی کتنے دن تک وہ وصی سے چھپتی رہی۔ اس نے خود سے تو اقرار کر لیا تھا کہ اسے وصی سے محبت ہے لیکن وہ یہ نہیں چاہتی تھی کہ اسے اس بات کا علم ہو۔ اگر اسے علم ہو گیا تو وہ اس کے بارے میں کیا سوچے گا؟ اسے ڈر تھا کہ کہیں وہ اس سے پھر نفرت نہ کرنے لگے۔ اب اس میں وصی کی نفرت برداشت کرنے کی ہمت نہیں تھی۔

اور جس دن اس نے ولی کے دیے ہوئے موبائل میں سے سم نکال کر پھینکی تھی۔ اس دن اپنے دل سے ہار مان کر اپنا سر اس کے آگے جھکا دیا تھا۔

☆ ☆ ☆

صاحبہ کے کیبن میں داخل ہوتے ہی اس نے دروازے کے شیشے کو ہلکا سا بجایا تو وہ چونک کر سیدھی ہوئی اور دیکھ کر حیران بھی۔

"تم شادی سے کب آئے؟"

"کل۔" وہ اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"دو دن سے تمہارا فون ہی آف تھا۔ کم از کم آنے کی اطلاع ہی دے دیتے۔"

"یہ بھی کوئی جھگڑا کرنے والی بات ہے۔"

"جھگڑ نہیں رہی' صرف پوچھ رہی ہوں۔"

"واپس آیا تو فیکٹری میں اتنا کام تھا' اسی میں مصروف رہا۔"

"اچھا شادی کیسی رہی؟"

"اچھی تھی۔"

"اور سوہنی کیسی لگ رہی تھی؟" وصی نے ایک لمحہ غور سے اس کا چہرہ دیکھا لیکن اس نے ضبط کرتے ہوئے خود کو کچھ سخت کہنے سے روکا تھا۔

"میں نے غور نہیں کیا۔"

"حیرت ہے تمہاری بیوی ہے اور تم نے غور نہیں کیا۔" اس کے طنزیہ انداز پر وصی کا ضبط جواب دے گیا تھا۔

"اگر تمہیں ایسی ہی باتیں کرنا ہیں تو میں چلا جاتا ہوں۔"

وہ ایک دم کھڑا ہوا تو صاحبہ نے فوراً اسے روکا۔ "تم غصہ کیوں کر رہے ہو؟"

"غصہ دلانے والی باتیں تم کر رہی ہو۔ جب بھی فون کرو' جب بھی ہم ملیں تمہارے پاس اس بات کے سوا کوئی اور بات ہی نہیں ہوتی۔ تب مجھے لگتا تھا میں نے نکاح والی بات چھپا کر غلط کیا لیکن اب لگتا ہے تمہیں بتا کر غلط کیا ہے۔"

اس کا غصیلا لہجہ محسوس کر کے صاحبہ نے خود کو مزید کچھ کہنے سے روکا تھا۔

"وصی! میں بھی کیا کروں' جب سے مجھے تمہارے نکاح کا علم ہوا ہے' میرا دھیان خود بخود اس کی طرف چلا جاتا ہے۔ تم لوگ ایک ہی گھر میں رہتے ہو۔ وہ خوبصورت ہے اور پھر تمہاری بیوی ہے۔ تم کتنی دیر اسے اگنور کرسکو گے۔"

"تم مجھے اتنا کمزور سمجھتی ہو؟" وصی کے ماتھے کے بلوں میں اضافہ ہوگیا تھا۔

"بات کمزوری کی نہیں' رشتے کی ہے۔ وہ رشتہ اٹریکٹ بھی کرسکتا ہے۔ اگر تمہیں اس کے لیے اٹریکشن محسوس نہیں ہوتی تو کیا وہ بھی تمہارے لیے کچھ محسوس نہیں کرتی۔"

"کیا مطلب؟" وصی چونکا۔

"لڑکیوں کی سوچ لڑکوں کی نسبت مختلف ہوتی ہے۔ کیا پتا وہ تمہیں ہی اپنا سب کچھ مانتی ہو۔"

وصی کی آنکھوں میں بے ساختہ اس کا چہرہ آیا تھا۔ اس کی جگمگاتی آنکھیں' چہرے پر اترتے رنگ وہ بے اختیار الجھا تھا۔

"اب تم محبت کو نہیں مانتے' پر محبت ہوتی ہے اور اپنا آپ منوا بھی لیتی ہے۔ اسی لیے ڈرتی ہوں کہیں اگر اسے تم سے محبت ہوگئی یا اگر تمہیں اس سے محبت ہوگئی ..."

"فار گاڈ سیک صاحبہ!" اس نے بے اختیار ٹوکا۔ "یہ بار بار محبت اٹریکشن' بیوی اس طرح کے الفاظ استعمال کر کے تم اپنے ساتھ ساتھ مجھے بھی الجھا رہی ہو۔ میں تو شاید متوجہ نہ ہوں لیکن تمہاری روز روز کی گردان ضرور مجھے اس کی طرف متوجہ کروائے گی۔" وہ الجھے ہوئے انداز میں بڑبڑایا۔

"تم بہت شکی ہو' تمہاری اس خوبی کا اندازہ اب ہورہا ہے۔ شکی لوگوں کے ساتھ میرا گزارا کرنا بہت مشکل ہے۔"

"سوری' میں بس یونہی۔ کہا نا بس وہم ہوجاتا ہے۔"

وصی کے دوٹوک انداز پر اس نے بے ساختہ نرم لہجہ اختیار کیا۔ وہ مزید اسے بات کرنے کا موقع دیے بغیر باہر نکل آیا لیکن اچانک وہ بری طرح الجھ گیا تھا۔ کبھی صاحبہ کی باتیں کانوں میں گونجتیں اور کبھی سوہنی کا چہرہ نظروں کے سامنے آتا اور جب اس نے سوہنی کو سوچنا شروع کیا تو ایک لمحہ اس کی آنکھوں کے سامنے گھومنے لگا۔

"لاحول ولا۔" اس نے بے اختیار اسٹیرنگ پر ہاتھ مارا۔ "یہ صاحبہ بھی نا۔" اس نے دانت پیسے۔ اپنی بے اختیار سوچوں کو جھٹکنے کے چکر میں اس کا سر بری طرح دکھنے لگا تھا۔

☆ ☆ ☆

"میرا دل چاہ رہا ہے اس ٹیلر کا جاکر سر پھاڑ آؤں۔"

فریحہ کے بگڑے ہوئے زاویے دیکھ کر سوہنی کی ہنسی نکل گئی' جسے فریحہ کے گھورنے پر اس نے بڑی مشکل سے گہرا ہونے سے روکا تھا۔ "جو گلا میں کہہ کر آئی تھی' اس کا نام و نشان نہیں اور فٹنگ دیکھو۔" اس نے قمیص کا گولا بنا کر دوسرے صوفے پر اچھال دیا۔

"وکی بھی اب تک نہیں آیا۔ درزی کی دکان بھی بند ہوگئی ہوگی۔"

اس نے گھڑی کی طرف دیکھا' جہاں رات کے آٹھ بج رہے تھے۔

"اس میں اتنا پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ کل چلی جانا۔" سوہنی کی تسلی پر بھی وہ مطمئن نہیں ہوئی تھی۔ تب ہی وکی نے اندر داخل ہوتے ہی سلام کیا تھا۔

"جاؤ لڑکی! کچھ ٹھنڈا لے کر آؤ۔ اتنا بڑا بزنس مین کام ختم کر کے آیا ہے۔ کوئی خاطر کرواس کی۔"

سوہنی مسکراتی ہوئی کچن میں آگئی۔ جب وہ اسکوائش بنا کر لائی' وہ فریحہ کا موڈ نارمل کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ وصی کے سلام کرنے پر وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

وہ تھکے ہوئے انداز میں وکی کے قریب بیٹھ گیا۔ وکی کی بات سنتے ہوئے وہ گاہے بگاہے وصی کو بھی دیکھ رہی تھی' جو آج وکی کی باتوں کا مذاق بنانے کے بجائے بالکل خاموش تھا۔ وہ کچھ بے چین ہوگئی۔ اب وہ پہلی جیسی توجہ سے وکی کو نہیں سن پارہی تھی۔ "بھائی! آپ نے سنیں محترم کی ڈینگیں؟"

"ہوں۔" فریحہ کے پوچھنے پر وہ بند آنکھوں کے ساتھ مسکرایا۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک ہے۔" جب اس سے برداشت نہیں ہوا تو وہ بول پڑی۔

"سر میں درد ہورہا ہے۔" وہ اب دونوں ہاتھوں سے اپنی کنپٹیوں کو دبا رہا تھا۔

"زیادہ درد ہورہا ہے؟"

"نہیں یار! ٹھیک ہوں۔ کچھ دیر سوؤں گا تو خود ٹھیک ہوجاؤں گا۔"

"کھانا لگاؤں؟"

"نہیں' تم لوگ کھاؤ۔" وہ اب صوفے پر نیم دراز ہوگیا تھا۔

"میں چینج کر آؤں سوہنی! تم کھانا لگاؤ۔"

وکی کے کہنے پر اس نے دزدیدہ نظروں سے وصی کو دیکھا جو آنکھیں بند کیے لیٹا تھا۔ وہ خاموشی سے کچن میں آگئی۔ پلیٹیں ٹیبل پر رکھ کر وہ سالن گرم کرنے لگی پھر کچھ سوچ کر آگ دھیمی کردی اور دوبارہ لاؤنج میں آگئی۔ فری اِدھر ہی آرہی تھی۔

"لگتا ہے بھائی سوگئے ہیں۔" تب ہی اس کے ہاتھ میں پکڑا موبائل فون بجنے لگا تو اس نے جلدی سے کان سے لگا لیا اور اسے آنے کا اشارہ کر کے باہر لان میں نکل گئی۔ وہ دھیرے دھیرے چلتی ہوئی صوفے کے قریب کھڑی ہوگئی' جہاں وہ ایک ہاتھ سر کے نیچے رکھے دوسرا سینے پر رکھے صوفے پر نیم دراز تھا۔ اس نے تھوڑا جھک کر غور سے اس کی آنکھوں کو دیکھا اور بے حد آہستگی سے اس کے ماتھے کو چھوا۔ اس میں کوئی جنبش نہ ہوئی تو اس نے پوری ہتھیلی اس کے ماتھے پر ٹکا دی۔ وہ اب بہت ہلکے ہاتھ سے اس کا سر دبا رہی تھی۔ لاؤنج کا دروازہ کھلتے ہی اس نے فوراً اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور تیزی سے چلتی ہوئی کچن میں آگئی۔ اس کا دل اتنی تیزی سے دھڑک رہا تھا جیسے اس نے کوئی چوری کی ہو۔

فریحہ برتن رکھ کر ابھی باہر گئی تھی جبکہ وہ' چائے بنا رہی تھی' جب وصی اندر داخل ہوا۔

"تھینکس۔" وہ ناسمجھی سے اسے دیکھنے لگی تو اس نے مسکرا کر انگلی سے اپنے ماتھے کی طرف اشارہ کیا۔ اس کی گہری ہوتی مسکراہٹ پر اس کی نظریں بے ساختہ انداز میں جھک گئیں۔

☆ ☆ ☆

"شرم کرو' اتنے اچھے موسم میں اندر گھسی بیٹھی ہو۔"

سوہنی نے ایک نظر فریحہ کے گیلے کپڑوں پر ڈالی اور ٹانگیں سمیٹ کر صوفے پر رکھ لیں۔

"مجھے معاف رکھو۔"

"چلو نا یار! اتنا مزہ آرہا ہے۔"

"میں ڈرامہ دیکھ رہی ہوں۔"

"بھاڑ میں گیا ڈرامہ۔" فریحہ نے اس کی گود سے ریموٹ اٹھا کر ٹی وی آف کردیا۔ "اٹھو وصی بھائی بھی تمہیں بلا رہے ہیں۔" وہ جو انکار کرنے والی تھی' خاموشی سے کھڑی ہوگئی۔

"دیکھو فری! میں چل رہی ہوں لیکن مجھے بارش میں نہیں بھیگنا۔"

"کیوں پگھل جاؤ گی۔"

"یہی سمجھ لو۔" وہ اب باہر آگئی تھی جبکہ فریحہ پھر لان میں پہنچ گئی۔ تیز برستی بارش میں وہ تینوں مکمل طور پر بھیگے ہوئے تھے اور فٹ بال کی شامت آئی ہوئی تھی۔ وکی نے مضبوطی سے وصی کو تھام رکھا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ خود کو چھڑاتا' فریحہ گول کرچکی تھی۔ اب وہ تینوں ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتے ہوئے بری طرح ہنس رہے تھے۔

اس کے لبوں پر بڑی خوبصورت مسکراہٹ پھیل گئی۔ اسے ہنسنا آگیا تھا۔

اس نے ایک بار پھر مسکراتے وصی کو دیکھا۔ وہ اب فٹ بال کو کک لگاتا ہوا اسے آگے دھکیل رہا تھا جبکہ فریحہ اور وکی اس سے بال چھیننے کے چکر میں تھے۔ اچانک فریحہ رک گئی۔

"یہ چیٹنگ ہورہی ہے وصی بھائی! آپ اور وکی لڑکے ہیں' اس لیے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ ایک بار بھی بال میرے ہاتھ میں نہیں آئی' خود ہی دونوں کھیلنے لگے ہیں۔" وہ روہانسی ہو کر بولی تو وصی قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"چلو اب حقوقِ نسواں شروع ہوجائے گا۔" وکی بڑبڑایا جبکہ وصی نے شرارت سے پلر کے ساتھ ٹیک لگائے سوہنی کو دیکھا۔

"سوہنی! تم آجاؤ۔ فریحہ کو پارٹنر کی ضرورت ہے۔" اس نے مسکرا کر سر نفی میں ہلایا۔

"کتنی بور ہو یار! یہ کوئی سردی کی بارش نہیں جو تمہیں ٹھنڈ سے نمونیہ ہوجائے گا۔" اب وہ بھی مسکرا رہی تھی۔

"لو بھئی فری! تمہاری قسمت۔ وہ تمہاری پارٹنر نہیں بننا چاہتی۔"

"لگتا ہے اسے بارش سے ڈر لگتا ہے۔" فریحہ نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"کیوں وکی بیٹا! جن کو ڈر لگتا ہو' ان کا کیا علاج ہے؟"

وصی نے اب شرارت سے وکی کو دیکھا جو قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"آپ لوگ کیا کرنے والے ہیں؟" ان دونوں کو شرارتی انداز میں اشارہ کرتے دیکھ کر فریحہ چونکی لیکن وصی کوئی جواب دیے بغیر سوہنی کی طرف بڑھا۔

"تمہیں کیا بارش سے ڈر لگتا ہے؟" سوہنی نے گھبرا کر اپنے قریب کھڑے بھیگے ہوئے وصی کو دیکھا۔

"نہیں تو۔" وہ اب پریشانی سے ہاتھ مسلنے لگی۔ بارش اسے پسند تھی لیکن وہاں سب کے سامنے بھیگنا اسے بہت عجیب لگ رہا تھا۔ وصی نے ایک دم اس کا ہاتھ تھاما۔

"پلیز مجھے نہیں جانا۔" وہ چیختی رہ گئی لیکن وہ اس کا ہاتھ تھامے اسے لان کے درمیان میں لے آیا۔ وصی نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھام رکھا تھا۔ ہاتھ چھڑوانے کے چکر میں وہ مکمل طور پر بھیگ گئی تھی۔ اس نے روہانسی ہو کر وکی اور فریحہ کو دیکھا جو بری طرح ہنس رہے تھے۔

"بھائی! آج کافی رومنٹک موڈ میں لگ رہے ہیں۔ سوہنی کا ہاتھ ہی نہیں چھوڑ رہے۔"

"بکومت۔" فریحہ ہنس پڑی۔ "میں جا رہی ہوں۔" وہ تیزی سے اندر کی طرف بڑھی۔ برآمدے میں پہنچ کر اس نے دیکھا۔ وکی کا موبائل بج رہا تھا۔

"تمہارا فون ہے وکی!" فریحہ کی آواز پر وکی نے ایک نظر ان دونوں کو دیکھا اور مسکراتے ہوئے اندر کی طرف بڑھنے لگا۔ سوہنی نے ـــــ روہانسے انداز میں وصی کو دیکھا جو سر اونچا کیے آسمان کو دیکھ رہا تھا۔ اب تو اس نے ہاتھ چھڑوانے کی کوشش بھی بند کر دی تھی۔ شاید اسی لیے وصی نے آسمان سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھا۔

"اب بارش سے ڈر کچھ کم ہوا یا نہیں؟"

"مجھے پہلے بھی ڈر نہیں لگتا تھا۔ مجھے بارش پسند ہے لیکن یوں آپ کے سامنے بھیگنا..." وہ روٹھے لہجے میں بولتی ہوئی اچانک ہونٹ بھینچ گئی جبکہ وصی کے ہونٹوں پر آنے والی مسکراہٹ بے ساختہ تھی۔

"یوں میرے سامنے کیا؟" وصی ایک قدم مزید اس کے قریب آ گیا تو اس نے بے ساختہ اِدھر اُدھر دیکھا۔

"میرے ساتھ بارش میں بھیگنا تمہیں پسند نہیں؟"

وصی کے سوال پر وہ بری طرح کنفیوز ہوئی تھی جبکہ وہ بغور اس کے چہرے پر گرتی بوندوں کو دیکھ رہا تھا جو اس چہرے پر بہت خوبصورت لگ رہی تھیں۔ سوہنی نے نظریں اٹھا کر وصی کو دیکھا جو اس پر نظریں گاڑے کھڑا تھا۔ اس کی نظروں میں ایسا کچھ تھا کہ وہ ایک بار پھر اپنا ہاتھ کھینچنے پر مجبور ہو گئی۔ تیز برستی بارش کا پانی اب آنکھوں میں گھس رہا تھا۔

"بارش بہت تیز ہے۔" جب وہ بولی تو اس کی آواز بھی بھیگی ہوئی تھی۔ وصی نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔ وہ تیزی سے اندر کی طرف بڑھی جبکہ وہ اب تک بارش میں کھڑا بھیگ رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

☆ ☆ ☆

"تم لوگ تیار ہو؟"

"جی!"

"سوہنی کہاں ہے؟" موبائل اور کار کی چابیاں سینٹرل ٹیبل پر رکھتے ہوئے وصی نے پوچھا۔ وکی نے آنکھ سے فریحہ کو اشارہ کیا۔

"وہ نہیں جا رہی، آپ سے ناراض ہے۔" وصی نے حیرت سے وکی کو دیکھا۔

"کیوں؟" اس سے پہلے وہ مزید گل فشانی کرتا، سوہنی اندر داخل ہوئی تھی۔ ایک پل کے لیے وکی سٹپٹا کر رہ گیا۔

"تم نہیں جا رہیں؟" وصی کے سوال پر وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"وکی کہہ رہا ہے تم مجھ سے ناراض ہو؟"

"میں..." سوہنی نے حیرت سے وکی کو دیکھا جو ہاتھ کے اشارے سے پتا نہیں اسے کیا سمجھا رہا تھا۔

"میں نے تو ایسا کچھ نہیں کیا۔" وہ بے چاری حیرت سے کبھی وکی اور کبھی وصی کو دیکھ رہی تھی۔ وصی غصے سے وکی کی طرف مڑا، تب ہی ٹیبل پر رکھا اس کا موبائل بج اٹھا۔ اسکرین پر صاحبہ کا نام جگمگانے لگا۔

"بھائی پلیز! اتنی مشکل سے ہمارا باہر جانے کا پروگرام بنا ہے۔ اب آپ ان کا فون سنیں گے تو سمجھو گیا ہمارا ڈنر، ان کو جلدی جلدی فارغ کریں۔"

صاحبہ کا نام سن کر سوہنی کا منہ اتر گیا تھا۔ یہ اس کی زندگی کی دوسری تلخ سچائی تھی۔ فون اٹھاتے ہوئے وصی نے سرسری سی نظر سوہنی پر ڈالی جس کا چہرہ بجھ گیا تھا۔ بالکل غیر ارادی طور پر وصی نے فون آف کر دیا تھا۔

"چلو چلتے ہیں۔" وصی کے موبائل آف کرنے پر سوہنی کے چہرے پر جو مسکراہٹ آئی تھی، فریحہ اور وکی نے بغور اسے دیکھا تھا۔

☆ ☆ ☆

"کیسی ہو تم؟" آمنہ کے نرم لہجے پر اسے حیرت ہوئی۔

"فری بتا رہی تھی، ہمارے جانے کے بعد تم نے سارا کچن سنبھال رکھا تھا۔ وکی بھی بتا رہا ہے، کوکنگ بھی تمہاری بہت اچھی ہے۔"

آمنہ اور اس کی تعریف...... یہ دوسرا جھٹکا تھا۔

"یہاں سب ٹھیک تھا نا۔ وکی اور فری نے تمہیں تنگ تو نہیں کیا؟"

اب کی بار اس نے سر نفی میں ہلا کر جواب دیا تو وہ کچن سے باہر نکل گئیں جبکہ وہ اب تک حیران تھی۔ ابھی کچھ پہلے وہ جو گرمی سے بے حال تھی، اس میں ایک دم توانائی سی آ گئی تھی۔ قدموں کی آہٹ پر اس نے مصروف انداز میں مڑ کر دیکھا۔ عروبہ کو دروازے میں کھڑا دیکھ کر وہ مسکرا دی۔

"کچھ چاہیے تھا آپ کو آپی؟" وہ تیزی سے روٹیاں سینک رہی تھی۔

"تم اکیلی اتنا زیادہ کام کر رہی ہو۔ ہم میں سے کسی کو مدد کے لیے بلا لینا تھا۔"

"تایا ابو اور تائی امی اتنے دنوں بعد آئے ہیں۔ فری ان کے بغیر بہت اداس تھی، اسی لیے اس کو میں نے نہیں بلایا۔ علیزہ آپی نے میری کافی مدد کی ہے۔ سالن وغیرہ سب بن چکا ہے۔ یہ روٹیاں رہ گئی تھیں، وہ بھی بن گئی ہیں۔" وہ روٹی ہاٹ پاٹ میں رکھ کر اب دوسرا پیڑا بنا رہی تھی۔

"لاؤ میں پکاؤں۔"

"آپی! آپ بھی تھکی ہوں گی۔ ابھی اتنی لمبی فلائٹ لے کر آ رہی ہیں آپ۔"

"میں جہاز میں بیٹھ کر آئی ہوں۔ ڈنڈا پکڑ کر کھڑی ہو کر نہیں آئی۔"

عروبہ کے انداز پر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ کچھ دیر بعد وہ کچھ نہ بولی تو سوہنی نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"آپ مجھے اتنی غور سے کیوں دیکھ رہی ہیں؟" عروبہ نے مسکراتے ہوئے شیلف سے ٹیک لگا لی۔

"دیکھ رہی ہوں کافی بدل گئی ہو۔ جب میں گئی تھی تب تم کتنی خاموش، کمزور اور مرجھائی ہوئی لگتی تھیں۔ اب تقریباً ڈیڑھ ماہ کے عرصے میں بالکل گلاب کا پھول لگ رہی ہو بلکہ تمہیں تو ہنسنا بھی آ گیا ہے۔ کیا راز ہے، مجھے بھی بتا دو؟"

عروبہ کے شرارتی انداز پر اس کے چہرے پر جھینپی ہوئی مسکراہٹ آئی تھی۔

"ایسی تو کوئی بات نہیں آپی! مجھے تو آپ بہت کمزور لگ رہی ہیں۔"

"ٹال رہی ہو۔"

"نہیں آپی!"

"کہتی ہو تو مان لیتی ہوں اور جہاں تک میری بات ہے۔ حج کے دوران میری طبیعت خراب ہو گئی تھی۔ شاید اس لیے تمہیں کمزور لگ رہی ہوں۔"

روٹیاں پک چکی تھیں، وہ چولہا بند کر کے ہاتھ دھونے لگی۔

"وہاں میں نے تمہارے لیے بہت دعا کی۔ تمہاری ہر خواہش پوری ہو، ہر خوشی ملے تمہیں۔"

"شاید آپ کی دعائیں لگی ہیں۔" وہ دل میں اس سے مخاطب ہوئی اور مسکرا کر اس کی طرف مڑی۔ اس کے چہرے پر اتنا خلوص تھا کہ وہ بے ساختہ بولی۔

"آپ بہت اچھی ہیں آپی!"

اس کی تعریف پر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی پھر کچھ سوچ کر اس نے غور سے سوہنی دیکھا۔

"ولی کا فون آیا تھا؟" سوہنی نے چونک کر عروبہ کو دیکھا پھر سر نفی میں ہلا کر نظریں چرا لیں۔

"اور تمہاری اپنی امی سے بات ہوئی۔" اب کی بار اس کا سر پھر نفی میں ہلا۔

"تمہیں یاد نہیں آتیں؟" اس کی آنکھوں میں آنے والی نمی بے ساختہ تھی۔

"آتی ہیں۔"

"پھر تم نے ان سے بات کیوں نہیں کی؟"

"آپی! انہوں نے بھی ایک بار بھی مجھے فون نہیں کیا۔ میرے فون کی سم بدلی تھی۔ لیکن گھر کا فون نمبر تو وہی ہے لیکن انہوں نے پلٹ کر میری خبر نہیں لی۔ انہیں پہلے بھی مجھ سے پیار نہیں تھا اور اب تو انہوں نے دوسری شادی بھی کر لی ہے۔" وہ اب رو پڑی تھی۔

"ویسے بھی اگر وہ فون کبھی کرتیں تو میں ان سے بات نہ

کرتی۔ تایا ابو نے مجھے منع کیا تھا۔"

"اتنی فرمانبرداری۔" اس کے آنسو دیکھ کر عروبہ نے ہلکا پھلکا انداز اختیار کیا۔

"تایا ابو کے مجھ پر بہت احسان ہیں اور ابو نے بھی آخری بات مجھ سے یہی کہی تھی کہ وہ میری ذمہ داری تایا ابو کو سونپ رہے ہیں۔ وہ جیسا کہیں میں ان کی بات مانوں۔"

"چاہے وہ کچھ ایسا کرنے کو کہہ دیں جو تم نہیں چاہتیں۔" عروبہ کا لہجہ اور چہرہ دونوں سوالیہ تھے۔

"ایسا نہیں ہوگا' وہ مجھ سے پیار کرتے ہیں۔ میرے لیے غلط نہیں کریں گے۔"

اس کے اتنے پُریقین انداز پر وہ ابرو اچکا کر اسے دیکھنے لگی۔ وہ اسے بتانا چاہتی تھی کہ انہیں اپنی محبت کے آگے کسی کو محبت نظر نہیں آتی۔ سوہنی کے انداز بتا رہے تھے کہ اس کی خوشی توفیق صاحب کی خوشی سے بہت مختلف ہے۔ اس نے اسے حقیقت سے آگاہ کرنا چاہا لیکن اس کے چہرے کا یقین دیکھ کر اس نے سر جھٹک دیا۔ اس کی مسلسل خاموشی پر سوہنی نے آنکھیں صاف کرکے اسے دیکھا۔

"آپ سے ایک بات پوچھوں؟" عروبہ نے چونک کر اس کا چہرہ دیکھا۔

"آپ برا تو نہیں مانیں گی۔"

"ارے نہیں' تم پوچھو؟" وہ ہنس کر بولی۔

"آپ شادی کیوں نہیں کرتیں؟" عروبہ کے چہرے پر سایہ سا لہرایا تھا۔

"پھوپھو آپ کے لیے بہت پریشان ہیں۔"

"ممی بھی نا۔" عروبہ نے سر جھٹکا۔ "شادی کا کیا ہے۔ جب ہونی ہوگی' ہو جائے گی۔ فی الحال میں اپنی جاب میں بہت خوش ہوں۔"

"لیکن......"

"لیکن کو چھوڑو۔ آؤ باہر چل کر بیٹھتے ہیں۔" وہ اسے مزید پوچھنے کا موقع دیے بغیر باہر لے آئی۔

☼ ☼ ☼

کبوتر کی طرح آنکھیں بند کرنے سے خطرہ ٹل نہیں جاتا اور نہ ہی آنکھوں کو دل کی مرضی کے مطابق مناظر دکھانے سے حقیقت بدل جاتی ہے۔ حقیقت اٹل ہے اور سامنے ضرور آتی ہے جیسے اب حقیقت اپنے پورے وجود کے ساتھ اس کے سامنے تھی اور وہ سر جھٹک کر آنکھیں بند کرکے کسی طرح بھی اسے جھٹلا نہیں سکی۔

فریحہ کو بازو کے حلقے میں لیے توفیق صاحب کو گلے لگائے وہ ولی ہی تھا۔ سیڑھیوں کی آہٹ پر اس نے بے ساختہ وہاں دیکھا تھا۔ شور کی آواز پر وصی حیران ہوتا ہوا نیچے آیا تھا۔ ولی کو دیکھ کر جہاں وہ ساکت ہوا تھا' وہیں سوہنی کے ساکت وجود میں جنبش ہوئی تھی۔ وصی نے دوسری نظر اس پر ڈالی تو وہ نظریں چرا گئی۔

"کیسے ہو وصی؟" ولی نے اسے دیکھ لیا تھا۔ وصی کچھ حیران ہوا تھا اور اگلے چند پل میں وہ اس کے سامنے تھا۔ کچھ دیر بعد وہاں پھوپھو کی فیملی بھی آگئی تھی۔ ہر کوئی مگن ہوگیا تھا جبکہ وہ تب سے خاموش کونے میں رکھے صوفے پر بیٹھی تھی۔

وہ ولی کی نظریں خود پر محسوس کر رہی تھی جبکہ اس کی اپنی نظریں گاہے بگاہے وصی کی طرف اٹھ رہی تھیں لیکن نہ جانے کیوں اسے وصی کی آنکھیں' اس کا چہرہ سپاٹ لگا تھا اور اس کے یہی انداز اسے ہراساں کرنے کے لیے کافی تھے۔ پچھلے کچھ عرصے سے جس طرح وصی نے اس کے ساتھ رویہ روا رکھا ہوا تھا' اس کے بعد اچانک اتنی بیگانگی اس کا ڈرنا جائز تھا تو کیا جو فیصلہ آج سے ایک سال دو ماہ پہلے کیا گیا تھا' وہ ختم ہونے والا ہے اور یہی احساس اسے ہلا دینے کے لیے کافی تھا۔ جب اس میں مزید ضبط کا یارا نہیں رہا تو وہ کھڑی ہوگئی تھی۔

☼ ☼ ☼

فریحہ اپنی دوستوں کو رخصت کرنے کے لیے ڈرائنگ روم سے نکل گئی اور وہ جو فریحہ کے بڑے اصرار پر کب سے لگے بندھے انداز میں بیٹھی تھی۔ تیزی سے کھڑی ہوئی وہ جلد از جلد اپنے کمرے میں جانا چاہتی تھی۔ گلاس ٹرے میں رکھ کر جوں ہی وہ سیدھی ہوئی' اندر داخل ہوتے ولی کو دیکھ کر اس کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔

"کہاں ہوتی ہو تم' نظر ہی نہیں آتیں۔" وہ تھوک نگل کر رہ گئی۔

"مجھے چاچو کے بارے میں سن کر بہت افسوس ہوا اور جو خالہ نے کیا' میرا تو سن کر دماغ ہی گھوم گیا تھا۔ بہت اچھا کیا پاپا نے جو ان سے ہر تعلق ختم کردیا۔ اگر ان کی جگہ میں ہوتا تو میں بھی یہی کرتا اور نہ ہی مجھے پسند ہے کہ تم خالہ

سے ملو۔"

"میں جاؤں؟" وہ بڑی دقت سے یہ دو لفظ ادا کر سکی تھی۔

ولی کے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔ "میں اتنی دیر سے بکواس کر رہا ہوں اور تم.... ہفتے بھر سے زیادہ ہوگیا ہے مجھے یہاں آئے ہوئے' صرف غلطی سے ایک دو بار ہمارا سامنا ہوا ہوگا۔ میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں اور تم مجھ سے دور بھاگ رہی ہو کیوں؟" اس کی بازپرس پر وہ روہانسی ہو کر رہ گئی۔

"تم مجھ سے ناراض ہو؟" سوہنی نے سر نفی میں ہلایا۔

"جھوٹ مت بولو۔ میں جانتا ہوں' تم مجھ سے ناراض ہو۔" ولی بغور اس کا جھکا سر دیکھ رہا تھا۔

"میں نے وہاں شادی کرلی تھی کیا اس وجہ سے؟" وہ اب بھی خاموش رہی۔

"میں مجبور تھا سوہنی! وہاں حالات ہی ایسے ہوگئے تھے کہ مجبوراً "نیشنلٹی" کے لیے مجھے شادی کرنا پڑی۔"

سوہنی کے پاس پوچھنے اور کہنے کے لیے بہت کچھ تھا لیکن وہ پھر بھی خاموش رہی تھی۔

"جو بھی ہوا' اسے بھول جاؤ۔ میں یہاں تمہارے لیے آیا ہوں۔"

اب کی بار اس نے سر اٹھا کر ولی کو دیکھا۔

"اور جب مجھے آپ کی ضرورت تھی۔" اس کے شکوے پر وہ جیسے مطمئن ہو کر مسکرایا۔

"شکر ہے تم بولیں تو۔ تم جانتی ہو' مجھے تب غصہ تھا لیکن کوئی نقصان تو نہیں ہوا نا۔ سب کچھ ویسا ہی ہے۔"

"نقصان تو بہت بڑا ہونے والا ہے اور سب کچھ ویسا نہیں' بہت کچھ بدل گیا ہے۔ دل بھی اور حالات بھی۔" وہ دل میں ہی اس سے مخاطب تھی۔

"ارے بھائی آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں؟" باہر سے آتی فریحہ کی آواز پر اس نے نظریں اٹھا کر سامنے دیکھا۔ دروازے کے بالکل سامنے وصی ہونٹ بھینچے کھڑا تھا۔ اس کی سانس سینے میں اٹک کر رہ گئی۔ اس نے کیا سنا ہوگا اور کیا سوچا ہوگا۔ وہ کسی کو بھی مخاطب کیے بغیر باہر نکل گیا تو فریحہ کندھے اچکاتی ہوئی اندر آگئی لیکن ولی پر نظر پڑتے ہی اسے وصی کا یوں نکلنا سمجھ میں آگیا۔

"ولی بھائی! آپ تو فیکٹری جانے والے تھے۔" فریحہ نے ایک نظر سوہنی پر ڈال کر ولی کو دیکھا۔

"جانے والا تھا لیکن سوہنی کو دیکھ کر اندر آگیا۔ سارا دن نظر ہی نہیں آتی۔"

وہ اس کے بارے میں باتیں کر رہے تھے لیکن اسے اس بات سے کوئی مطلب نہیں تھا۔ اس کے دھیان میں اب بھی وصی کا چہرہ تھا۔ وہ بڑے بے ساختہ انداز میں باہر کی طرف بھاگی تھی۔

ولی نے کچھ حیرت سے اسے جاتے دیکھا۔ اس کے چہرے پر آنے والی ناگواری بے ساختہ تھی۔

"کیا مسئلہ ہے سوہنی کے ساتھ' یہ اتنی پریشان کیوں رہتی ہے اور مجھ سے بات بھی نہیں کر رہی؟"

"کچھ دنوں سے اس کی طبیعت بھی خراب ہے۔ شاید اس لیے۔"

ولی کچھ دیر تو دروازے کی جانب دیکھتا رہا پھر باہر نکل گیا۔

☼ ☼ ☼

اس کے ماتھے پر بل پڑے تھے جبکہ پُرسوچ نظریں سامنے سڑک پر جمی تھیں۔ ولی اور سوہنی کو آمنے سامنے کھڑے دیکھ کر اسے برا لگا تھا لیکن اب اسے غصہ اپنے غصے پر آ رہا تھا۔ بھلا وہ کس حق سے غصہ کر رہا ہے۔ وہ اپنی اس بے چینی کو سمجھ نہیں رہا تھا۔

موبائل کی بیپ پر اس نے چونک کر موبائل تھاما' اسکرین پر آنے والا نمبر صاحبہ کا تھا۔ وہ گہرا سانس لے کر رہ گیا۔

"تم نے مجھے اتنا ارجنٹ کیوں بلایا ہے؟" صاحبہ کے سامنے بیٹھتے ہوئے وصی نے بڑی سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

"کیوں؟ تمہیں فون کرکے بلانے میں کوئی حرج ہے۔" صاحبہ نے بھی سنجیدگی سے پوچھا۔ وہ جواب دینے کے بجائے دائیں طرف دیکھنے لگا۔

"جانتے ہو' پچھلے ایک ماہ سے ہم ایک بار بھی نہیں ملے اور نہ ہی تم نے مجھے فون کیا اور اگر میں فون کروں تو تم فون کاٹ دیتے ہو۔ کیا میں اس کی وجہ جان سکتی ہوں؟"

"ایسا شاید دو یا تین بار ہوا ہوگا کہ میں نے فون ڈسکنکٹ کیا ہوگا اور ظاہری بات ہے بزی ہوں گا۔"

"اور کہیں اس مصروفیت کا نام سوہنی تو نہیں۔"

"اف صاحبہ! تم ہر بات میں سوہنی کو درمیان میں کیوں لے آتی ہو؟"

"کیونکہ وہ ہمارے درمیان آچکی ہے۔"

وصی کچھ دیر اسے ہونٹ بھینچے دیکھتا رہا اور جب وہ بولا۔ اس کا لہجہ بے حد سخت تھا۔

"صرف تمہارے اسی شک کی وجہ سے میں تم سے زیادہ بات نہیں کرتا۔ تمہاری یہ خوبی مجھ پر منگنی کے بعد کھلی۔ اگر پہلے پتا ہوتا تو میں کبھی تم سے رشتہ نہ جوڑتا۔"

"افسوس ہو رہا ہے؟" وصی نے کوئی جواب نہیں دیا تو وہ ہنس پڑی۔

"تم بہت بدل گئے ہو وصی! خیر جانے دو' اپنی بات کرو۔" اچانک ہی صاحبہ نے اپنا موڈ بدل لیا تھا۔

"اپنی کیا بات کروں' اپنی ہی تو سمجھ میں نہیں آ رہی۔" آخری بات اس نے بہت دھیمی آواز میں کہی تھی۔

صاحبہ نے سر جھٹکا۔ "اچھا تمہیں ایک مزے کی بات بتاؤں۔ پچھلے ہفتے ہم مری گئے تھے ماموں کی فیملی کے ساتھ۔ جانتے ہو وہاں مجھے اس لڑکی کا پتا چل گیا جسے سجان پسند کرتا تھا۔ جانتی ہو وہ لڑکی کون ہے ؟"

"میں کیسے جان سکتا ہوں؟" وصی نے بے زاری سے کہا۔

"وہ لڑکی میں ہوں۔ سجان بچپن سے ہی مجھے پسند کرتا تھا بقول اس کے لیکن میرا رجحان تمہاری طرف دیکھ کر وہ پیچھے ہٹ گیا۔ کل یہ سب باتیں بڑی مشکل سے میں نے اس سے اگلوائی تھیں۔ کہہ رہا تھا کہ وہ آج بھی مجھے پسند کرتا ہے اور مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔"

وہ اب ہنس رہی تھی جبکہ وصی کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ بھی نہیں تھی۔

"تمہیں حیرت نہیں ہوئی؟"

"حیرت تو ہوئی ہے۔" وہ گہرا سانس لے کر بولا۔

"غصہ نہیں آیا؟" صاحبہ بڑے غور سے اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

"کیوں؟"

"پتا نہیں۔" وہ اب الجھے ہوئے انداز میں موبائل گھما رہا تھا۔

"جانتے ہو میری منگنی ہونے کے باوجود سجان نے مجھے پرپوز کیوں کیا کیونکہ تمہارے اجنبی انداز نے اسے جرأت دی تھی اور آج اس کا اظہار محبت سن کر بھی تمہیں برا نہیں لگا۔" صاحبہ اب بھی بغور اس کے الجھے ہوئے انداز کو دیکھ رہی تھی اور پھر جیسے کچھ سمجھ کر سر ہلایا۔

"آج تم مجھے کچھ الجھے ہوئے اور پریشان لگ رہے ہو۔ کیا اس پریشانی کی وجہ ولی ہے؟"

وصی نے چونک کر اسے دیکھا۔ "تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے؟"

"کیونکہ جب سے وہ آیا ہے' تب سے تم مجھے کیا سجان کو بھی نہیں مل رہے اور جب فون پر بات ہو' تم پریشان ہی لگتے ہو۔ حالانکہ اگر دیکھا جائے تو اب یہ پریشانی ختم ہو جانی چاہیے۔ ہمارے درمیان جو غلط فہمیاں پیدا ہو رہی تھیں جو بات وجہ اختلاف تھی' وہ ختم ہونے والی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" وصی الجھی ہوئی نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"صاف سی بات ہے' سوہنی سے ہماری جان چھوٹنے والی ہے۔ تمہیں طلاق تو دینی ہو گی۔"

وصی ایک لمحے کے لیے ساکت رہ گیا۔ شاید یہی بات اس کے لاشعور میں تھی جو وہ شعور میں لانے سے ڈر رہا تھا۔ اس کی نظروں میں پھر ولی اور سوہنی ایک ساتھ آئے تھے اور ولی کی آواز اس کے کانوں میں گونج رہی تھی۔

"کہاں گم ہو ؟" صاحبہ نے ٹیبل بجا کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

"کہیں نہیں۔"

"پھر کب سوہنی کو آزاد کر رہے ہو۔؟" صاحبہ بغور اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

"دیکھو۔ مجھے ایک ضروری کام یاد آگیا ہے۔ مجھے جانا ہو گا۔ تمہیں ڈراپ کر دوں۔" وہ عجلت میں کھڑا ہوا تھا۔

"نہیں میں اپنی کار میں آئی ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔"

"میں چلتا ہوں پھر ملاقات ہو گی۔"

وہ تیزی سے باہر کی طرف بڑھا تھا جبکہ صاحبہ کی مسکراہٹ ایک پل میں غائب ہوئی تھی۔ اس کی نظروں نے آخر تک وصی کا پیچھا کیا تھا۔ اب تک اس نے بڑے ضبط سے کام لیا تھا صرف وصی کو پڑھنے کے لیے اور آج اسے سوہنی پر بے حد غصہ آ رہا تھا جو ان کے رشتے میں دوریاں لانے کا باعث بن تھی۔

☼ ☼ ☼

"میں نے محسوس کیا ہے بلکہ سب نے ہی محسوس کیا ہے کہ تم میں بہت سی تبدیلیاں آگئی ہیں۔"

"مثلاً" ولی نے ہنستے ہوئے علیزہ کو دیکھا۔

"مثلاً" وہ سوچنے لگی "مثلاً" اب تم بہت زیادہ غصہ نہیں کرتے۔ ممی کے ساتھ بھی تمہارا رویہ ٹھیک ہے۔ وصی سے بات کرنے لگے ہو۔ اور سب سے بڑی بات تم مما کو وصی کی مما کے بجائے مما کہنے لگے ہو۔"

علیزہ کی اتنی لمبی تفصیل پر وہ گہرا سانس لے کر رہ گیا۔

"کبھی کبھی ایک لمحہ' زندگی کی ایک ٹھوکر انسان کو وہ سکھا دیتی ہے جو وہ ساری عمر نہیں سمجھ پاتا۔ جب میں یہاں سے گیا تھا۔ میرے دل میں ہر ایک کے لیے غصہ تھا۔ خاص طور پر مجھے پاپا پر غصہ تھا۔ انہوں نے مجھ پر وصی کو ترجیح دی۔ میں نے جذبات میں آکر یہاں سے جانے کا فیصلہ کر لیا۔ پاپا نے مجھے کتنا سمجھایا تھا کہ میں نے دنیا کی سختی نہیں دیکھی تھی۔ مجھے پیسہ کمانا نہیں آیا اور جب میں جا رہا تھا۔ انہوں نے مجھے کتنا سمجھایا تھا۔ وہ کتنا روئے تھے پر میرے سر پر ایک ہی ضد سوار تھی لیکن غیر ملک میں غیروں کے درمیان جا کر صحیح معنوں میں میری عقل ٹھکانے آگئی۔ میں نے وہاں مما کو بھی بہت یاد کیا۔ تم صحیح کہتی تھیں۔ وہ واقعی بہت اچھی ہیں اگر وہ واقعی سوتیلا پن دکھاتیں تو ہم کیا کر لیتے اور میری اتنی زیادتی کے باوجود انہوں نے کبھی پلٹ کر مجھے برا بھلا نہیں کہا جب کبھی میں وہاں پر کام میں بزی ہوتا تو سارا سارا دن کھانا نہیں کھا پاتا تھا اور جب سارا دن بعد ایک برگر کھاتا تو مجھے مما بہت یاد آتیں جو میرے اتنے برے رویے کے باوجود میری پسند کا کھانا پکاتی تھیں۔"

اس کا لہجہ آہستہ آہستہ نم ہوتا جا رہا تھا۔

"ان ڈیڑھ سالوں میں میں نے بہت کچھ برداشت کیا ہے۔ میں کس کو قصور وار نہیں ٹھہراتا کیونکہ سارا قصور میرا ہی ہے۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ میرا دل چاہا میں فوراً واپس پلٹ جاؤں لیکن پھر ہمت ہی نہیں ہوئی۔ میں جو پاپا کے سامنے اتنے دعوے کر کے آیا تھا۔ سوچا گھر جا کر پاپا کو تم سب کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ تبھی میں وہاں لزا سے ملا جس اسٹور میں میں کام کرتا تھا۔ وہ بھی وہی جاب کر رہی تھی۔ پتا نہیں اسے مجھ میں کیا پسند آیا تھا کہ وہ مجھ سے شادی کرنے کو تیار ہو گئی۔ ان دنوں میں رہائش کے سلسلے میں بھی پریشان تھا۔ اس کے پہلے اصرار پر میں نے اس سے پیپر میرج کر لی۔ اگر میری زندگی میں سوہنی نہ ہوتی تو میں اس کے لیے سنجیدگی سے کچھ سوچتا۔ اس کے نہ چاہنے کے باوجود میں نے اسے چھوڑ دیا لیکن یہاں آکر میں بہت پریشان ہوا ہوں۔ سوہنی کا رویہ میرے ساتھ بہت بدل گیا ہے۔ خاموش طبع تو وہ شروع سے ہی تھی لیکن میں نے محسوس کیا ہے جیسے وہ مجھے نظر انداز کر رہی ہو۔"

علیزہ جو غور سے اس کی باتیں سن رہی تھی چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"پہلے مجھے لگا۔ وہ میری شادی کی وجہ سے ناراض ہے۔ میں اسے وضاحت بھی دے چکا ہوں لیکن پھر بھی ..."

علیزہ غور سے اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ جو الجھا ہوا لگ رہا تھا۔

"السلام علیکم! دونوں بہن بھائی میں کیا راز و نیاز چل رہا ہے۔"

عروبہ کو دیکھ کر وہ دونوں مسکرائے تھے۔

"میں دو دفعہ تم سے ملنے آیا تھا۔ پر تم گھر ہی نہیں تھیں۔ سنا ہے بہت اچھی کمپنی میں بہت شاندار جاب کر رہی ہو۔"

ولی کے متاثر انداز پر وہ ہنستی ہوئی گھاس پر علیزہ کے قریب بیٹھ گئی۔

"یہ جاب کرنے کا تمہیں کیا سوجھی۔ پھوپھو تمہاری شادی کو لے کر اتنی پریشان ہیں شادی کیوں نہیں کر رہیں ؟"

"تمہاری وجہ سے" اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا ولی کے ساتھ علیزہ نے چونک کر اسے دیکھا جبکہ وہ اپنی بے ساختگی پر خود کو کوس کر رہ گئی اپنی بات کے اثر کو زائل کرنے کے لیے وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"ممی کی چھوڑو وہ تو ہر آئے گئے کے سامنے یہی ٹاپک کھول کر بیٹھ جاتی ہیں جب شادی ہونا ہو گی ہو جائے گی تم اپنی سناؤ۔ تمہاری وہ انگریز بیوی کیسی ہے ؟"

"اب بیوی کہاں رہی۔"

ولی نے مصنوعی افسوس کا اظہار کیا۔

"اتنا ہی افسوس ہو رہا ہے تو اسے چھوڑا کیوں ہے ؟"

عروبہ نے ابرو اچکا کر اسے دیکھا۔

"چھوڑنا تو تھا ہی"

"ایسی بھی کیا مجبوری تھی ؟"

"مجبوری" ولی نے آنکھیں پھیلائیں۔ "اس مجبوری کا نام سوہنی تھا۔"

"مجبوری تو بوجھ کا دوسرا نام ہے۔"

"اگر سوہنی مجبوری ہی تھی تو اس سے چھٹکارا پا لیتے وہ بے چاری کیا کر سکتی تھی۔" عروبہ آج شاید جرح کرنے کے موڈ میں تھی۔

"میرے کہنے کا مطلب یہ نہیں تھا کہ سوہنی کو میں مجبوری سمجھتا ہوں تمہیں کیا میں مجبوری کو ڈھونے والوں میں سے لگتا ہوں؟"

عروبہ نے مسکرا کر علیزہ کو دیکھا۔

"نا بالکل نہیں۔ اچھا ایک بات بتاؤ۔ تمہارے پیچھے سے اگر سوہنی کی شادی ہو جاتی تو؟"

علیزہ نے بے ساختہ عروبہ کو ٹھوکا مارا تھا۔

"امپاسبل!" ولی کے پُریقین انداز پر بغور اسے دیکھا۔

"ناممکن کچھ بھی نہیں اور تمہیں معلوم ہی ہوگا۔ سوہنی کی ممی اس کی شادی کروا بھی رہی تھیں اور اگر وہ کامیاب ہو جاتیں تو تم کیا کر لیتے؟"

ولی کچھ دیر بالکل خاموش رہا۔

"میں شاید سوہنی کو گولی مار دیتا یا پھر اس کے شوہر کو۔"

علیزہ نے سہم کر ولی کو دیکھا جبکہ عروبہ ہنس پڑی۔

"یہاں سب سمجھ رہے ہیں تم۔ بدل گئے ہو۔"

"یہ بدلنے کو تم لوگ کس سینس میں لیتے ہو؟" وہ اب جھنجلایا تھا۔ "ہاں میرے مزاج میں تبدیلی ضرور آئی ہے لیکن فطرت تو میری وہی ہے۔"

عروبہ نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا "یہ تم نے آج آنے کی زحمت کیسے کی۔" علیزہ نے عروبہ کا دھیان اپنی طرف کیا تھا۔

"میں نے خواب میں دیکھا کہ تم مجھے جوتیاں لگا رہی ہو بس میں نے اسی وقت سوچ لیا۔ صبح مجھے اپنی دوست سے ملنا ہے۔" اس کا لہجہ صاف اس کے مذاق کو ظاہر کر رہا تھا۔

"ارے ہاں خواب سے یاد آیا جب میں یہاں سے گیا تھا تو میں نے اگلی دن ہی تمہیں خواب میں دیکھا۔"

علیزہ اور عروبہ دونوں نے چونک کر اسے دیکھا۔

ولی نے مذاق کیا تھا لیکن جب وہ بولی تو وہ بے حد سنجیدہ تھی۔

"دل کو دل سے راہ ہوتی ہے رات کو جب سوتی تھی تو تمہیں سوچتے ہوئے اور جب آنکھ کھلتی تھی تو پہلا خیال تمہارا ہوتا تھا۔"

اس کے لہجے کی سنجیدگی پر ولی بری طرح ٹھٹکا تھا۔ جبکہ اس کی بے اختیاری پر علیزہ کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لے۔ اسے ایک بار پھر اپنے جذباتی پن کا احساس ہوا تو وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑی یہاں تک کہ اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

"کسی غلط فہمی کا شکار مت ہونا۔ میرا دماغ خراب نہیں ہوا جو تمہیں یاد کرتی۔ مذاق کر رہی تھی۔"

وہ اسی طرح ہنستی ہوئی کھڑی ہو گئی جبکہ ولی کی سنجیدگی میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

علیزہ کا ارادہ عروبہ کی طبیعت صاف کرنے کا تھا جبکہ ولی ابھی تک اسی جگہ پر بیٹھا سامنے دیکھ رہا تھا جہاں کچھ دیر پہلے عروبہ بیٹھی تھی۔

☼ ☼ ☼

اپنے جواب کے انتظار میں وہ منتظر نظروں سے توفیق صاحب کا چہرہ دیکھ رہی تھی جن کے چہرے سے اب پریشانی جھلک رہی تھی۔

"پاپا! مجھے تو یہی صحیح لگتا ہے۔ آپ ولی کو ساری حقیقت بتا دیں۔ جس طرح اس کے مزاج میں تبدیلی آچکی ہے۔ مجھے لگتا ہے وہ اس حقیقت کو اب نہ سہی بعد میں ضرور ایکسیپٹ کرے گا۔ جس طرح آج وہ سوہنی کے رویے پر پریشان تھا کل کو اگر اسے حقیقت کسی اور طریقے سے پتا چلی تو کہیں کوئی اور مشکل پیدا نہ ہو جائے۔"

"ہوں!" انہوں نے گہرا سانس لیا۔

"سوہنی کیوں ولی کو اگنور کر رہی ہے؟" ان کے سوال پر علیزہ بھی سوچ میں پڑ گئی۔

"ہو سکتا ہے پاپا! وہ ولی سے ڈر رہی ہو کیونکہ جب آپ اسے سوہنی اور وصی کے نکاح کے بارے میں بتائیں گے تو میں اور آپ بھی اس کا ردِعمل نہیں جانتے۔"

وہ کچھ دیر پُرسوچ انداز میں ویسے بھی بیٹھے رہے۔ پھر سر ہلا کر کھڑے ہو گئے۔

"میں ولی سے بات کرتا ہوں۔"

"پاپا!" انہیں اپنے کمرے میں دیکھ کر پہلے وہ حیران ہوا پھر ٹی وی کا والیوم کم کر کے وہ بیڈ سے اٹھنے لگا۔ انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے اٹھنے سے منع کیا اور خود اس کے قریب بیٹھ گئے۔ انہوں نے گلا کھنکھار کر خود کو بولنے کے لیے تیار کیا۔

"میں تم کو ایک ضروری بات بتانے آیا ہوں۔ امید ہے تم تحمل سے سنو گے اور ٹھنڈے دماغ سے سوچو گے۔"

ولی نے الجھ کر ان کا چہرہ دیکھا۔

"تمہارے جانے کے بعد یہاں کافی مسائل پیدا ہو گئے تھے خالد، سوہنی کو لے کر کافی پریشان تھا۔ تمہاری خالہ پر

اسے بھروسہ نہیں تھا۔ اوپر سے تم نے فون کر کے سوہنی کی ذمہ داری مجھ پر ڈال دی تھی ——— ایک طرف خالد کی خواہش دوسری طرف تمہاری خوشی، مجھے اس وقت کوئی حل نظر نہیں آیا سوائے اس کے کہ سوہنی کا نکاح کروا دوں اس لیے...!" انہوں نے ایک جانچتی نظر ولی پر ڈالی۔

"اس لیے میں نے سوہنی کا نکاح وصی سے کروا دیا۔"

اور وہ جو بڑے غور سے اپنے باپ کی بات سن رہا تھا اس کے سر پر دھماکا ہوا تھا۔ وہ کتنی دیر تک حیرت کی شدت سے کچھ کہنے کے قابل ہی نہیں رہا۔ اور جب اس کا دماغ سوچنے کے قابل ہوا غصے سے اس کا دماغ کھولنے لگا۔ وہ تڑپ کر ان کے قریب سے اٹھا۔

"آپ ایسا کیسے کر سکتے ہیں۔ پاپا! میں نے آپ سے کہا تھا کہ سوہنی کا خیال رکھنا یہ نہیں کہا تھا۔ میری منگیتر کو آپ کسی اور کے حوالے کر دیں۔" توفیق صاحب نے ایک بے بس سی نظر اس کے سرخ ہوتے چہرے اور آنکھوں پر ڈالی۔

"وہ آج بھی تمہاری منگیتر ہے۔ نکاح کے وقت یہ بات میں نے وصی کے ساتھ سوہنی کو بھی بتا دی تھی۔"

"آپ کے بتانے سے کیا ہوتا ہے نکاح تو ہوا ہے نا۔" اس نے طیش کے عالم میں دایاں ہاتھ زور سے دیوار پر مارا تھا۔

"نکاح ہوا ہے لیکن اس نکاح کی حیثیت ایک کاغذ کے سوا کچھ نہیں۔ سوہنی یہ نکاح نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اپنے باپ کی خاطر مجبور ہوئی تھی جبکہ وصی کو راضی کرنے کے لیے مجھے کیا کچھ نہیں کرنا پڑا۔ وہ تو بالکل بھی سوہنی سے یہ رشتہ جوڑنے کو تیار نہیں تھا۔ صرف تمہاری خاطر مجھے ان دونوں کے ساتھ زبردستی کرنا پڑی ورنہ ثمرہ اس کا نکاح کہیں اور کروا دیتی۔ اور تم بھی ہمیشہ کے لیے سوہنی کو کھو دیتے جبکہ یہاں ایسا نہیں۔ وصی، صاحبہ کو پسند کرتا ہے۔ منگیتر ہے وہ اس کی اور میں نے وصی کو بتا دیا تھا کہ اس رشتے کے لیے وہ تب تک مجبور ہے۔ جب تک تم نہیں آجاتے اس کے بعد وہ آزاد ہے۔"

ان کی تسلی پر بھی اسے تسلی نہیں ہوئی تھی بلکہ سوہنی کسی اور کی بیوی بن چکی ہے اسے یہ خیال آگ لگانے کے لیے کافی تھا۔ "آپ نے ان دونوں کا نکاح کروا دیا اوہ میرے خدا!" اس نے مٹھیاں بھینچ لی تھیں۔

"کیا ان دونوں کے درمیان کوئی تعلق بھی ہے؟"

توفیق صاحب نے اب غصے سے اسے دیکھا "پاگل ہو گئے ہو بتا تو رہا ہوں صرف نکاح ہوا ہے وہ بھی مجبوری میں۔ وہ دونوں تو راضی بھی نہیں ہیں۔ وصی کی تو منگنی بھی ہو چکی ہے تم جانتے ہو۔ صرف میرے کہنے کی دیر ہے وہ تو خود اس نام کے رشتے سے چھٹکارا پانا چاہتا ہوگا۔"

"اور سوہنی؟"

"ظاہری بات ہے وہ تمہاری منگیتر ہے۔ وہ یہ جانتی ہے اور یہ بھی کہ وصی صاحبہ کو پسند کرتا ہے۔"

اب کی بار وہ کچھ نہیں بولا تھا۔ اس کے طیش میں بھی کمی واقع ہوئی تھی۔

"کیا تم اب بھی سوہنی سے شادی کرنا چاہتے ہو؟" ولی نے چبھتی ہوئی نظر ان پر ڈالی۔

"اب کیا ہو گیا ہے پاپا! اب تو مجھے ہر حال میں سوہنی سے ہی شادی کرنی ہے۔ آپ وصی سے کہیں ابھی اور اسی وقت سوہنی کو طلاق دے۔ مجھے آنے والے دو ہفتوں کے اندر اندر سوہنی سے شادی کرنی ہے اور اگر ایسا نہ ہوا تو بہت برا ہوگا پاپا!"

"تم بالکل فکر نہ کرو۔ ایسا کچھ نہیں ہوگا۔" ولی کی دھمکی پر انہوں نے پُریقین انداز میں اسے تسلی دی تھی۔

☼ ☼ ☼

"کس کے لیے چائے بنا رہی ہو؟" اپنے قریب ولی کی آواز سن کر چائے ڈالتا اس کا ہاتھ بری طرح کانپا۔ نتیجتاً گرم گرم چائے شیلف پر گر کے نقش و نگار بنا گئی۔

"تایا ابو کے لیے۔"

"اچھا" وہ اب شیلف کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔

"میں سمجھا وصی کے لیے بنا رہی ہو۔"

وہ کچھ نہیں بولی تھی بس جھکا ہوا سر مزید جھک گیا تھا۔

"تم اس لیے مجھ سے دور بھاگ رہی تھیں کہ وصی سے تمہارا نکاح ہو گیا تھا۔ لیکن تم کسی غلط فہمی میں مت رہنا کہ میں اس نکاح کو اہمیت دوں گا یا پیچھے ہٹ جاؤں گا۔ میں صرف اتنا جانتا ہوں تم میری منگیتر ہو اور تمہاری شادی بھی مجھ سے ہوگی۔ اور یہ جو سو کالڈ قسم کا نکاح ہوا تھا۔ یہ ڈرامہ بھی دو تین دن میں ختم سمجھو۔ سنا تم نے۔"

اسے مسلسل سر جھکائے خاموش دیکھ کر اس نے غصے سے اس کا بازو جھٹکا تو اس نے ڈبڈبائی نظروں سے ولی کو

دیکھا۔ اس کی بھری ہوئی آنکھیں دیکھ کر اس نے بازو چھوڑ دیا اور باہر نکل گیا جبکہ اس کی آنکھوں میں تیرتی نمی آنکھوں سے باہر آگئی تھی۔

جب سے ولی کو اس کے اور وصی کے نکاح کا علم ہوا تھا اس نے بار بار طنز کے تیر برسا کر اس کی روح تک کو لہولہان کردیا تھا۔ اور سب کی طرح اسے بھی غلط فہمی ہوئی تھی کہ وہ بدل گیا ہے لیکن وہ آج بھی ویسا ہی تھا۔ وہی غصہ، جلن اس کی یہی کوشش ہوتی تھی کہ جہاں وصی ہو وہ وہاں نہ جائے کیونکہ جب بھی اس کا اور وصی کا سامنا ہوتا تو ولی کی آگ اگلتی نظریں اسے راکھ کرکے رکھ دیتی تھیں۔ وہ ہر وقت ان پر نظر رکھتا تھا۔ وہ جانتی تھی ولی اپنی ضد ضرور پوری کرے گا اور وصی وہ بھی اس سے جان چھڑا کر اپنی خوشی حاصل کرے گا۔ زیاں تو دونوں طرف سے اس کے حصے میں آیا تھا۔ وہ اب وصی کی جگہ مر کر بھی ولی کو نہیں دے سکتی تھی۔ لیکن اس کی ازلی بزدلی نے اسے کچھ بھی کہنے کے قابل نہیں چھوڑا تھا۔

☼ ☼ ☼

گاڑی سے باہر نکلتے ہی ٹھنڈی ہوا کا جھونکا اس کے چہرے سے ٹکرایا جس نے اس کے مزاج پر اچھا اثر ڈالا تھا لان میں آمنہ کے ساتھ فریحہ اور وکی بھی موجود تھے وہ اندر جانے کے بجائے ان کی طرف بڑھنے لگا۔

"بھائی!" فریحہ اسے دیکھ کر خوش ہوئی تھی "آج آپ جلدی آگئے۔"

وہ مسکراتا ہوا آمنہ کے قریب رکھی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"یہ سب کیا ہے؟" اس نے فریحہ کی گود میں رکھے کپڑوں کی طرف اشارہ کیا۔

"آج مما اور ڈیڈی کی اینور سری ہے۔ بس اس کی تیاری کررہی ہوں۔" فریحہ نے ایک نظر وکی کو دیکھ کر جواب دیا۔

"دراصل ابھی ابھی ولی فری اور سوہنی کے لیے شاپنگ کرکے آیا ہے۔ یہ بلیک والا سوٹ سوہنی کے لیے لایا تھا پر اسے پسند آگیا ہے' اسی لیے تو میرا سر کھا رہی ہے۔"

آمنہ کے کہنے پر وصی نے چبھتی ہوئی نظروں سے اس کالے سوٹ کو دیکھا۔

"شام کو ڈنر بھی ولی دے رہا تھا۔"

آمنہ کی آواز سے ان کی خوشی کا اندازہ ہورہا تھا۔

اچانک اس کے سر میں درد شروع ہوگیا۔

"طبیعت ٹھیک ہے تمہاری۔" آمنہ نے بغور وصی کا اترا ہوا چہرہ دیکھا۔

"جی؟" وہ اب اپنی کنپٹیاں دبا رہا تھا۔

"آپ کے سر میں پھر درد شروع ہوگیا۔ پتا ہے مما! جب آپ حج کرنے کے لیے گئی تھیں۔ بھائی کو اکثر سر درد کی شکایت رہتی تھی ڈاکٹر کے پاس بھی نہیں جاتے تھے بس یہی کہتے ہے سر دبا دو اور جب سر دباتے تھے تو مذاق اڑاتے تھے۔"

فریحہ کے ہنسنے پر وصی نے چونک کر سر اٹھایا۔ ایک لمس اس کے ماتھے پر جاگا تھا۔ اس نے سر جھٹک کر اپنی انگلیاں کنپٹیوں سے ہٹالیں۔ وکی بغور اس کا جائزہ لے رہا تھا۔

"کیا بات ہے وصی! میں کتنے دن سے محسوس کررہی ہوں۔ تم کافی خاموش رہنے لگے ہو گھر بھی لیٹ آتے ہو کوئی پریشانی ہے؟"

وہ گہرا سانس لے کر کھڑا ہوگیا۔ "آپ کا وہم ہے۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"وصی بھائی! آپ بھی تیار رہنا۔ رات کو ڈنر پر جانا ہے۔"

"میں نہیں جاسکوں گا۔ بہت تھکا ہوا ہوں سوؤں گا۔ مجھے ڈسٹرب نہ کرنا۔"

"وصی!" وہ جو مڑ چکا تھا پلٹ کر آمنہ کو دیکھا۔

"تمہارے ڈیڈی تمہیں پوچھ رہے تھے۔ ان سے مل لینا۔"

وہ سر ہلا کر تیز تیز قدم اٹھاتا اندر کی طرف بڑھ گیا۔

"کبھی تو سوچ سمجھ کر بات کرلیا کرو جانتی ہو وہاں سوہنی بھی ہوگی وصی بھی جاتا تو ولی کو برا لگتا۔"

"انہیں کیوں برا لگے گا' سوہنی، وصی بھائی کی بیوی ہے۔" وکی کی بات پر آمنہ کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

"نہیں ہے۔ وہ وصی کی بیوی۔ وصی کی بیوی وہ بنے گی جو وصی کی خوشی ہے۔ اس کی خوشی صاحبہ میں ہے سوہنی اس کے لیے صرف ایک بوجھ ہے۔"

"آپ کس طرح کہہ سکتی ہیں۔ سوہنی وصی بھائی کی خوشی نہیں۔" وکی کی مسلسل بحث پر آمنہ نے پہلے حیرت اور پھر ناگواری سے اسے دیکھا۔

"میں ماں ہوں اس کی تم سے بہتر جانتی ہوں۔ آئندہ ایسی بات کرنے سے پرہیز کرنا۔"

وہ غصیلے انداز میں اسے تنبیہہ کرنے کے بعد اندر کی طرف مڑ گئیں جبکہ وکی کے چہرے کی جھنجلاہٹ میں

اضافہ ہوگیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"ڈیڈی! آپ کو مجھ سے کچھ کام تھا؟" توفیق صاحب اسے لاؤنج میں ہی مل گئے تھے۔

"ہاں۔ میں آج وکیل سے ملا تھا۔ وہ طلاق کے پیپرز تیار کروا رہا تھا۔ کل پرسوں مل جائیں گے۔ تم سائن کردینا کیونکہ جب سے ولی کو اس نکاح کا علم ہوا ہے وہ پھر سے اگریسو ہوگیا ہے۔ اس لیے میں چاہتا ہوں۔ جلد از جلد یہ کام ختم ہوجائے ٹھیک ہے۔"

وہ اس کا کندھا تھپتھپا کر دائیں طرف مڑ گئے جبکہ وہ وہیں ساکت کھڑا رہ گیا۔

☼ ☼ ☼

"آپ!" توفیق صاحب کو اپنے کمرے میں دیکھ کر وہ مؤدب انداز میں کھڑی ہوگئی۔

"یہ سوٹ ولی تمہارے لیے لایا تھا۔ تم نیچے ہی چھوڑ آئی تھیں" اس نے سپٹا کر ان کے ہاتھ سے سوٹ لے لیا۔

"رات کو جب ہم ڈنر پر جائیں تو تم یہ سوٹ پہننا۔ ولی کو اچھا لگے گا۔" وہ حیرت سے انکا چہرہ دیکھنے لگی۔

"کیوں تمہیں کوئی اعتراض ہے؟" ان کے ابرو اچکانے پر اس نے نظریں جھکالیں۔

"میں یہاں ویسے بھی تم سے بہت ضروری بات کرنے آیا تھا۔ آج سے ڈیڑھ سال پہلے میں نے تمہاری اور وصی کی مرضی کے بغیر زبردستی نکاح کروایا تھا تب میں بھی مجبور تھا۔ لیکن آج ایسی کوئی مجبوری نہیں وہ صرف ولی کی وجہ پریشان تھا کہ وہ کیا کہتا ہے وہ کیا چاہتا ہے لیکن ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہوا۔ اسے ضرور لگا تھا لیکن وہ اب بھی تم سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ وہ بھی جلد از جلد۔"

سوہنی نے اب چونک کر ان کا چہرہ دیکھا۔

"میں جانتا ہوں۔ یہ رشتہ تمہارے اور وصی کے لیے بوجھ تھا اور اس بات کا بوجھ میرے دل پر بھی تھا ولی سے شادی کے بعد تمہیں تمہاری خوشی مل جائے تو میرے بھائی کی روح بھی خوش ہوجائے گی اور میرے دل پر جو بوجھ ہے وہ بھی ختم ہوجائے گا۔"

انہوں نے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کا تو سوچ لیا تھا۔ لیکن اس کے دل کا بوجھ بڑھ رہا تھا۔ وہ ان سے اپنے دل کی بات کہنا چاہتی تھی۔ وہ انہیں بتانا چاہتی تھی یہ رشتہ بوجھ نہیں اس کی زندگی ہے لیکن اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکل پا رہا تھا۔

"میں نے آج وصی سے بھی بات کرلی ہے۔ طلاق کے پیپرز بھی تیار ہورہے ہیں وصی ان پر سائن کردے گا۔"

سوہنی کی دھڑکن مدھم پڑ گئی تھیں۔

"تم تیار ہوجاؤ آٹھ بجنے والے ہیں اور ہاں یہی سوٹ پہننا۔"

وہ جاتے جاتے واپس مڑے تھے اور اسے حکم دے کر سرسری سی نظر اس کے جھکے سر پر ڈال کر باہر نکل گئے۔ اس نے انہی نظروں سے اپنے ہاتھ میں تھامے اس سوٹ کو دیکھا جس کا رنگ اپنی زندگی میں بھی گھلتا محسوس ہورہا تھا۔ آنکھوں سے گرتے آنسو اب قطرہ قطرہ اس کالے سوٹ میں جذب ہورہے تھے۔

☼ ☼ ☼

وہ ڈنر پر اپنے ساتھ بدر انکل اور ارم کو بھی ساتھ لے جانا چاہتے تھے لیکن انہوں نے معذرت کرلی تو وہ لوگ زبردستی عروبہ کو اپنے ساتھ لے آئے تھے۔ ڈنر کے بعد وہ لوگ شاپنگ مال میں آگئے تھے۔ فریحہ اور وکی اس کے آگے تھے جبکہ ان سے کچھ قدم کے فاصلے پر وہ تھی' اس سے پیچھے عروبہ اور ولی تھے جبکہ توفیق صاحب اور آمنہ کار میں ہی بیٹھے تھے۔ وہ سر جھکائے اپنے اٹھتے قدم گن رہی تھی۔ مسلسل رونے سے اب اس کی آنکھیں دکھنے لگی تھیں اور چہرہ الگ ستا ہوا لگ رہا تھا۔

"سوہنی! آئس کریم کھاؤ گی۔" اچانک وکی نے مڑ کر اسے مخاطب کیا تو اس نے سر نفی میں ہلایا۔

"کھالو یار! تمہیں تو یہاں کی آئس کریم بہت پسند ہے۔ چلو وکی ہم لے کر آتے ہیں۔" فریحہ کے کہنے پر وکی نے سامنے کی طرف اشارہ کیا' جہاں عروبہ اور ولی گلاس ڈور کے سامنے کھڑے پتا نہیں کیا تبصرے کررہے تھے۔

"ان سے بھی پوچھ لو۔" فری کے کہنے پر وہ دونوں ان کی طرف مڑ گئے لیکن وہ وہی کھڑی رہی۔ اس نے نظریں اٹھا کر اس آئس کریم پارلر کو دیکھا۔ پہلی بار وصی نے ان تینوں کو یہاں سے آئس کریم کھلائی تھی۔ وہ ان گزرے پل میں کھونے لگی تھی لیکن وصی کا تلخ انداز یاد آتے ہی اس کی آنکھیں پھر سے بھر آئیں۔ وہ بری طرح پھنسی تھی۔

پہلے ولی کے طنز اور اب وصی کی بیگانگی۔ جو بھی آتا تھا' اس پر ہی چڑھ دوڑتا تھا۔

"یہاں اکیلی کیوں کھڑی ہو؟" ولی کی آواز پر اس نے تیزی سے نظریں جھکالیں۔ اب وہ تیزی سے پلکیں جھپک جھپک کر آنسو اندر اتارنے کی کوشش کررہی تھی۔

"تم رو رہی ہو؟" وہ بغور اس کا جائزہ لے رہا تھا۔

"اس طرح رو کر کس کا سوگ منارہی ہو۔ وصی کے نہ آنے کا دکھ ہورہا ہے؟" اس کا لہجہ طنزیہ ہوگیا تھا۔

"کیا پوچھ رہا ہوں تم سے۔" وہ دانت پیس کر بولا تو اس نے بمشکل سر اٹھا کر خود کو جواب دینے کے لیے تیار کیا۔

"میرے سر میں درد ہے۔" وہ بے چارگی سے بولی' تب ہی وکی اور فریحہ ان کے قریب پہنچے تھے۔

"کیا ہوا؟" وکی نے سنجیدگی سے اس کا چہرہ دیکھنے کے بعد ولی کو دیکھا۔

"کیا ہوا بھائی؟" فریحہ بھی اب پریشانی سے اس کا سخت چہرہ دیکھ رہی تھی۔

"کچھ نہیں۔" وہ اب ٹراؤزر کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے دوسری طرف دیکھنے لگا تھا۔ تب تک عروبہ بھی ان کے قریب پہنچ گئی تھی۔

"ہم ذرا سامنے والی بوتیک میں جارہے ہیں۔ آپ چلیں گے؟" فریحہ' سوہنی کو وہاں سے ہٹانا چاہتی تھی' اس لیے اس نے عروبہ سے بھی ساتھ چلنے کو کہا تھا جس نے سر نفی میں ہلا کر منع کردیا تھا۔ وہ سوہنی کا ہاتھ تھام کر بوتیک کی طرف بڑھنے لگی۔ وکی بھی ان کے پیچھے چلنے لگا۔

"تم سوہنی کو ڈانٹ کیوں رہے تھے؟"

ولی نے سپاٹ نظر عروبہ پر ڈالی۔ "ڈانٹ نہیں رہا تھا' اس کے سوگ کی وجہ پوچھ رہا تھا۔ ہر وقت اس کے چہرے کو دیکھ کر یہی گمان ہوتا ہے جیسے پتا نہیں اسے کتنا بڑا غم ہے۔ مجھے دیکھ کر وہ ایسے بھاگتی ہے جیسے کسی بھوت کو دیکھ لیا ہو۔ اس کا ایسا رویہ میرے غصے کو بڑھا دیتا ہے۔ مجھے اس کے ساتھ بابا پر بھی غصہ آنے لگتا ہے' جنہوں نے اتنا غلط فیصلہ کیا۔"

"تو کیا کرتے' اس وقت حالات ہی ایسے تھے۔"

عروبہ کی بات پر وہ ناراضی سے اس کی طرف مڑا۔

"یہ کوئی اس مسئلے کا آخری حل تو نہیں تھا' وہ کچھ اور حل بھی سوچ سکتے تھے۔ میں جب ان دونوں کو ساتھ سوچتا ہوں اور اوپر سے سوہنی کا ایسا تکلیف دہ رویہ' میرا دل چاہتا ہے خود کو یا پھر سوہنی کو ہی شوٹ کردوں۔" اس کی [illegible] ہوئی تیوریوں اور آنکھوں کی لالی کو عروبہ نے بغور دیکھ [illegible] افسوس بھرے انداز میں سر کو جنبش دی۔

"میں سمجھی تھی تم بدل گئے ہو۔" وہ بہت دھیرے سے بڑبڑائی۔ "تمہاری اس کشمکش کا حل یہی ہے کہ تم سوہنی [illegible] خیال دل سے نکال دو۔"

"کیا؟" ولی نے غصے سے اسے دیکھا' جبکہ عروبہ اس کے غصے سے ذرا بھی متاثر نہیں ہوئی تھی۔

"ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ تم بھی ایک عام سے آدمی ہو' تم کبھی بھی بھول نہیں سکو گے کہ سوہنی کا نکاح وصی سے ہوا تھا اور جہاں تک میں تمہیں جانتی ہوں' مجھے نہیں لگتا تم اپنے دماغ میں اتنی وسعت پیدا کرسکو کہ سب بھول جاؤ' اس لیے بہتر یہی ہوگا۔ تم سوہنی سے شادی نہ کرو۔"

"اور اسے وصی کے لیے چھوڑ دوں؟" جلن کے احساس نے اس کا چہرہ سیاہ کرڈالا تھا۔

"میں نے یہ تو نہیں کہا اور نہ ہی وصی نے کسی ایسی خواہش کا اظہار کیا ہے۔ میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ سوہنی کی تکلیف کو اور مت بڑھاؤ۔ اس نے پہلے بھی بہت سی تکلیفیں برداشت کی ہیں اور تم ہر وقت شک کرکے اسے طعنے دے دے کر اس پر زندگی کا دائرہ مزید تنگ کرتے جارہے ہو۔ تم اس کے ساتھ ساتھ اپنی زندگی بھی جہنم بنالو گے۔"

اب کی بار وہ کچھ نہیں بولا' خاموشی سے سامنے دیکھنے لگا۔

* * *

"تمہیں کوئی سوٹ پسند آیا؟" فریحہ کے پوچھنے پر سوہنی نے سر نفی میں ہلادیا۔

"اچھا' یہاں دیکھو۔ میں آگے دیکھتی ہوں۔" فریحہ کے کہنے پر وہ سرہلا کر دائیں طرف بڑھنے لگی۔ تب ہی اپنا نام پکارے جانے پر وہ حیرت سے پلٹی۔ اپنے پیچھے کھڑی صاحبہ کو دیکھ کر ایک پل کے لیے اسے سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا ردعمل ظاہر کرے۔ بڑی دقت سے وہ ہلکی سی مسکراہٹ اپنے چہرے پر لانے میں کامیاب ہوئی تھی۔

"یہاں کیا کررہی ہو' کیا وصی کے ساتھ آئی ہو؟" سوہنی کو اس کا لہجہ بے حد عجیب لگا تھا۔

"وکی بھائی اور فری کے ساتھ آئی ہوں۔" وہ گھبرا کر جلدی جلدی بولی۔ "آپ کا کیا حال ہے؟"

"پہلے تو ٹھیک تھا لیکن جب سے تم ہماری زندگی میں داخل ہوئی ہو' لگتا ہے برا وقت شروع ہوگیا ہے۔"

اس کے بے حد تند لہجے پر وہ گھبرا کر اسے دیکھنے لگی۔

"ایسے حیرانی سے کیا دیکھ رہی ہو؟ اتنی بھولی تو نہیں ہو کہ سمجھ نہ سکو کہ میں کس بارے میں بات کررہی ہوں۔ تمہیں تو پتا ہی ہوگا' تمہاری وجہ سے میرے اور وصی کے درمیان کتنی دوریاں آگئی ہیں۔ تم خود کو سمجھتی کیا ہو۔ وصی کی بیوی! تمہاری اوقات ہے اس کی بیوی بننے کی۔ وہ تمہیں' اس رشتے کو بوجھ مانتا تھا لیکن تم خود کو اس کی بیوی سمجھتے ہوئے پتا نہیں اسے کیا کیا ادائیں دکھاتی رہی ہو۔ کافی ٹرینڈ لگتی ہو۔ مردوں کو رجھانے کے طریقے تمہیں آتے ہیں۔ ذرا مجھے بھی کچھ سکھادو۔ شاید میں بھی وصی کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں کامیاب ہوجاؤں۔" اس کا لہجہ اتنا ہتک آمیز تھا کہ سوہنی کے دل میں شدت سے خواہش جاگی کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سماجائے۔ اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے' تب ہی اس نے وکی اور فریحہ کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ وہ وہاں سے ہٹ جانا چاہتی تھی۔

"کہاں جارہی ہو' رکو۔" لیکن صاحبہ نے درشتی سے اس کا ہاتھ تھام کر اسے روک لیا۔ "جس کے انتظار میں یہ رشتہ جوڑا تھا' وہ بھی اب آگیا ہے۔ تو وصی کی جان کیوں نہیں چھوڑتیں' کیوں نہیں اسے کہتیں کہ تمہیں چھوڑ دے یا تمہاری نیت خراب ہوگئی ہے۔"

"پلیز آپ خاموش ہوجائیں۔" وہ بے ساختہ اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ کر چیخی تھی جبکہ صاحبہ کے پیچھے کھڑے وکی اور فریحہ نے بے حد حیران ہوکر اس کی گھٹیا باتیں سنی تھیں۔ وکی ایک دم غصے سے اس کے سامنے آیا۔

"کیا بکواس کررہی ہیں آپ؟" وکی نے غصے سے صاحبہ کے تنے ہوئے چہرے کو دیکھا۔ اس کا لہجہ بے حد سخت تھا جبکہ فریحہ' صاحبہ کا یہ روپ دیکھ کر اب تک ساکت تھی۔

"صرف سچ کہا ہے جو اس سے برداشت نہیں ہوا۔ حالانکہ اس جیسی لڑکیوں کو کہیں ڈوب مرنا چاہیے۔"

"آپ اپنی زبان کو لگام دیں' ورنہ....." وکی نے غصے سے انگلی اٹھا کر اسے تنبیہہ کی تو وہ ایک پل کے لیے حیران ہوئی اور پھر استہزائیہ انداز میں ہنس پڑی۔

"بھئی! تمہیں تو داد دینی چاہیے سوہنی! ایک گھر میں تین نشانے۔ کہیں اس کے ساتھ بھی تو تمہارا چکر نہیں چل رہا۔"

"یو بلڈی!" وکی طیش میں اس کی طرف بڑھا جیسے ابھی اس کے منہ پر تھپڑ دے مارے گا۔ سوہنی نے بے اختیار اس کا بازو تھاما۔

"چلیں وکی بھائی! چلیں یہاں سے۔" وہ زبردستی وکی کا ہاتھ تھام کر اسے کھینچنے لگی اور حیران کھڑی فریحہ بھی جیسے ہوش میں آئی تھی۔

"میرا خیال ہے آپ اپنے گندگی سے بھرے دماغ کا علاج کروائیں اور دوسری بات آپ ہماری بھابھی کہلانا تو دور کی بات' انسان کہلانے کے بھی قابل نہیں۔"

وہ ایک قہر بھری نظر صاحبہ پر ڈال کر تیز تیز قدم اٹھاتی ان کے پیچھے آئی تھی۔ وکی نے بڑے غصے سے کار اسٹارٹ کی تھی جبکہ فریحہ اب ولی سے بات کررہی تھی۔

☼ ☼ ☼

کروٹیں بدلنے کے باوجود جب بند آنکھوں میں نیند نہیں اتری وہ نیچے لاؤنج میں آگیا۔ ٹی وی آن کرکے اب وہ بٹن پر بٹن دبا رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے ریموٹ سائیڈ پر رکھ دیا۔ اس کی نظریں اب بھی اسکرین پر تھیں لیکن دماغ کہیں اور پہنچا ہوا تھا۔

تب ہی دروازہ کھلنے پر اس نے مڑ کر دیکھا۔ تنے ہوئے چہرے کے ساتھ وکی اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے غصیلا انداز لیے فریحہ اور اس کے پیچھے بے تحاشا سرخ چہرہ لیے سوہنی داخل ہوئی تھی' وہ بے ساختہ کھڑا ہوگیا تھا۔

"کیا ہوا ہے تم لوگوں کو؟"

"یہ اپنی منگیتر سے پوچھیں۔" وہ اس وقت اتنے غصے میں تھا کہ اسے وصی کا بھی لحاظ نہیں رہا۔

"میں پوچھ رہا ہوں ہوا کیا ہے؟" وصی نے اب غصے سے اپنا سوال دہرایا۔

"بے تحاشا بدتمیز عورت ہے وہ۔ اتنے گھٹیا اور گندے الزام لگائے ہیں اس نے سوہنی پر بلکہ جتنی بے عزتی وہ سوہنی کی کرسکتی تھی اس نے کی ہے۔ پہلے وہ آپ کو اور ولی بھائی کو لے کر سوہنی پر الزام لگاتی رہی۔ اس نے مجھے بھی سوہنی کے ساتھ انوالو کردیا۔" اس کے الفاظ یاد آتے ہی اس کا دماغ ایک بار پھر گھومنے لگا۔ وصی کے ہونٹ بھنچ گئے۔ اس نے ایک نظر سوہنی پر ڈالی جو اب دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے رو رہی تھی۔ وہ بڑے جارحانہ انداز میں باہر نکلا۔

"بھائی!" فریحہ گھبرا کر اس کے پیچھے جانا چاہتی تھی، پر وکی نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے روک لیا۔

"جانے دو، اس عورت کا دماغ ٹھکانے لگانا ضروری ہے۔" اپنی بات کہہ کر وہ رکا نہیں تھا، جبکہ فریحہ اب پریشانی سے بری طرح روتی ہوئی سوہنی کو دیکھ رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

"میں تمہارے گھر کے باہر انتظار کر رہا ہوں۔ جلدی باہر آؤ۔" وصی فون بند کر کے گیٹ کے باہر ٹہلنے لگا تھا، گیٹ کھولنے پر وہ رک گیا تھا۔

"تمہیں میری یاد کیسے آ گئی؟" صاحبہ مسکراتی ہوئی باہر نکلی تھی۔

"بند کرو اپنی بکواس۔" وہ جارحانہ انداز میں اس کی طرف بڑھا، اس کا انداز دیکھ کر ایک پل کے لیے وہ بھی گھبرا گئی تھی۔

"کیا کہا ہے تم نے سوہنی سے؟"

"میں منگیتر ہوں تمہاری۔"

"بھاڑ میں گئیں تم اور یہ منگنی۔"

صاحبہ کے لیے اس کا یہ روپ بالکل نیا تھا۔ آج سے پہلے اس نے وصی کو اتنے غصے میں نہیں دیکھا تھا، وہ کچھ بولنے کے قابل ہی نہیں رہی۔

"تمہاری پست اور گھٹیا ذہنیت سے تو میں کتنے عرصے پہلے سے آگاہ ہو گیا تھا لیکن اپنی گندی سوچ کا مظاہرہ تم اس معصوم پر اور میرے بھائی پر کرو گی۔ یہ امید نہیں تھی مجھے۔"

"بڑی تکلیف ہو رہی ہے اس کے لیے۔"

اب کے صاحبہ سب کچھ بھول کر ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولی۔

"ہاں، ہو رہی ہے تکلیف، بیوی ہے وہ میری۔" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔

"بس یہی سننا چاہتی تھی میں۔" اب کی بار اس نے گہرا سانس لے کر وصی پر نظریں ٹکا دیں۔ "آج مان ہی گئے ہو تم اپنے اور اس کے رشتے کو اور میری سوچ کو تم شک کہہ کر جھٹلاتے رہے۔ تمہیں تو خود اندازہ نہیں تھا کہ تم اسے سوچنے لگے ہو۔ مجھے تو تب ہی پتا چل گیا تھا، جب تم نے مجھ سے ملنا بند کر دیا۔ فون پر بات کرنا بند کر دیا، اس دن میں نے تمہیں بتایا سبحان مجھے پسند کرتا ہے تو تمہیں ذرا برا نہیں لگا۔ اگر تمہیں مجھ میں انٹرسٹ ہوتا تو تمہیں برا لگتا کیونکہ میں تمہاری ہوں لیکن نہیں اور جب میں نے سوہنی کا نام ولی کے ساتھ لیا تو تمہیں کتنا برا لگا۔ تم سوہنی کو چھوڑنا نہیں چاہتے، کیوں؟"

وہ رک کر اسے دیکھنے لگی۔

"کیونکہ تم نہ صرف اسے اپنی بیوی مان چکے ہو بلکہ اس سے محبت کرنے لگے ہو۔" صاحبہ کی اونچی آواز میں غصہ ہی غصہ تھا جبکہ وصی سختی سے دانت پر دانت جمائے اسے دیکھ رہا تھا۔

"اس نے تمہیں مجھ سے چھین لیا۔ مجھے تو اس پر اتنا غصہ تھا۔ شکر کرو، صرف باتیں کی ہیں، ورنہ....."

وصی کے بدلتے تاثرات پر وہ بات مکمل نہیں کر سکی۔

"بہرحال میں تم سے اب کوئی رشتہ نہیں رکھنا چاہتی۔"

"میری خوش قسمتی ہو گی۔" وصی کے تلخ انداز پر صرف ایک پل کے لیے اس کی حیران آنکھیں نم ہوئی تھیں۔ اگلے ہی پل ان میں پھر غصہ جھلکنے لگا۔

"اب تو اس رشتے میں کوئی گنجائش نہیں بچی۔ کل تمہارے گھر تمہاری انگوٹھی پہنچ جائے گی۔"

وصی کو بالکل افسوس نہیں ہوا تھا، وہ ایک لفظ کہے بغیر کار کی طرف بڑھ گیا تھا۔ جس وقت وہ گھر پہنچا، رات کے بارہ بج رہے تھے۔

اپنے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے ایک پل کے لیے رک کر سوہنی کے کمرے کے بند دروازے کو دیکھا۔ وہ جانتا تھا وہ اب تک سوئی نہیں ہو گی۔ اس کے قدم اس کے کمرے کی طرف بڑھے لیکن دروازے سے کچھ فاصلے پر ہی رک گیا۔ کچھ دیر بعد وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اتنے دن سے جس بات کو وہ جھٹلا رہا تھا۔ آج اس نے بڑے آرام سے اس بات کا اعتراف کر لیا تھا۔

☆ ☆ ☆

آمنہ کی پریشان نظریں کب سے اپنے سامنے بیٹھی صاحبہ کی ماں پر جمی تھیں جو پچھلے پندرہ منٹ سے ان کی بے عزتی کرنے میں مصروف تھیں۔ سامنے ٹیبل پر رکھے سامان کو دیکھ کر ان کا دل بے حد برا ہو رہا تھا۔

"بس کریں۔" توفیق نے غصے سے انہیں ٹوک دیا۔

"آپ تو ایسے باتیں کر رہی ہیں جیسے ہم نے آپ کو دھوکا دیا ہو۔ آپ کی بیٹی بہت اچھی طرح جانتی تھی کہ وصی کا نکاح ہو چکا ہے اور وہ....."

"یہ نکاح کی حقیقت رہنے دیں۔" انہوں نے بڑی تیزی سے توفیق صاحب کی بات کاٹی۔ "اسے تو یہی پتا تھا کہ یہ نکاح صرف ایک معاہدہ ہے، پر وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ وصی اپنی بیوی میں انٹرسٹڈ ہے۔"

توفیق صاحب نے چونک کر انہیں دیکھا۔

"ہماری بیٹی ہم پر اتنی بھاری نہیں کہ کسی شادی شدہ مرد سے اس کی شادی کر دیں۔ اسے کوئی کمی نہیں۔ ایک مہینے کے اندر میں آپ کو اپنی بیٹی کی شادی کر کے دکھاؤں گی۔" وہ چیلنج کرتی ہوئی کھڑی ہو گئیں تو آمنہ نے بے ساختہ کب سے خاموش بیٹھے وصی کو پکارا۔

"بیٹا! تم کچھ بولو، انہیں بتاؤ۔ حقیقت کیا ہے؟"

"کچھ بھی کہنے اور سمجھانے کی ضرورت نہیں۔ اچھا ہوا جو آپ کی بیٹی نے خود ہی رشتہ ختم کر دیا ورنہ وہ ایسا نہ کرتی تو میں کر دیتا۔" آمنہ ہکا بکا رہ گئیں۔

وہ جس طرح فوں فاں کرتی آئی تھیں۔ اسی طرح پلٹ بھی گئیں۔

آمنہ اب رو رہی تھیں جبکہ توفیق صاحب کی نظروں نے باہر نکلتے وصی کا آخر تک پیچھا کیا۔

☆ ☆ ☆

"جب مما نے مجھے بتایا کہ صاحبہ کی ممی نے منگنی توڑ دی تو یقین کرو، پریشانی کے مارے میں ساری رات سو نہیں سکی۔ میں نے وصی سے بھی بات کرنے کی کوشش کی لیکن وہ اس موضوع پر بات کرنا ہی نہیں چاہتا۔ ادھر مما بار بار فون کر رہی تھیں۔ میں نے ایاز سے کہہ دیا۔ صبح ہی صبح مجھے لاہور چھوڑ کر آئیں۔"

علیزہ جب سے آئی تھی، وہ واقعی پریشان لگ رہی تھی جبکہ اس کی باتیں سنتے وکی اور فریحہ بالکل خاموش تھے۔

"صاحبہ نے کیوں کیا ایسا؟"

"اچھا ہی ہوا آپی! بھائی کی اس سے جان چھوٹ گئی۔ وہ کسی طرح بھی بھائی کے قابل نہیں تھی۔" وکی کے تلخ لہجے پر علیزہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"پر وکی! وصی کو تو دکھ ہوا ہو گا۔"

"انہیں بالکل دکھ نہیں ہوا لیکن اب جو ہونے والا ہے، اس کا انہیں دکھ ضرور ہو گا۔"

"اب کیا ہونے والا ہے؟" علیزہ نے گھبرا کر باری باری دونوں کی شکل دیکھی۔

"آپ جانتی ہیں ڈیڈی، وصی بھائی اور سوہنی کی طلاق کروانے والے ہیں۔"

فریحہ کی بات پر وہ حیران ہوئی۔ "ہاں یہ تو سب جانتے ہیں اور پھر یہ تو ہونا ہی تھا۔"

"آپی پلیز.....! سمجھنے کی کوشش کریں۔" اب کے وہ جھنجلا کر کھڑا ہو گیا۔ اس سے پہلے وہ اسے کچھ سمجھاتا توفیق صاحب کے ساتھ آمنہ اور ولی اندر داخل ہوئے تھے۔

"وکی! جاؤ وصی کو بلا کر لاؤ۔" وکی نے ایک ناراض نظر ان پر ڈالی اور سیڑھیوں کی طرف بڑھنے لگا۔

"ڈیڈی! آپ نے مجھے بلایا تھا۔" تھوڑی دیر بعد وہ آ گیا۔

توفیق صاحب نے گہرا سانس لے کر ہاتھ میں پکڑے کاغذ سینٹرل ٹیبل پر رکھ دیے۔ "ان پر سائن کر دو۔"

"یہ کیا ہے؟" اس نے ان کاغذوں کو دیکھے اور پکڑے بغیر ان سے سوال کیا تھا۔

"طلاق کے پیپرز۔"

"تو....."

توفیق صاحب کے غصے سے اس کے انجان رویے کو دیکھا۔

"کیونکہ ولی آ چکا ہے اور اب وہ شادی کرنا چاہتا ہے۔"

وصی نے ان ہی انجان نظروں سے ولی کو دیکھ کر دوبارہ توفیق صاحب کو دیکھا۔

"ولی کی شادی سے میری طلاق کا کیا تعلق ہے؟"

اب کی بار توفیق صاحب کا ضبط جواب دے گیا تھا۔

"بند کرو وصی! یہ ڈرامہ۔ زیادہ انجان بننے کی ضرورت نہیں۔ تم سب جانتے ہو، میں ایسا کیوں کہہ رہا ہوں۔ اس نکاح کی اور کوئی حیثیت نہیں، سوہنی ولی ہی کی منگیتر رہے گی۔"

اب کی بار وصی کے چہرے کا اطمینان رخصت ہو گیا اور اس کی جگہ گہری سنجیدگی نے لے لی تھی۔ "آپ نے نکاح کو مذاق سمجھ رکھا ہے۔ جب آپ نے کہا، کر لو تو کر لیا۔ جب آپ نے کہا، ختم کر دو تو میں ختم کر دوں، کیوں؟" اس کی آنکھوں میں سرخی اتر آئی تھی۔ "آپ کے نزدیک اس

نکاح کی اہمیت نہیں ہوگی لیکن میرے لیے ہے۔"

ولی ایک جھٹکے سے کھڑا ہوا تھا۔ "مجھے پہلے ہی پتا تھا' یہ ضرور ایسی ہی کوئی حرکت کرے گا۔ صرف مجھ سے بدلہ لینے کے لیے لیکن تم جو بھی کرلو' سوہنی میری منگیتر ہے۔"

"تمہاری منگیتر تھی لیکن اب وہ میری بیوی ہے۔"

وصی نے ایک ایک لفظ چبا کر بولا۔ ولی جارحانہ انداز میں اس کی طرف بڑھا لیکن توفیق صاحب نے اس کا بازو کھینچ کر روکا۔

"دیکھو وصی! ساری حقیقت تمہارے سامنے ہے۔ میں نے تم سے کچھ نہیں چھپایا تھا اور تب تم بھی تو کسی صورت میں سوہنی سے نکاح کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ آج کیوں ایسا کر رہے ہو؟"

"کیوں کر رہا ہوں؟ کیا یہ بھی مجھے آپ کو بتانا پڑے گا۔ ڈیڈی! وہ میرے نکاح میں ہے اور میں اپنی بیوی کا ہاتھ اپنے بھائی کے ہاتھ میں تھمادوں' کیوں؟ کیونکہ وہ اس کی منگیتر تھی۔ آپ نے مجھے اتنا بے غیرت سمجھ رکھا ہے۔" اب کی بار اس کا لہجہ بھڑکا ہوا تھا۔

"پاپا! اس سے کہیں اپنا منہ بند کرے' یہ میری منگیتر کے بارے میں بات کر رہا ہے۔"

ولی ایک بار پھر طیش میں اپنی جگہ سے کھڑا ہوگیا۔

"میں تمہاری منگیتر کی نہیں' اپنی بیوی کی بات کر رہا ہوں۔"

"کیا بیوی بیوی کی رٹ لگا رکھی ہے تم نے۔" توفیق صاحب اب اس کے قریب چلے آئے اور اپنی سلگتی نظریں اس کے چہرے پر گاڑ دیں۔

پھر وہ بے بسی سے ساکت بیٹھی آمنہ کی طرف مڑے۔

"دیکھ رہی ہو اپنے بیٹے کی حرکتیں' اس میں لحاظ ہی ختم ہوگیا ہے۔ اسے پتا ہی نہیں چل رہا کہ یہ باپ کے سامنے کھڑا ہے۔ اپنی بہنوں کے سامنے کیسی گفتگو کر رہا ہے۔"

"آپ مجھے مجبور کر رہے ہیں ڈیڈی!" ولی غصے سے اس کی طرف بڑھا اور اس کا گریبان تھام لیا۔ وصی نے ایک زوردار دھکا اسے دیا تو ولی لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا۔ توفیق صاحب نے ایک غصیلی نظر وصی پر ڈال کر ولی کو ہٹایا۔

"ولی! تم تو ہوش کرو۔ یہ تو بالکل پاگل ہوگیا ہے۔"

"پاگل نہیں ہوا' اس کی نیت خراب ہوگئی ہے۔"

وصی استہزائیہ انداز میں مسکرایا۔

"اگر اپنی بیوی کے لیے محبت کا اقرار کرنا نیت کی خرابی کو ظاہر کرتا ہے تو یہی سہی۔" وہ کندھے اچکا کر بولا تو آمنہ ایک دم ہوش میں آگئیں۔

"لیکن ایک بات یاد رکھنا' میں سوہنی کو تمہارے ساتھ بالکل نہیں دیکھنا چاہتی۔ مجھے وہ پسند نہیں۔"

"لیکن مجھے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"وصی!" حیرت سی حیرت تھی۔

"میں آخری بار تم سے کہہ رہا ہوں کہ اس پر سائن کرو ورنہ میں تمہاری ماں..."

"ایک منٹ ڈیڈی!" اس نے بے ساختہ ہاتھ اٹھا انہیں مزید بولنے سے روکا۔ "اس بار یہ غلطی مت کیجئے گا کیونکہ اب کی بار آپ کچھ بھی کرلیں' میں سوہنی کا طلاق نہیں دوں گا۔" اس کا ٹھوس لہجہ ہر لحاظ سے عاری تھا۔ یہی کہ توفیق صاحب چپ کے چپ رہ گئے۔

"کیوں تم دونوں پاگلوں کی طرح لڑ رہے ہو۔ کسی نے سوہنی سے پوچھا' وہ کیا چاہتی ہے۔" علیزہ کی اونچی آواز پر ہر کسی نے چونک کر اسے دیکھا۔

"ہاں' بلائیں سوہنی کو۔ ابھی دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہوجائے گا اور اس کے سر پر جو محبت کا بھوت ہے' وہ بھی اتر جائے گا۔ جب وہ خود اپنے منہ سے طلاق کا مطالبہ کرے گی۔"

ولی کے مضبوط لہجے پر وصی نے ٹھٹک کر اسے دیکھا۔ ولی کا اتنا یقین اس کے یقین کو ڈگمگانے کے لیے کافی تھا۔

"میں لاتی ہوں اس فساد کی جڑ کو۔" آمنہ بڑبڑاتے ہوئے تیزی سے باہر نکلیں۔ دروازہ دھماکے سے کھلا تو سوہنی جو پریشانی سے کمرے میں چکر لگا رہی تھی' اچھل کر مڑی۔ آمنہ جارحانہ تیور لیے دروازے کے درمیان کھڑی تھیں۔

"نیچے چلو میرے ساتھ۔"

سوہنی نے پریشانی سے ان کا چہرہ دیکھا۔

"اتنا بھولا بننے کی ضرورت نہیں کم از کم میں تمہاری بھولی صورت سے دھوکے میں آنے والی نہیں۔ پہلے تمہاری ماں نے ———— تمہاری خالہ کو گھسا کر میری زندگی میں زہر گھولنے کی کوشش کی اور اب تم میرے گھر کو ٹکڑوں میں بانٹنے آگئی ہو۔"

ان کے الزام پر وہ ساکت رہ گئی تھی "پر کسی غلط فہمی میں نہ رہنا اب کی بار ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ تم ولی کی منگیتر ہو یا بیوی مجھے اس سے کوئی مطلب نہیں لیکن میرے بیٹے کی زندگی سے نکل جاؤ۔ میں کبھی بھی تمہیں اپنی بہو نہیں مانوں گی۔ اور سنو نیچے جاکر اگر تم نے وصی سے طلاق کا مطالبہ نہ کیا تو یاد رکھنا مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا تم جیسی منحوس لڑکی کو میں کبھی اپنے بیٹے کی زندگی میں برداشت نہیں کرسکتی۔"

ان کا لہجہ آگ اگل رہا تھا جبکہ وہ مجسمے کی طرح ساکت کھڑی انہیں سن رہی تھی وہ باہر نکل گئیں تو وہ اندر داخل ہوا اس نے ایک شرمندہ سی نظر اس کے ساکت وجود پر ڈالی اور اس کا ہاتھ تھام کر اسے باہر لے آیا ابھی وہ بمشکل سیڑھیاں اترے تھے۔

"لو اب فیصلہ ہوجائے گا۔" اندر داخل ہوتے ہی توفیق صاحب نے وصی کو دیکھا تھا۔

"تم کس کے ساتھ رہنا چاہتی ہو سوہنی؟" ولی نے اس کے قریب جاکر سوال کیا تو وصی نے نظریں زمین پر گاڑ دیں اس کا جواب نہیں جانتا تھا۔

"بولو۔ بیٹا!" توفیق صاحب کی آواز پر اس نے دوبارہ سر اٹھا کر سوہنی کو دیکھا جس کا سر جھکا تھا اور لب سختی سے بند تھے۔

"میں نے کہا نا ڈیڈی! مجھے اس کی ہاں یا ناں سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ طلاق مانگے گی بھی تو میں نہیں دوں گا۔"

"اگر ایسی بات ہے تو دور ہو جاؤ میری نظروں سے تم جیسی نافرمان اولاد کو میں اپنی جائیداد میں سے ایک پھوٹی کوڑی نہیں دوں گا۔"

اب کی بار آمنہ نے غصے سے توفیق صاحب کو دیکھا۔

"مجھے آپ کی دولت کی ضرورت بھی نہیں۔ میں یہاں سے جاؤں گا ضرور لیکن اپنی بیوی کو لے کر چلو سوہنی" اس نے تیزی سے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھاما تھا۔

"سوہنی تمہارے ساتھ نہیں جائے گی۔"

"یہ جائے گی" وصی نے پُریقین انداز میں اس کے جھکے سر کو دیکھا۔

"سوہنی! بتاؤ اسے۔" توفیق صاحب نے اب اسے بازو کے گھیرے میں لے لیا تھا۔ جبکہ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

آج اسے زندگی کی سب سے بڑی خوشی ملی تھی وصی اسے اپنی بیوی مانتا تھا وہ اسے چھوڑنا نہیں چاہتا ایک پل کے لیے اس نے سب کچھ بھول کر وصی کو دیکھا وہ منتظر نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"بولو سوہنی!" توفیق صاحب کے ہاتھ کا دباؤ اس کے کندھے پر بڑھا تو اس نے چونک کر انکا چہرہ دیکھا ان کی کھلی آنکھوں میں اس کے لیے تنبیہہ تھی اس نے دوسری نظر آمنہ پر ڈالی جس کے ماتھے کے بل وہ آسانی سے گن سکتی تھی۔

"چلو!" وصی نے ایک بار پھر اس کا ہاتھ کھینچا تو اس نے زور سے اپنا ہاتھ کھینچا تھا۔ وصی نے بے یقین نظروں سے اسے دیکھا جس کا چہرہ جھکا ہوا تھا۔

"اب پتا چل گیا۔ اس کا فیصلہ کیا ہے۔ وہ کیا چاہتی ہے۔" ولی استہزائیہ انداز میں مسکراتا ہوا اس کے سامنے آیا تھا۔

"وہ میری منگیتر ہے اور میرے ساتھ رہنا چاہتی ہے۔"

وصی اب بھی بے اعتباری سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"اب طلاق دو گے یا نہیں؟" توفیق صاحب کے سوال پر اس نے نظریں سوہنی پر سے ہٹالیں۔

"وصی! جانے سے پہلے اپنا فیصلہ سنا کر جاؤ" وہ رک گیا اور پلٹ کر انہیں دیکھا۔

"فیصلہ تو ہوگیا ڈیڈی! مجھے آپ پر افسوس نہیں ہو رہا۔ آپ نے پہلے کبھی میری خوشی کو اہمیت دی ہے جو اب دیتے مجھے تو مما پر حیرت ہو رہی ہے۔ پہلی بار زندگی میں میں نے اپنی خوشی کو پانا چاہا اور مما نے بھی اپنی نفرت کو آگے رکھا۔ انہوں نے نہیں دیکھا کہ ان کے بیٹے کی خوشی کیا ہے۔"

اس کے شکایتی انداز پر آمنہ کے دل کو جیسے کسی نے مٹھی میں لیا تھا۔

"اور جس کی خاطر میں سب کچھ چھوڑ رہا ہوں۔ وہی مجھے چھوڑنا چاہتی ہے تو کسی سے کیا شکایت۔" سوہنی نے تڑپ کر سر اٹھایا لیکن وہ کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

اسے وصی کا انتظار کرنے کی عادت ہوچکی تھی لیکن آج کا انتظار اسے کافی بھاری لگ رہا تھا۔ وہ شام پانچ بجے کا گھر سے نکلا ہوا تھا۔ اور اب رات کے دو بج رہے تھے نہ اس نے کوئی رابطہ کیا تھا اور نہ ہی وہ کسی کا فون ریسیو کر رہا تھا۔ مسلسل ایک گھنٹے سے ایک ہی زاویے میں کھڑے رہنے سے ٹانگیں اکڑ کر رہ گئی تھیں اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے لیکن اس تکلیف کے لیے نہیں

جو وہ اپنے وجود میں محسوس کر رہی تھی بلکہ اس احساس کے لیے جو اسے ڈرا رہا تھا۔ کہیں وصی کی اتنی لمبی غیر حاضری کا مطلب یہ تو نہیں کہ وہ واقعی گھر چھوڑ کر جا چکا ہے۔ تب ہی سیڑھیوں پر بھاری قدموں کی آواز پر وہ تیزی سے دروازے کی اوٹ میں ہو گئی۔ وہ وصی تھا جو اپنے کمرے میں داخل ہو رہا تھا وہ سکون کا سانس لیتی ہوئی اندر آ گئی۔

وہ خود میں ہمت پیدا کرتی ہوئی بڑی احتیاط سے چلتی ہوئی وصی کے کمرے کی طرف بڑھی اس نے شہادت کی انگلی سے ہلکا سا دروازہ بجایا دوسری دستک پر دروازہ کھلا تھا لیکن اسے دیکھ کر وصی نے دوبارہ دروازہ بند کر دیا۔ ایک پل کے لیے وہ ہکا بکا رہ گئی۔ اگلے پل اس نے دستک کے ساتھ بھرائی ہوئی آواز میں اسے پکارا بھی تھا۔

"پلیز وصی! وہ اب بری طرح رو پڑی تھی دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور اس نے جارحانہ انداز میں اس کا بازو تھام کر اسے اندر گھسیٹ لیا تھا۔

"کیا دیکھنے آئی ہو کہ میں زندہ ہوں یا تمہاری جدائی کے ڈر سے خودکشی کی تیاری کر رہا ہوں؟" اس کا انداز اب بھی جارحانہ تھا۔

"وصی میں" وہ اب بھی جملہ پورا نہیں کر پائی تھی۔

"اگر تم یہ بتانے آئی ہو کہ تم مجھ سے اس رشتے سے نجات چاہتی ہو تو میں جان چکا ہوں مزید بتانے کی ضرورت نہیں اور یوں بار بار مجھے اپنی شکل دکھا کر اذیت دینا بند کرو۔ جو تم چاہتی ہو وہ تمہیں مل جائے گا۔" وصی نے اس کے کندھوں سے ہاتھ ہٹا لیے وہ بے جان ہوتے وجود کے ساتھ اس کے قدموں میں بیٹھتی چلی گئی۔

"پلیز وصی ایسا مت کیجیے" اس نے اب ہاتھ جوڑ دیے۔

"یہ کیا کر رہی ہو' اٹھو زمین سے۔"

"نہیں پہلے آپ کہیں آپ ایسا نہیں کریں گے۔" اس نے اب مضبوطی سے اس کی ٹانگ کو تھام لیا تھا۔

اس نے جھک کر اسے کھڑا کیا۔

"تم کیا چاہتی ہو مجھ سے؟" وصی نے گہرا سانس لے کر اسے دیکھا۔

"مجھے طلاق مت دیں۔"

"تم میرے ساتھ رہنا چاہتی ہو۔" وصی اب بغور اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا اس نے زور سے سر ہلایا۔

"تو پھر چلو میرے ساتھ وہاں کوئی تمہیں مجھ سے دور نہیں کر سکے گا۔" وہ بے بسی سے وصی کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"میں آپ کے ساتھ نہیں جا سکتی۔"

"تو پھر جاؤ یہاں کیا کر رہی ہو" وہ ایک بار پھر طیش میں آ گیا اور اس کا ہاتھ تھام کر اسے باہر کی طرف دھکیلا لیکن وہ باہر نکلنے کے بجائے اس کے سینے سے آ لگی۔

"مجھے آپ بہت عزیز ہیں وصی! میں آپ کے علاوہ کسی اور کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی لیکن میں مجبور ہوں تائی امی اور تایا ابو دونوں مجھے آپ کی بیوی نہیں مانتے میں احسان فراموش نہیں بننا چاہتی اور نہ ہی بد دعاؤں کو اپنی زندگی کا حصہ بنانا چاہتی ہوں۔ کوئی مجھے نہیں سمجھتا کم از کم آپ ہی مجھے سمجھنے کی کوشش کریں۔"

وہ اس کے سینے سے لگی سسک رہی تھی وصی اسی طرح کھڑا تھا اس نے نہ تو اسے بازوؤں کے گھیرے لیا تھا اور نہ ہی خود سے الگ کیا تھا۔

"تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔" وصی کے سوال پر اس کا سر تیزی سے اثبات میں ہلا۔

"کیا کر سکتی ہو میرے لیے؟" اب کی بار اس کی آنکھوں میں حیرت اتر آئی۔ وصی کے انداز اسے بہت عجیب لگے تھے۔

"شوہر مانتی ہو مجھے۔" سوہنی نے اب بھی اثبات میں سر ہلایا۔ لیکن اب کی بار وہ کچھ ڈری ہوئی لگ رہی تھی۔

"تم بیوی ہو میری تم پر حق ہے میرا اور میں اسی حق کو استعمال کرنا چاہتا ہوں۔" ایک پل کے لیے وہ سمجھ ہی نہیں سکی لیکن سمجھ میں آتے ہی ایک سنسنی سے اس کے پورے وجود میں دوڑ گئی تھی۔ سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ وہ دو قدم پیچھے ہٹتے ہوئے نظر جھکا گئی۔

"ابھی جو تم نے محبت کا دعوا کیا ہے اگر وہ واقعی سچا ہے تو ابھی پتا چل جائے گا اگر تمہارا جواب ناں ہے تو دروازہ کھلا ہے لیکن ایک بات یاد رکھنا تم اس دروازے سے نہیں میری زندگی سے نکل جاؤ گی۔ میں تم کو خود پر حرام کر لوں گا لیکن اگر تمہارا جواب ہاں ہے تو پھر کوئی تمہیں میری زندگی سے نہیں نکال سکتا پھر وہی ہو گا جو تم کہو گی۔" اس کا چہرہ بری طرح دہک اٹھا تھا اور اگر وہ ہاں کرتی ہے تو اس نے بے ساختہ اپنا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا اور بڑی بے بسی سے وصی کو دیکھا۔

اس نے گہرا سانس لے کر خود کو فیصلے کے لیے تیار کیا سامنے کھڑا شخص اس کا شرعی اور قانونی شوہر ہے دل نے اسے تسلی دی اس نے اپنا کانپتا ہوا ہاتھ اس کی چوڑی ہتھیلی

پر رکھ دیا اگلے ہی پل اس کا سرد ہاتھ اس گرم ہاتھ کی گرفت میں آ چکا تھا۔ وہ اسے بیڈ تک لے آیا اس کے قریب بیٹھنے پر اس نے سختی سے آنکھیں بند کر لیں لیکن یہ کیا اسے لگا اس کے ہاتھوں نے انگاروں کو چھو لیا ہو' اس نے جھٹکے سے آنکھیں کھول دیں' وصی نے اس کے دونوں ہاتھوں میں اپنا چہرہ چھپا رکھا تھا۔

"سوری میں نے تمہیں تکلیف دی لیکن میں کیا کروں سوہنی! میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا۔ لیکن مجھے کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا۔"

اس کی بھاری آواز پر وہ زور سے رونے لگی لیکن یہ آنسو خوشی کے تھے اس کا یقین نہیں ٹوٹا تھا جو اسے وصی پر تھا اب کی بار اس نے اپنے سرد پڑتے ہاتھوں کو حرکت دے کر دونوں ہاتھوں میں وصی کا چہرہ تھام لیا جس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

"ٹھیک ہے بہت رات ہو گئی ہے تم جاؤ۔" وہ اب دروازے کے قریب آ گیا تھا لیکن اس کا دل تھا کہ مطمئن ہی نہیں ہو پا رہا تھا۔ دروازہ کھولنے سے پہلے اس نے دوبارہ وصی کو دیکھا۔

"آپ مجھے چھوڑیں گے تو نہیں۔"

"کبھی نہیں کبھی نہیں۔" وہ ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولا۔

"ہاں لیکن اگر میں مر گیا تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔" سوہنی نے دہل کر اسے دیکھا اس کا دل رک سا گیا۔

"وصی! کیوں آج آپ میری جان لینے پر تلے ہیں" اس نے ناراضی سے دیکھتے ہوئے وہ رونے لگی تو اس دوران پہلی بار وصی کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی تھی۔

"یار! مذاق کر رہا تھا۔ جب تک تم میرے ساتھ ہو تب تک مجھے کچھ نہیں ہو گا کیونکہ مجھے ابھی تمہارے ساتھ جینا ہے" وہ اب نرمی سے اس کے آنسو صاف کر رہا تھا۔ "اپنے پیارے پیارے بچوں کو دیکھنا ہے۔ ان سے کھیلنا ہے۔ ان کے ساتھ مل کر تمہیں تنگ کرنا ہے۔" وصی نے تھوڑا جھک کر اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ تو وہ جھینپ کر باہر نکل گئی۔

☼ ☼ ☼

مندی مندی نظروں سے اس نے گھڑی کی طرف دیکھا دن کے گیارہ بج رہے تھے وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ وہ تیزی سے منہ دھو کر نیچے اتری آخری سیڑھی پر اس کی نظر توفیق صاحب پر پڑی جنہوں نے موبائل کان سے لگا رکھا تھا اور پھر جھنجلا کر ریسور کان سے ہٹایا۔

"فون بھی نہیں اٹھا رہا رات کو ڈیڑھ بجے کے قریب میں اپنے کمرے میں گیا تھا تب تک تو وہ نہیں آیا تھا اور صبح بھی میرے اٹھنے سے پہلے وہ غائب ہو چکا ہے۔ گھر آیا بھی تھا یا نہیں؟" وہ اب سوالیہ نظروں سے دائیں طرف دیکھ رہے تھے۔

"آپ کو بتایا تو ہے رات کو دو بجے آیا تھا" آمنہ کی پریشان آواز سنائی دی۔

"تو پھر اتنی صبح کیوں نکل گیا۔ میں جتنا چاہتا ہوں' یہ معاملہ جلد ختم ہو جائے اتنا ہی وصی اسے طول دے رہا ہے آخر چاہتا کیا ہے وہ" توفیق صاحب اب غصے سے بولے۔

"بتا تو چکا ہے وہ۔"

"لیکن وہ جو چاہتا ہے میں ایسا کبھی نہیں ہونے دوں گا آپ اسے اپنی زبان میں سمجھائیں پاپا کہ آرام سے سوہنی کو طلاق دے دے ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔"

پہلی بار سوہنی کو ولی پر بے حد غصہ آیا تھا۔

"پاپا! اس مسئلے پر آپ بعد میں بھی بات کر سکتے ہیں پہلے آپ وصی کا پتا لگوائیں وہ خیریت سے ہے" علیزہ نے پریشانی سے باپ کی شکل دیکھی۔

"کہاں ڈھونڈوں اسے' ولی صبح کا نکلا ہوا ہے۔ سجان سے دوستی وہ ختم کر چکا ہے۔ باقی کسی کو اس کے بارے میں پتا نہیں۔ موبائل وہ اٹھا نہیں رہا۔ کیا کروں میں؟"

وہ واقعی وصی کے لیے پریشان تھے اس لیے انہوں نے وصی کے ساتھ ولی کو بھی کچھ جتایا تھا جس نے بے ساختہ پہلو بدلا تھا۔ وہ انہی قدموں سے واپس پلٹ آئی۔

دوپہر سے رات بھی ہو گئی تھی لیکن اس کا کچھ پتا نہیں چل رہا تھا تب ہی دستک دینے کے بعد ولی اس کے کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"تمہاری بھائی سے کوئی بات ہوئی تھی؟" اس نے سر نفی میں ہلایا تو ولی تھکے ہوئے انداز میں صوفے پر بیٹھ گیا۔

"مجھے ان کی بہت فکر ہو رہی ہے۔" تب ہی موبائل کی بیپ پر اس نے ڈھیلے ڈھالے انداز میں موبائل اٹھایا۔

"بھائی کا نمبر ہے" اس نے سرعت سے موبائل کان سے لگایا۔

"میرے بھائی ہیں۔ ہسپتال میں۔" وکی نے بے ساختہ سوہنی کو دیکھا جس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا تھا۔
"جی میں بس پہنچ رہا ہوں۔"
"کیا ہوا وکی بھائی!؟" اس کی آواز میں ہزار اندیشے بول رہے تھے۔
"بھائی کا ایکسڈنٹ ہو گیا ہے۔" وہ وہیں ساکت رہ گئی جبکہ وکی باہر نکل گیا وہ جیسے ایک دم ہوش میں آ کر اس کے پیچھے لپکی۔ وکی اب علیزہ اور فریحہ کو بتا رہا تھا۔
"وکی بھائی! میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گی۔"
"سوہنی! پہلے مجھے تو دیکھ آنے دو۔"
"نہیں مجھے وصی کے پاس جانا ہے۔" وہ اب ضدی انداز میں بولتی ہوئی رو پڑی وہ کچھ کہے بغیر باہر نکل گیا وہ اور فریحہ دونوں اس کے پیچھے بھاگے تھے۔

"میں ڈاکٹر فاروق ہوں میں نے ہی آپ کو فون کیا تھا۔"
"وہ ٹھیک تو ہیں کوئی سیریس بات تو نہیں۔؟" وکی نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے بڑے گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔
"نہیں خیر گھبرانے والی تو کوئی بات نہیں لیکن چوٹیں تو آئی ہیں ایکچویلی میں وصی کو جانتا ہوں کالج میں ہم کلاس فیلو تھے، جب وصی کو یہاں لایا گیا تو وہ بے ہوش تھا۔"

وصی پر نظر پڑتے ہی ان تینوں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ اس کے چہرے اور جسم پر جا بجا چوٹوں کے نشان تھے اپنے بازو پر ٹھنڈا لمس محسوس کر کے اس نے بمشکل آنکھیں کھولیں۔
"بھائی؟" اس کے آنکھیں کھولنے پر فریحہ نے جھک کر اسے آواز دی۔
"رو کیوں رہی ہو؟" وہ بہت ہلکی آواز میں بول رہا تھا۔
"تمہیں کیسے پتا چلا میں یہاں ہوں۔؟"
"ڈاکٹر فاروق نے فون کیا تھا۔" وکی کی بھرائی ہوئی آواز پر وصی نے اسے دیکھا۔
"آپ نے کہا تھا آپ کچھ نہیں کریں گے۔" سوہنی کی بھاری آواز پر وصی نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔
"یہ میں نے شوقیہ نہیں کیا۔ ایکسڈنٹ ہو جاتے ہیں۔"
"جب آپ کو بخار تھا تو آپ کو باہر نکلنے کی کیا ضرورت تھی۔"
"یوں غصہ کر کے تم میری بیوی ہونے کا ثبوت دے رہی ہو۔" وہ ان کی خاطر بول تو رہا تھا لیکن تکلیف کا احساس اس کے چہرے سے ظاہر ہو رہا تھا۔
"اگر آپ کو کچھ ہو جاتا۔"
"تو کیا ہوتا؟"
"ہاں آپ کو کیا فرق پڑتا ہے لیکن آپ نے میرے بارے میں سوچا۔ میرا کیا ہوتا؟ کون ہے میرا آپ کے سوا، ساری دنیا میں صرف ایک آپ ہیں جسے میں اپنا کہہ سکتی ہوں۔"
وکی کی سرسری نظر دروازے کی طرف اٹھی اور ٹھہری گئی جہاں توفیق صاحب، آمنہ، علیزہ اور ولی کھڑے تھے۔ اس نے سوہنی کو دیکھا جسے ان کی آمد کی کوئی خبر نہیں تھی۔
"یہ سب میری وجہ سے ہو رہا ہے۔ میں سب کو بتا دوں گی کہ میں صرف آپ کی بیوی ہوں۔ میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔ آپ چاہتے تھے کہ میں آپ کے ساتھ چلوں، میں چلوں گی۔ جہاں آپ کہیں گے۔ میں ہر ایک کی نفرت سہہ لوں گی۔"
وصی نے بڑی بے بسی سے اسے روتے دیکھا اور بڑی مشکل سے اپنے ڈرپ والے بازو کو حرکت دے کر اس کا ہاتھ تھاما تھا۔
"میں بالکل ٹھیک ہوں۔ سوہنی! یہ صرف ایک ایکسیڈنٹ تھا بس۔
اب تم دونوں رونا بند کرو" اب اس نے فریحہ کو دیکھا۔
"وکی! ان دونوں کو گھر لے جاؤ۔" وکی نے اب نظریں اٹھا کر دروازے کی طرف دیکھا توفیق اور آمنہ اندر آ چکے تھے۔ سوہنی کے آہٹ پر مڑ کر دیکھا اور اگلے ہی پل دھک سے رہ گئی۔
توفیق صاحب اور آمنہ کے حیران چہرے سے ہوتی ہوئی اس کی نظریں کے ساکت وجود پر پڑیں تو اس نے مڑ کر وصی کو دیکھا وہ بھی ان سب کے تاثرات کا جائزہ لے رہا تھا، سوہنی کے مڑنے پر اس نے واضح طور پر اس کی آنکھوں میں ڈر دیکھا تھا۔
"وکی! سوہنی کو لے جاؤ" وصی نے زور سے اپنی بات دہرائی تھی اور اب کی بار وہ خود سر جھکائے تیزی سے کمرے سے باہر نکلتی چلی گئی۔

☆ ☆ ☆

...س نے دور سے ہی ولی کو دیکھ لیا تھا اس کے قریب پہنچتے ہی وہ خاموشی سے بینچ کے دوسرے کنارے پر ٹک گئی۔ وہ کچھ دیر اس کے بولنے کا انتظار کرتی رہی لیکن جب وہ خاموش رہا تو اسے خود ہی بولنا پڑا۔

"میں یہاں وصی کو دیکھنے آئی تھی لیکن وہ سو رہا تھا۔ چوٹیں تو اسے کافی آئی ہیں۔ لیکن ڈاکٹر بتا رہے تھے اب پہلے سے کافی بہتر ہے۔ میں گھر جا رہی تھی تم پر نظر پڑتے ہی ادھر آ گئی۔ وزیٹنگ آورز تو ختم ہو گئے ہیں تو تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

عروبہ کو لگا شاید اس نے سنا ہی نہیں جو وہ کہہ رہی تھی کیونکہ وہ اب بھی خاموش تھا۔ اس نے جھجکتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھا اب کی بار اس نے گردن گھما کر عروبہ کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں کا خالی پن عروبہ کو بری طرح محسوس ہوا تھا۔

"تم ٹھیک تو ہو؟"

"وہ مجھ سے محبت نہیں کرتی" اس کی آواز بے حد دھیمی تھی لیکن پھر بھی عروبہ نے سن لیا تھا۔ وہ جانتی تھی وہ کس کے بارے میں بات کر رہا ہے۔

"وہ وصی کو چاہتی ہے اور میں سمجھتا رہا...؟" اب ولی نے بینچ سے ٹیک لگالی تھی۔ "جب بابا نے ان کو ساری حقیقت بتادی تھی تو پھر کیوں کی ان دونوں نے محبت؟"

عروبہ نے حیران ہو کر اسے دیکھا "محبت کوئی زبردستی کرنے والی چیز نہیں ولی! یہ خود بخود ہو جاتی ہے اور جس رشتے میں وہ جڑے تھے اس میں تو اتنی طاقت ہوتی ہے کہ دو لوگ خود بخود ایک دوسرے کے قریب آجاتے ہیں اور صحیح محبت تو وہی ہے جو نکاح کے بعد ہوتی ہے۔"

"لیکن ان دونوں نے کیوں اس رشتے کو قبول کیا اور وصی وہ جانتا تھا کہ سوہنی میری منگیتر ہے تو وہ کیوں ہمارے درمیان آیا۔"

"تم جانتے ہو سوہنی وصی کی بیوی ہے تو تم کیوں ان کے درمیان آ رہے ہو؟" عروبہ کے سنجیدہ لہجے پر اس نے عجیب سی نظروں سے اسے دیکھا۔

"میں ان کے درمیان آ رہا ہوں۔"

"بالکل وہ دونوں تو ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ اور اس کے درمیان طلاق کروا کے تم ان دونوں کے درمیان آنے کی کوشش کر رہے ہو۔ اگر تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے تو کبھی سکون سے نہیں رہو گے ساری عمر محبت کے لیے سوہنی کے پیچھے بھاگو گے۔ لیکن تمہارے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔ کیونکہ تم جان چکے ہو۔ وہ تم سے محبت نہیں کرتی پھر کیا فائدہ اس ضد کا اور تم تو ایسی لڑکی ڈیزرو کرتے ہو جو تم سے محبت کرتی ہو۔ میں نہیں چاہتی تمہیں محبت کی بددعا لگے۔ اس لیے بھول جاؤ جو گزر گیا۔ اور سوہنی اور وصی کے رشتے کو قبول کر لو کیونکہ حقیقت کو قبول کر لینے سے زندگی کی بہت سی مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔ چلو اب اٹھو تم یوں افسردہ بالکل اچھے نہیں لگتے۔"

وہ اب مسکرا کر کھڑی ہو گئی۔

"جب میں نے سوہنی سے منگنی کی تھی تمہیں کیا ہوا تھا نا۔؟" عروبہ کے اٹھتے قدم ٹھٹھک کر رک گئے تھے۔

اس نے مڑ کر حیرت سے ولی کو دیکھا اپنی جانب دیکھتا ہوا ولی اسے کچھ دیر پہلے والے سے بہت مختلف لگا تھا۔

"اتنی حیرت سے کیا دیکھ رہی ہو مشکل سوال کر دیا میں نے۔"

"میرا یہاں.... کیا ذکر۔"

وہ گھبراہٹ میں ہکلا کر رہ گئی۔

"سارا ذکر تمہارا ہی تو ہے خاموش محبت کا لفظ اگر تمہارے لیے استعمال کیا جائے تو غلط نہیں ہو گا۔" ولی اب اٹھ کر اس کے سامنے آ گیا تھا۔ "تم مجھ سے محبت کرتی ہو؟"

ضبط کی کوشش میں عروبہ کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

"میں کبھی بھی اس قابل نہیں رہا عروبہ! کہ تم جیسی لڑکی نے میرے لیے اپنی زندگی کے اتنے قیمتی سال برباد کر دیے کیوں؟"

وہ بڑی بے چارگی سے بولا تو اس کے آنسو پلکوں کی باڑ پھلانگ کر باہر نکل آئے۔ جس راز کو وہ اتنے سالوں سے سنبھال کر بیٹھی تھی آنسوؤں نے اس کا بھید کھول دیا تھا۔

☆ ☆ ☆

وہ بڑے افسوس سے اپنے ماں باپ کے جھکے ہوئے شرمندہ چہروں کو دیکھ رہی تھی۔

"آپ کو تو وصی سے سب سے زیادہ محبت کا دعوا تھا مما! لیکن آپ نے بھی اس کی خوشی پوری کرنے کے بجائے اس کی مخالفت کی ہم سوتیلے تھے لیکن پھر بھی آپ نے ہمیں سگوں سے بڑھ کر پیار کیا۔ سوہنی تو پھر آپ کے بیٹے کی خوشی تھی میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ آپ ٹپکل ساس ثابت ہوں گی۔" آمنہ کے آنسوؤں میں روانی آ گئی جبکہ فریحہ کو ان کا یوں رونا برا لگا تھا۔

"ہو گیا نا آپی! بس کرو۔" فریحہ اسے ناراضی سے دیکھتے ہوئے آمنہ کے آنسو صاف کرنے لگی۔

"اور پاپا! آپ جانتے ہیں ایک یتیم کی کتنی بڑی ذمہ داری ہوتی ہے لیکن آپ پھر بھی اپنی خوشی کے لیے سوہنی کی خوشی چھین رہے تھے۔ آپ نے سوچا اللہ تعالیٰ آپ سے کتنے ناراض ہوئے ہوں گے۔"

"میں نہیں جانتا تھا کہ سوہنی وصی کے ساتھ رہنا چاہتی ہے۔" ان کا لہجہ شرمندہ تھا۔

"جب آپ جان گئے ہیں تو آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"میں وصی اور سوہنی کی خوشی چاہتا ہوں لیکن ولی..."

انہوں نے بے بسی سے علیزہ کو دیکھا۔

"سوہنی وصی بھائی کی ہی بیوی ہے اور یہ بات ولی بھائی کو ماننی ہو گی۔" کب سے خاموش کھڑا وکی دوٹوک انداز میں بولا تو توفیق صاحب نے کچھ کہنے کے لیے سر اٹھایا ان کو یوں چونکتے دیکھ کر سب نے ایک ساتھ دروازے کی طرف دیکھا۔ اب وہ سب پریشانی سے اندر داخل ہوتے ولی کو دیکھ رہے تھے۔

☆ ☆ ☆

کار پارک کرنے کے بعد وہ آگے بڑھنے کے بجائے وہیں کھڑا ہو کر فون سننے لگا۔ اس کے چہرے پر بڑی خوبصورت مسکراہٹ تھی ایسی مسکان جو کسی بہت اپنے کی آواز سن کر خود بخود چہرے پر آجاتی ہے۔

"آپ کیوں پریشان ہو رہی ہیں مما! میں ان شاء اللہ پرسوں پہنچ رہا ہوں اگر یہاں ضروری کام نہ ہوتا تو میں اب تک پاکستان میں ہوتا لیں مجھ سے زیادہ جلدی تو آپ کی بہو اور پوتی کو ہے۔ مما! اتنی شرارتی ہو گئی ہے۔ آپ سمجھ لیں دوسری فری ہے۔" دوسری طرف کی بات سن کر اس نے قہقہہ لگایا تھا۔

"علیزہ سے میری کل بات ہوئی تھی اور ابھی کچھ دیر پہلے وصی اور سوہنی سے بھی میری بات ہوئی تھی۔ ان کا چھوٹو کافی تنگ کر رہا تھا۔ اب تو بڑا ہو گیا ہو گا۔" وہ مسکرایا تھا۔

"پاپا کیسے ہیں؟ مجھے آپ سب بہت یاد آتے ہیں دیکھنے کو دل کرتا ہے آپ لوگوں کو آپ رو کیوں رہی ہیں مما! میں ٹھیک ہوں۔ وکی اور فری کو پیار دیجیے گا۔ ان شاء اللہ پرسوں ملاقات ہو گی۔"

اس نے مسکرا کر فون بند کر دیا پرسوں پورے تین سال بعد وہ پاکستان فری اور وکی کی شادی میں شریک ہونے جا رہا تھا۔

اس دن جب وہ گھر میں داخل ہوا تھا تو ایک فیصلے کے ساتھ اس نے سوہنی سے شادی سے انکار کر دیا تھا۔ سب کی حیران نظروں سے اسے اندازہ ہوا تھا کوئی اس سے اس فیصلے کی توقع نہیں کر رہا تھا۔ زندگی میں پہلی بار اس نے اپنی خوشی سے پہلے کسی اور کی خوشی کو ترجیح دی تھی۔ اور وہ سوہنی تھی شاید اس فیصلے کی وجہ وہ احساس تھا جو اس نے کبھی سوہنی کے لیے محسوس کیا تھا اس نے عروبہ کی بات سے اتفاق کر لیا تھا کہ وہ بھی ایک عام سا مرد ہے وہ کبھی بھی نہیں بھول سکے گا کہ سوہنی پہلے وصی کی بیوی تھی اور خاص طور پر تب جبکہ وہ جان چکا تھا کہ سوہنی وصی کو چاہتی ہے۔ اس نے دوسری بات بھی عروبہ کی مانی تھی کہ شادی اس سے کرو جو صرف آپ سے محبت کرتا ہو اسی لیے اس نے عروبہ سے شادی کر لی۔ وہ اسے پسند کرتی ہے۔ یہ بات تو اسی دن معلوم ہو گئی تھی جب اس نے منگنی والے دن اسے روتا دیکھا تھا اور پھر بے اختیاری میں بولے گئے اس کے کچھ جملوں نے اس کا یقین پختہ کر دیا تھا لیکن وصی اور سوہنی کے نکاح کا سن کر وہ اس کی محبت کو بھول گیا۔ یاد رہا تو صرف اپنی ضد۔ وصی اور سوہنی کی شادی کے بعد اس نے عروبہ سے شادی کر لی اور کچھ عرصہ بعد عروبہ کے ساتھ امریکہ آگیا یہاں آکر اسے احساس ہوا کہ جو اس نے سوہنی کے لیے محسوس کیا وہ محبت نہیں تھی محبت تو وہ ہے جو وہ عروبہ کے لیے محسوس کرتا ہے۔

سوہنی وصی کے ساتھ بہت خوش تھی اور وہ عروبہ کے ساتھ بہت خوش تھا۔ اس کی زندگی میں اب کوئی پچھتاوا نہیں تھا۔ اس نے سر اٹھا کر اپنے سامنے چھ منزلوں پر مشتمل اس عمارت کو دیکھا جہاں اس کی خوشیاں اس کی بیوی اس کی بیٹی اس کا انتظار کر رہے تھے وہ تیزی سے اپنی جنت اپنے گھر کی طرف بڑھنے لگا۔